کلیدِ سخن

(مکمل)

گوشہ نشین

حیدرآباد بک ڈپو، حیدرآباد دکن

کلیدِ سخن

مُصنّفہ

امیر الشعرا مولٰنا سیّد برکت علیشاہ صاحب گوشہ نشین

وزیر آباد (پنجاب)

ملنے کا پتہ

منیجر شیعہ جنرل بُک ایجنسی لاہور

اندرون موچی دروازہ

قیمت ۱۲ر

بار اوّل

نذر

بیاضے در وجود آرم بصد ناز
بماہِ مارچ - ایامِ زمستاں
گُلے از روضۂ رضواں بیارم
کہ ناپید است از چشم گلستاں
بروں آرم زرے از غنچۂ گُل
کہ ہست آرائشِ دُکّانِ بُستاں
سزد ایں بادہ در پیمانۂ گُل
سزد ایں مَے بجامِ سنبلستاں
پئے نذرانۂ ٹھاکر گلت چند
بیارم لعل از کانِ بدخشاں

گوشہ نشین وزیرآباد
المرقوم یکم مارچ ۱۹۳۹ء

حصہ اوّل

جدتِ مضموں سے ہو جس کا تخیّل بہرہ ور
اس کے اک اک شعر میں پنہاں ہو دنیائے اثر

میں نہیں کہتا کہ آئینِ سخن کو توڑ دو
عادتِ تقلیدِ کورانہ مگر تم چھوڑ دو

گلشنِ اردو کی رونق کو بڑھانے کیلئے
ڈھونڈ کر لاؤ اگر پودا کہیں اچھا ملے

ہو تخیل گر تمہارا ہمسرِ عرشِ بریں
شعر کی ہو گی کہیں افلاک سے برتر زمیں

زیبِ عالم وہ کیا ہے میں نے دُرِ شاہوار
جس کی آب و تاب سے ہے ماتِ مہرِ نور بار

شوق سے گاتے رہیں اب طائرانِ بوستاں
نغمہ پیرا ہو چکا ہے یہ ہزارِ خوش بیاں

حمد

کر سکے کیونکر تیری حمد و ثنا بندہ ترا
جس سے تیرے شکر کا حق ہو نہیں سکتا ادا

جملہ مخلوقات ہے تیری ثنا میں تر زباں
تھا بھی تُو اور ہے بھی تُو ہوگا بھی تو ربِّ جہاں

تیری جامع حمد تیری جملہ موجودات ہے
تیری عینِ حمد تیرے انبیاء کی ذات ہے

راہِ عرفاں میں ترے درماندہ پیکِ جستجو
آپ ہی اپنا صفات و ذات میں ہمسر ہے تُو

فہم اور ادراک سے بالا ہے تو اے ذوالجلال
عقل و دانش سے ہے برتر تیری ذاتِ لایزال

کُنْتُ کَنْزًا لطف است وَمَا عَرَفْنَا شانِ تو
مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ از پئے عرفانِ تو

اے صفاتت عینِ ذات و ذاتِ تو عینِ صفات
فی الحقیقت ذاتِ تو پاک است از عینِ صفات

نعت (۱)

چہرۂ زیبائے عالم را نگارِ خوشنما
مصحفِ پیغام را خاتم محمد مصطفٰے

مقصدِ ایجادِ عالم۔ غایتِ ارض و سما
مظہرِ یکتائے ذاتِ بے مثالِ کبریا

حسنِ عالمتاب میں تو غیرتِ ماہِ تمام
مسندِ بزمِ حسینانِ جہاں تیرا مقام

شد منور از جمالت آسماں را بام و در
اے ز حسنِ عالم افروزت تو دُنیا بے خبر

پرتوِ شمعِ ازل سے تو سراپا نور ہے
یہ حقیقت اہلِ ظاہر سے مگر مستور ہے

صورتِ رازِ نہاں تو۔ معنٔے کون و مکاں
روحِ مطلق منبعِ فیضانِ حق جانِ جہاں

تجھ سے ہی دیوانِ موجودات کی ہے آبرو
مطلعِ الحمد للہ مقطعِ والناس تو

عقل کو تجھ سے میسر افسرِ پائندگی
معرفت کو تجھ سے حاصل ارمغانِ زندگی

گلشنِ کون و مکاں میں تو ہزارِ خوشنوا
طائرِ سدرہ نہیں پہچانتا یہ مرتبہ

وہ شبِ معراج رشکِ عرش تیری برتری
تھی علوِ مرتبت کی ذرہ سی جلوہ گری

بوسہ ہائے پیہمِ کروبیاں بر پائے تو
باعثِ بیداریت از خوابِ ہوش آسائے تو

آمد و شد ہے تیری عرشِ بریں پر دمبدم
زینۂ بامِ فلک سے ہے غنی تیرا قدم

ہے دمِ عیسیٰ سے بڑھ کر بات کا تیری اثر
نبضِ ہست و بود کی حرکت ہے تجھ پر منحصر

گلستاں کو ہے ہوائے فصلِ گل تیرا نمود
ابرِ نیساں ہے صدف کے واسطے تیرا وجود

حدِ امکاں سے ہے باہر مدحتِ خیر الانام
شان میں جس کی ہے قرآں اک قصیدہ لاکلام

(۲)

تھا گلِ لالہ کسی کا منتظر ساغر بکف
شاہدانِ گلستاں تھے ایستادہ صف بصف

کرچکا تھا سبزۂ نو فرش کی تیاریاں
غیرتِ خلدِ بریں تھیں پھول کی گلکاریاں

نورِ حق باغِ جہاں میں آگیا بن کر نسیم
جس کی ہر اک موج میں تھی باغِ جنت کی شمیم

(۳)

بزمِ بطحا میں بفضلِ خالقِ کون و مکاں
شمع وہ روشن ہوئی جس سے ہوا روشن جہاں

محفلِ عالم میں پھر یکسر اجالا ہو گیا
مثلِ پروانہ زمانہ اس کا شیدا ہو گیا

مردانِ خدا (۱)

برتر از عقل و خرد ہے عظمتِ مردانِ پاک
بن گئی اکسیر جن کی اک نگہ سے مشتِ خاک

ہیں وہ ملکِ اتقا کے شاہِ کیواں پائگہ!
قدسیوں سے بھی کہیں ارفع ہے ان کا مرتبہ

آگ سے دل دادگانِ عشق کو ہو کیا خطر
آتشِ سوزاں میں رہتا ہے سمندر بے ضرر

بے زری کا اہلِ دل کو ہو کہاں خوف و خطر
انکے دامن میں ہیں جب اشکِ ندامت کے گہر

خوشنوائی میں وہ رشکِ عندلیبِ طور ہیں
فہم اور ادراک سے ان کے نشیمن دور ہیں!

مرغِ دل اڑتا ہے ان کا عرش پر شام و سحر
طائرِ سدرہ سے بھی ان کے قوی ہیں بال و پر

خاک میں لپٹے ہوئے رشکِ قمر گوہر ہیں وہ
برقِ عالمتاب کے سیماب پا جوہر ہیں وہ

اِنّا لِلّٰہ ہے انہی کے واسطے کہنا روا
جو کبھی جورِ فلک سے اُف نہیں کرتے ذرا

ہولِ رستاخیز سے کیونکر نہ ہوں آزاد وہ
دین و دنیا کی عمارت کی ہیں جب بنیاد وہ

لامکاں کی درگہِ عالی کے ہیں مسند نشیں
چومتا رہتا ہے ان کے پاؤں کو عرشِ بریں

گلشنِ عالم میں ہیں وہ غیرتِ آبِ بقا
ہے انہی کے دم سے قائم ہستیِ ارض و سما

غایتِ فرمانِ سجدہ سے انہیں ہے آگہی
ہے دلِ کروبیاں اس رازِ مخفی سے تہی

وہ صہبائی اسپ اعدا سے کبھی ڈرتے نہیں
وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی ملک ہے ساری زمیں

ہوں نہ کیوں ثابت قدم وہ بات میں مثلِ کلیم
جن کے پہلو میں خدا نے رکھ دیا قلبِ سلیم

(۲)

جلوہ ہائے طورِ دل راموسئے باشد اگر
از عروجِ او بماند عرشِ اعظم بے خبر

آنکھ تھی نمرود کی پندار سے افلاک پر
تھی خلیل اللہ کی لطفِ الٰہی پر نظر

ہم کنی کارِ جہاں راہم کنی کارِ خدا!
پیشوئی در ساعتے زینت دہ ارض و سما

گر پڑھے گا غور سے تو آیۂ ذبحِ عظیم
تجھ پہ کھل جائے گا رازِ رحمتِ ربِّ کریم

بو علی سے گر نہ ہوتا طالبِ عفوِ خطا
شاہ خلجی دیکھ لیتا قوتِ مردِ خدا

ہمّت (۱)

ہمتِ مردانہ سے تعمیر کر ایسا مکاں
اوج و رفعت میں جو ہو پہلو زنِ ہفت آسماں

عرش سے ہم دوش ہو گا گر ترا قصرِ عمل
عقدہ ہائے کامگاری تجھ پہ ہو جائیں گے حل

تیری ہستی میں ودیعت معرفت کا نور ہے
یہ حقیقت آنکھ سے تیری مگر مستور ہے

تو شناور ہے ہنر کے قلزمِ زخار کا
جو نہیں رکھتا ہے کوئی ابتدا اور انتہا!

تو نوائے دردِ دل سے کر وہ ہنگامہ بپا
قافلہ والوں کو ہو جس کی صدا بانگِ درا

ہست اہلِ قدس راچوں روضۂ خلدِ بریں
گوشۂ تاریکِ خلوت خانۂ گوشہ نشیں

(۲)

خامشی چھا جائے گلشن پر تری گفتار سے
چشمِ نرگس محوِ حیرت ہو ترے دیدار سے

بلبل و قمری کے نغموں میں ہی کیوں سرشار تو
گل بھی تو اور سرو تو، نغمہ بھی تو، گلزار تو

ہمتِ دل کا ترے دل میں نہیں نام و نشاں — ہیچ ہوں تیری نظر میں ورنہ شاہانِ جہاں
کچھ نہ ہوگا تجھ پہ طوفانِ حوادث کا اثر — کشتیِ لاتقنطوا ہوگی ترا ملجا اگر
زیرِ بارِ منتِ کم مایگاں هرگز نہ ہو — گر سپر و موج ان کے گنجِ باد آورد کو
ور جہاں باشی اگر سیماب وار آتش بپا — مے شوی زیر زمیں ہم غیرتِ برقِ سما
ہو گلِ امید سے گر تیرا دل رشکِ ارم — خارزارِ یاس کا ہوگا وطن دشتِ عدم

(۳)

گر ترے دل میں چراغِ آرزو روشن رہے — گلبنِ امید کو گر تو تر و تازہ رکھے
بادۂ شوقِ طلب سے تو اگر مخمور ہو — ساز و سامانِ ظفر سے گھر ترا معمور ہو

(۴)

ہم چناں در عرصۂ ہنگامہ و پیکار زی — گاہ باشی نادرے گاہے کنی اسکندری
دور سے عادی نہ بن نظارۂ پیکار کا — بارشِ پیکان و ناوک میں قدم آگے بڑھا
مرد ہو کر آتشِ پیکار سے ڈرتا ہے تو — شاہِ مرداں کی یہ اچھی پیروی کرتا ہے تو
بے کنارہ ہو سمندر۔ موج ہو گر پُرخطر — کود پڑ اس میں بلا خوف و خطر چوں شیرِ نر
اے صعوباتِ سفر کی منفعت سے بے خبر — بسترِ جُبن و تساہل سے شبستانِ سقر
فی الحقیقت زندگی اس شخص کی ہے خوشگوار — عمرِ فانی کو جو دیتا ہے تگ و دو میں گزار
با صعوباتِ زمانہ مثلِ شاہِ[1] دیں بساز — تو اگر داری تمنائے نشاط و اہتزاز
ہو کنارِ گوشۂ عزلت میں جو راحت طلب — ہے وہ بارِ نوعِ انساں اور ایذا کا سبب

[1] حضرت علی علیہ السلام

گلشنِ ایماں رہینِ گلخنِ آفات ہے — نیند سے بیدار ہو اب کوئی دم کی بات ہے
خاکِ ذلت کا ہے تیرے رُخ پہ غازہ آشکار — ہنس رہی ہیں تیری صورت پر عروسِ روزگار
آسماں تخریب پر تیری تُلا ہے سربسر — تو نظر آتا ہے سرمستِ گراں خوابی مگر

(۵)

وہ ترے اسلاف ہی تھے جو جواں ہمت رہے — جوہری کی جو نگاہوں میں گراں قیمت رہے
نورِ مذہب سے اُنہیں حاصل رہی تابندگی — راست گوئی پر رہا ان کا مدارِ زندگی
حق طلب کرنا سرِ دربار تھا ان کا شعار — تھا عزیز از جاں اُنہیں مظلومیت میں بھی وقار
اب تقاضا کا ترے سر میں وہ سودا ہی نہیں — رنگ لائے گی تری یہ سہل انگاری کہیں

(۶)

ہو گا مردوں میں نہ ہرگز بھول کر تیرا شمار — ہے تساہل گر ترا سرمایۂ عزّ و وقار
حیف ہے قیدِ مذلت میں رہیں وہ گر مدام — بازگشتِ شمس پر قادر ہوا جن کا امام
سعیِ پیہم سے ہوا تیرا قدم کب آشنا — ورنہ ہے اک گام کا فقر و غنا میں فاصلہ
گر تجھے حاصل نہیں ہے کامیابی کا ثمر — دال ہے یہ سہل انگاری پہ تیری سربسر
اے گرفتارِ تساہل تا بکے دیوانگی — ہمت اور تدبیر میں پنہاں ہے رازِ زندگی

(۷)

قوم جب کرتی ہے عصیان و خطا کو اختیار — اس کو توفیقِ الٰہی روکتی ہے بار بار
بدمعاشانہ چلن سے گر نہیں آتی ہے باز — قفس پر رکھتی ہے گر دستِ خطاکاری دراز

۱؎ حضرت علی علیہ السلام

حق سے آتے ہیں پئے عبرت وبا قحط و بلا
گر سنبھل جائے تو ہوتا ہے اسی پر اکتفا

فسق اور کفرانِ نعمت میں وہ بڑھ جائے اگر
دفترِ افراد کا جاتا ہے شیرازہ بکھر

اس قدر ہوتی ہے وہ پھر ایک دن بے خانماں
لوحِ عالم پر نظر آتا نہیں اس کا نشاں

قہر سے وہ بادشاہوں کو پھرائے دربدر
مہربانی سے گداؤں کو بٹھائے تخت پر

(۸)

بات وہ لوگوں سے کر ہو جس میں تیری آبرو
لیکن اپنے آپ سے بھی تو کیا کر گفتگو

کھا کما کر قوتِ بازو سے تو نانِ شعیر
خوانِ نعمت کیلئے ہوتا ہے کیوں منت پذیر

نیست در کون و مکاں شوریدہ بختی از ازل
انحصارِ رنج و راحت ہست بر جہد و عمل

قعرِ دریا میں تلاشِ گوہرِ مقصود کر
پنجۂ گرداب سے غواص کو ہو کیا خطر

(۹)

کوہکن کو رشک آئے گر تیرے ایثار پر
وصلِ شیریں سے رہے گا بہرہ ور شام و سحر

ابتلائے دہر دیں رفعتِ پرواز ہے
تیری ہمت میں حصولِ مدعا کا راز ہے

قوتِ پرواز کا منظر دکھا افلاک پر
رہ چکا ہے تو قفس میں مدتوں اے بے خبر

تھی کبھی تیری تفرج گاہ گردوں کی فضا
وائے بردوں ہمتی اے طائرِ رشتہ بپا

ہے ہزارِ دل میں تیرے محشرِ سوز و گداز
گرمیِ نالہ سے کر دے ہند کو ارضِ حجاز

ہو قیامت خیز تیری اس قدر بانگِ درا
جس سے غیروں کے جرس ہو جائیں سازِ بے صدا

لیلئے مقصود سے وہ قیس دل میں ہمکنار
خارزارِ دہر میں دیکھیں جو جنت کی بہار

صورتِ مجنوں نہیں ہے تیرے دل میں اضطرار
لیلئے مقصود کو ورنہ ہے تیرا انتظار

ہے وہی اپنی نظر میں اہلِ دل مردِ خدا
پیس ڈالے جس کے دل کو آسیائے ابتلا

(۱۰)

سازِ فطرت کی صدا پر جو نہیں رکھتا ہے گوش
نغمۂ مرغِ سحر جس میں نہیں لاتا ہے جوش

بے حس و حرکت سکوتِ شام کی صورت ہے وہ
جلوہ گاہِ دہر میں مٹی کی اک مورت ہے وہ

(۱۱)

اُٹھ کہ اب وقتِ سحر ہے روشنی ہے چارسو
جاگتے ہیں غیر لیکن خوابِ غفلت میں ہے تُو

در پسِ پردہ ہے مہرِ رحمتِ ربِّ جلیل
صبح کا چاکِ گریباں جس کی ہے روشن دلیل

دیکھ قانونِ الٰہی کو تو آنکھیں کھول کر
ہمّتِ دل پر ہے رازِ کامگاری منحصر

جس کا دل بیدار ہے اور ہیں نگاہیں ہوشیار
اس پہ ہے رازِ نہانِ قدرتِ حق آشکار

دہر ہے مثلِ صحیفہ اہلِ عالم کے لئے
چشمِ بینا لیکن اس کے دیکھنے کو چاہیئے

ہے رخِ برگ و ثمر میں آتشِ حسنِ ایاز
ہو ترے دل میں بھی پیدا غزنوی سوز و گداز

(۱۲)

محو ہیں تزئیں میں اپنی شاہدانِ گلستاں
زیب و آرائش کے ہیں درپے طیورِ خوش بیاں

پتّہ پتّہ میں شرارِ زندگی کا ہے ظہور
ہے گلِ لالہ شرر افشاں مثالِ کوہِ طور

چشمِ نرگس سے سرورِ زندگانی ہے عیاں
ہے بیانِ زیست کو ہر برگِ گل مثلِ زباں

ہے نہاں فوارہ کے دل میں غضب کا اضطرار
سر اٹھاتا ہے بلندی کیلئے وہ بار بار

بوئے گل صحنِ گلستاں میں ہے سرگرمِ خرام
طبلۂ عطار کا ناپید ہے دنیا سے نام

بوستاں میں سیلِ بیداری قیامت خیز ہے
نغمۂ جاں بخش سے موجِ صبا لبریز ہے

مسلمِ ناداں، ثبوتِ زندگی تُو بھی دکھا
اشرفِ مخلوق ہونے کا تجھے ہے ادّعا!

زمانۂ جاہلیت

مہرِ عالمتاب نے کی زیبِ تن دیبائے شب
بادۂ گلرنگ سے خالی ہُوا مینائے شب

مشک افشاں ہر طرف تھے گیسوئے لیلائے شب
زیبِ بزمِ دہر تھی شہزادئ مشکیں نسب

گو کواکب دے رہے تھے روشنی کی کچھ خبر
سحرِ تاریکی سے تھا مسحور عالم سر بسر

بے طرح بگڑا ہُوا تھا نقشۂ امن و اماں
عدل کا ڈھونڈی سے بھی ملتا نہ تھا نام و نشاں

لطفِ حق نے صورتِ ختم الرسل کی اختیار
گلشنِ کون و مکاں میں بے بدل آئی بہار

آفتابِ علم مشرق سے ہُوا یوں ضو فشاں
محوِ حیرت آج تک ہیں فلسفی تاریخ داں

جو نہ رکھتے تھے بسیرے کیلئے اک جھونپڑا
بن گئے علم و ہنر میں وہ جہاں کے پیشوا

حضرت علی علیہ السلام (۱)

اس قسم کی نظم کو انگریزی میں بلینک ورس کہتے ہیں اس میں شاعر قافیہ اور ردیف کا پابند نہیں ہوتا۔

ہے تیرے عدل و کرم کا شہرہ
ہے تیرے جود و سخا کی شہرت

ہے تیرا فیض و عطا فراواں
ہجومِ سائل ہے تیرے در پر

تو لعل و گوہر کی ایک معدن
تو مظہرِ فیضِ ابرِ نیساں

یمن کی عزت کو ناز تجھ پر
ملا بدخشاں کو فخر تجھ سے

ہے لطف تیرا جہاں پہ حاوی
کفن میں حاتم نے منہ چھپایا

رہی نہ رستم کی قدر و قیمت
کہ تو ہے ہمت میں سب سے بڑھ کر

ہوئے جو اہلِ کرم جہاں میں　ہے نام ان کا اگرچہ قائم
وہ بیگماں ہیں مثالِ قطرہ!　تو بے کنارہ ہے اک سمندر

تھا مردِ ہمت اگرچہ رستم　اُسے نہیں کوئی تجھ سے نسبت
کہاں وہ شیرِ ببر کی قوّت　کہاں وہ آہو کا جسمِ لاغر

ہے نور سے تیرے شمس روشن　قمر ہے تیری ضیا سے تاباں
ہے حسن تیرا وہ حسن جس کو　زوال کا کچھ خطر نہیں ہے

غلط فسانہ ہے جامِ جم کا　ہے بے سروپا وہ اک کہانی
یہ تیرے دل کا ہے خاص جوہر　کہ رازِ فطرت کا آئینہ ہے

نہیں ہے نسبت فلک کو تجھ سی　نہیں ہے فردوس کو علاقہ
ہے عرش تیرے قدم کے نیچے　کہ تیرے دل میں خدا مکیں ہے

یہ مہر و ماہ اور نجوم تاباں　مدار جن پر ہے زندگی کا!
ہیں تیرے دستِ کرم نے ڈالے　فلک کے دامن میں چند گوہر

ہے کون کہتا کہ یہ ثمر ہیں　جو زیب و زینت ہیں بوستاں کی
لیے ہیں دستِ شجر میں تو نے　ہزاروں موتی ہزاروں گوہر

ہو تاجِ کسریٰ یا کلاہِ قیصر!　کہ ہو سلیماں کا تختِ زرّیں
کہاں انہیں وہ وقار حاصل　جو دلق تیری کو ہے میسر

ازل سے جامِ شرابِ وحدت　تیرے ہی حصّہ میں آچکا ہے
رہی جو باقی ذرا سی تلچھٹ　ہوئی وہ تقسیم سب جہاں میں

تیرا گزر ہو اگر چمن میں　ادب سے اشجار ہوں صف آرا

جھکائیں شاخیں وہ تیرے آگے | ثمر گرائیں ترے قدم پر!
اگر نگاہِ کرم کبھی تو | اٹھائے دشت و جبل کی جانب
ہو ذرہ ذرہ جوں مہرِ انور | طلا سے بہتر ہو سنگِ خارا
فلک کی چکی جو چل رہی ہے | مثالِ دانہ ہیں اس میں انساں
مگر ہراساں نہیں ہے سیدؔ | کہ تجھ سا مولا ہے اسکے سر پر

(۲)

فخرِ خیر المرسلیں و نازشِ روح الامیں | علتِ ایجادِ عالم قبلۂ اہلِ یقیں
قدرتِ اللہ کی تو بے مثل تصویر ہے | مصحفِ کونین کی تو بے بدل تفسیر ہے
عالمِ ادراک کے دربار کا سلطاں ہے تو | بوستانِ معنیٔ اسرار کا رضواں ہے تو
تو زبانِ ترجمانِ حق ہے اور دستِ خدا | عقدۂ دست و زبانِ کبریا ہم پر کھلا
دل ترا کون و مکاں کے راز سے آگاہ ہے | تو معانی کے فلک پر رشکِ مہر و ماہ ہے
زورِ بازو سے ترے سب ہو گئے دشمن ذلیل | ہے حدیثِ لافتیٰ الا علی اس پر دلیل
ڈھونڈھے سے ملتی نہ تھی کفار کو راہِ فرار | نانِ جو میں کیا رکھی ہے قوتِ پروردگار
دینِ پاکِ محمد جو کہ سب ادیاں میں ہے بے نظیر | تیرے علم و زہد و عرفاں کا ہے وہ منت پذیر
رعب سے نعرہ کے تیرے سب عرب ہے آشنا | خیبر و خندق کو ہے معلوم اس کا ماجرا!
ہے گواہ نہج البلاغت خوش کلامی پر تری | فخر اہلِ فقر کرتے ہیں غلامی پر تری
تیرے میدانِ وغا کی خوش تدابیری کو دیکھ | اور تری شمشیرِ براں کی جہاں گیری کو دیکھ
تیرے منشورِ خلافت اور قضایا دیکھ کر | بر سرِ منبر مواعظ اور ہدایا دیکھ کر
دو خصوم ہے سارے جہاں میں یا علی المرتضیٰ | جامعِ اضداد تیری ذات ہے مثلِ خدا

(۳)

حالتِ احرام میں تھیں فاطمہ بنتِ اسد
زینتِ اورنگِ ملت یعنی وہ شیرِ صمد

عازمِ دنیا ہُوا جب چھوڑ کر کتمِ عدم
شق ہوئی کعبہ کی دیوارِ مقدس یک قلم

فاطمہ بنتِ اسد نے شکر کا سجدہ کیا
پھر درونِ خانۂ کعبہ قدم رنجہ کیا

شاہِ دیں، عبدالاحد، تجید، دامادِ رسول
بوالحسن، بیت العلیٰ باب العلیٰ زوجِ بتول

ذوالعلیٰ شاہِ نجف محبّ الورا مشکلکشا!
نصرت الاحباب حیدر، شافعِ روزِ جزا

شاہِ مرداں، ذوالکواکب، مرتضیٰ بدرالدجیٰ!
بوالعلا، صفدر، اسد، میرِ دو عالم لافتیٰ!

بوتراب، عبدالصمد، عبدالمجید و ہل اتیٰ!
رونق افروزِ زمیں قبلۂ عالم ہوا

شمع ساں تھے جلوہ آرا وہ شہِ عالیجناب
گرد پروانہ صفت سب پھر رہے تھے شیخ و شاب

آپ کا ہم معنیٔ حق نامِ والا دیکھ کر
آپ کی رفعت کو رشکِ چرخِ مینا دیکھ کر

آپ کو سب انبیا کا یار و حامی دیکھ کر
آپ کا مشکلکشا اسمِ گرامی دیکھ کر

بزمِ معراجِ نبی میں ہم کلامی دیکھ کر
آپ کی قربِ خدا سے شاد کامی دیکھ کر

دھوم ہے سارے جہاں میں یا علی المرتضیٰ
جامعِ اضداد تیری ذات ہے مثلِ خدا

(۴)

بعد از نبیؐ بزرگ علیؑ کا مقام ہے
روح الامیں حضور کا ادنیٰ غلام ہے

جاری ہے حکم آپ کا سب کائنات پہ
ارض و سما کو نامِ علی سے قیام ہے

علی و ساکنانِ ہفت افلاک
چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

پنجتن پاک

نعیم و زمزم و طوبیٰ و کوثر
محمدؐ ، فاطمہؑ ، حسنینؑ و حیدرؑ

اعتقاد

نگیرم دیگرے را دست واللہ
کہ ہستم جعفری الحمدللہ

بے تعصبی

ہے نمونہ بہرِ انساں آفتابِ پُرحشم
ایک جیسی خار و گل پہ جسکی ہے چشمِ کرم
پھول کی ہے زینت اپنی خار کی اپنی پھبن
جلوۂ اضداد سے ہے رونقِ بزمِ چمن
آدم و حوا ہوئے جب رونق افزوزِ جہاں
نسلِ آدم کی نظر آنے لگیں آبادیاں
امتیازِ رنگ و خوں سے پاک تھی سب کی نظر
نخل سب کا ایک تھا ایک رنگ تھے سارے ثمر
تھا تعصب کا نہ عالم میں کہیں نام و نشاں
مکتبِ حبِ بشر تھیں انکے شہر اور بستیاں
پاک دار آئینۂ دل را زِ گردِ امتیاز
اے گرفتارِ فسونِ طرح دارانِ مجاز
گلبن و سرو و صنوبر اصل میں سب ایک ہیں
مسلم و گبر و نصاریٰ فطرتاً سب نیک ہیں
ایک ہیں امریکہ یورپ انڈیا اور زنگبار
رنگ اور صورت کا ہے آب و ہوا پہ انحصار

معراجِ سخن

تزویج فاطمہ کا ملا جس کو افتخار | خیر البشر تھے جس کی محبت میں بیقرار
تھا بے بدل جو فوجِ محمدؐ کا شہسوار | تھراتا جس کے نام سے میدانِ کارزار

جس کی زباں میں حق نے محمدؐ سے کی کلام
ہے مومنوں کا دونوں جہانوں میں وہ امام

ہے جس کی ذوالفقار کا اسلام پر کرم | جس نے ہزاروں سر کیے کفار کے قلم
کھاتا ہے جس کی ذات کی ربِ جہاں قسم | ہے اسمِ پاک جس کا ہر اک ذرہ پہ رقم

ہے جس کے اختیار میں کونین کا نظام
ہے مومنوں کا دونوں جہانوں میں وہ امام

جو گلستانِ دینِ نبی کا ہے پاسباں | جو ارضِ ممکنات پہ ہے مہرِ ضوفشاں!
جو بوستانِ رازِ ازل کا ہے باغباں! | جو مثلِ ذاتِ واحدِ مطلق ہے لامکاں

برتر ہے جس کا علم و ادراک سے مقام
ہے مومنوں کا دونوں جہانوں میں وہ امام

ہے علم میں جو انس و ملائک میں انتخاب | بے مثل جس کا عزم شجاعت ہے لاجواب
شاہد ہے جس کے ایماں پہ اللہ کی کتاب | خلاق جس کو فخر سے کہتا ہے بوتراب

بلّغ نے کی عطا جسے سردارئ انام
ہے مومنوں کا دونوں جہانوں میں وہ امام

جن و بشر کا فضلِ خدا سے ہے جو امیر | سائل ہیں جس کے در پہ شہنشاہ اور فقیر!

جو مشکلات میں ہے رسولوں کا دستگیر
جو حشر میں ہے مومنِ بے یار کا نصیر
تھامے ہے جو کہ ابلقِ ایّام کی زمام
ہے مومنوں کا دونوں جہانوں میں وہ امام

تھی بازگشتِ شمس پہ قدرت جسے عطا
مُردوں کو حق کے حکم سے دیتا تھا جو جِلا
کرتا جو ماں کے پیٹ میں تعظیم مصطفےٰ
کعبہ نے پایا جس کی ولادت سے مرتبہ
تھا جس کے آستانے کا جبریل بھی غلام
ہے مومنوں کا دونوں جہانوں میں وہ امام

دوشِ نبی پہ چڑھ کے ہُوا جو کہ بت شکن
سویا مقامِ خوابِ نبی پر جو شیر تن
حق کا کلامِ پاک ہے جس کا ہر اک سخن
جس پر درود بھیجتا ہے ربِ ذو المنن
بچپن میں ہی صحیفے تھے ازبر جسے تمام
ہے مومنوں کا دونوں جہانوں میں وہ امام

جس نے کیا نہ بھولے سے بھی جنگ سے فرار
جس نے رکھا جہاد کی حرمت کو برقرار
جس نے اٹھائیں سختیاں بعد از نبی ہزار
چالیس کس بھی مل نہ سکے جس کو غمگسار
جس نے کیا جنازۂ احمد کا اہتمام
ہے مومنوں کا دونوں جہانوں میں وہ امام

سر کو جھکاتے ہیں جسے کہہ کر شہِ نجف
ہے جس کی ذاتِ پاک سے تخلیق کو شرف
جس کا لوائے حمد ہے الحمد کا الف
حق نے عطا کیا جسے شبّیر سا خلف
سیّد نے عمر جس کی محبت میں کی تمام
ہے مومنوں کا دونوں جہانوں میں وہ امام

استقلال (۱)

دو جہاں کے میکدہ میں ہے شرابِ ناب تو
کشتِ عالم کیلئے ہے مہرِ عالمتاب تو

خوگرِ برقِ تجلّی خرمنِ دل کو بنا!
پھر فنا فی اللہ کی لذّت سے ہوگا آشنا

تُو وہ مسلم ہے رہا جس پر شہنشاہوں کو ناز
تا بہ کے دردِ فشارِ حلقۂ دامِ نیاز

حضرتِ حُر نے جہاں پر کردیا ہے آشکار
امرِ حق پر جاں کو یوں احرار کرتے ہیں نثار

ہو رہِ عزم و شجاعت پر یہاں تک تیز گام
ورطۂ حیرت میں ڈوبیں بہمن و گودرز و سام

جاں نثاری میں تو اپنے آپ کو ایسا بنا
سرفروشانِ جہاں کا ہو امیر و مقتدا

(۲)

زخمہائے جاں گدازِ ناوکِ قوسِ بلا
ہست رُوئے اہلِ دل را غازۂ حسنِ انتہا

اشتیاقِ مرتبہ سے جس کا دل عاری ہُوا
خاکِ ذلّت پر رہے گا وہ مثالِ نقشِ پا

ہے یہی روزِ ازل سے سنّتِ پیرِ مغاں
درخورِ ہمّت ملا کرتا ہے پیمانہ یہاں

قعرِ دریا میں نہاں جو گوہرِ مقصود ہے
ساحلِ دریا پہ اس کی جستجو بے سُود ہے

دست و بازو چشمِ بینا اور عقلِ نکتہ داں
سعی کے ساماں سبھی تجھ کو میسّر ہیں یہاں

تُو رکھے گا برقِ ایماں کو اگر آتش فشاں
خرمنِ باطل کا مٹ جائیگا دنیا سے نشاں

مرحبا! بادِ مخالف مرحبا صد مرحبا
درس میرے دل نے تجھ سے عزم و ہمت کا لیا

خود چمک کر آپ اپنا راہبر جگنو ہُوا
ہے بشر کے واسطے یہ کس قدر ہمّت فزا

گر ہمیں اس نے رکھا یونہی ستم سے نیم جاں
ہم اڑا دیں گے گریبانِ فلک کی دھجیاں

وقف کردے بزم پر شمعِ محبت کی ضیا
رزم میں شمشیرِ خوں آشام کے جوہر دکھا

ملک گیری شاہ کی تیغ و علم کے زور سے
ہے سخنور کی جہانگیری قلم کے زور سے

(۲۳)

بوستاں میں اس طرح رہ اے گلِ رنگیں بدن
ہو پریشانی بھی تیری زینتِ صحنِ چمن!
ہو چکا ہے پختگی کا اے گہر تجھ میں ظہور
چاک کر بطنِ صدف کو دیکھ پہنائے بجور
پاک ہو علم و عمل میں اس قدر تیرا وجود!
دیکھ کر تجھ کو پڑھیں آلِ محمدؐ پر درود!

امام حسن علیہ السلام

قرآن نے دیا تجھے تطہیر کا وقار
حاصل ہُوا نبی سے شباہت کا افتخار
شیرِ خدا سے رنج والم کا جہاں ملا!
زہرہ نے بخش دی تجھے آہِ جگر فگار!
شبیرؑ سے عطا ہوئی دنیائے بیکسی
زینب نے تجھ کو نذر میں دی عمرِ سوگوار
قاسم نے پیشکش کیا داغِ حیات سوز
عباسؑ نے دیا تجھے دردِ وفا شعار
مومن کو تُو نے دل دیا غم سے پھٹا ہُوا
گوشہ نشیں کو تجھ سے ملی چشم اشکبار

صبح

جامۂ ماتم دیا ہے لیلئے شب نے اُتار
صُبحِ خنداں کا رُخ روشن ہُوا ہے آشکار
اب طلسمِ ظلمتِ لیلائے شب کافور ہے
روشنی کے سحر سے سارا جہاں مسحور ہے
شاخِ گل پر بلبلِ خوش رنگ ہے مستِ نوا
طوطئ شکر فشاں کے ہیں ترانے دلربا
طائرانِ باغ ہیں نغمہ سرا بے اختیار
ہے بپا شورِ قیامت درمیانِ شاخسار
آبشاروں کا اٹھا ہے شور و غوغا ہر طرف
بج رہے ہیں جا بجا گویا رباب و نائے و دف

گرمیٔ آواز سے نقار خانہ ہے چمن!
غرقِ استعجاب ہے گردونِ گردانِ کہن!

ہے رُخِ لالہ پہ شبنم کی نقابِ زر نگار
بوستاں کا پتہ پتہ ہے عروسِ گلعذار

امام حسین علیہ السلام (۱)

بے خطر باطل سے ہے جو امتِ خیر البشر
ہے یہ شاہِ کربلا کی استقامت کا اثر!

آپکا مضموں ہے کیسا دلگزا حیرت فزا
جس کا اک دیباچہ ہے ہنگامۂ کرب و بلا

تھے جو پابندِ رضاء آغاز سے تا انتہا!
کلمۂ باقیہ کا حق نے دیا اس پر صلہ!

لائے جس پر جملہ اعمالِ شریعت کو بجا
کیمیا و سیخ گناہ کو ہے غبارِ کربلا

گر پڑھے گا غور سے تو آیۂ ذبحِ عظیم
تجھ پہ کھل جائے گا رازِ بخششِ ربِّ کریم

جز غم تو ہیچ فکر و غم لنشائد زینہار
المدد اے آخریں آلِ عبا را یادگار

(۲)

کب چھپی ہے علتِ ہنگامۂ کرب و بلا
اک جہاں کو سر فروشی کا سبق جس سے ملا

محرمِ رازِ شہادت ہو گیا ہے جو بشر
اس پہ کچھ آشوبِ دوراں کا نہیں ہوتا اثر

صدرِ بزمِ عشق ہیں وہ خامسِ آلِ عبا!
عہد کو روزِ ازل کے آپ نے پورا کیا

کیوں نہ ہوں وہ کار فرمائے جہانِ ماسوا
جن کے لب پر زیرِ خنجر بھی رہا نامِ خدا

جانتے تھے روزِ اول سے حسین ابن علی
آپ تیغِ شمر سے آخر بجھے گی تشنگی!

جس نے سینچا خوں سے نخلِ ملتِ خیر الانام
زندۂ جاوید ہے وہ ذاتِ اقدس لاکلام

(۳)

ہو حسین ابنِ علی کیونکر نہ فخرِ اولیا!
حقِ تسلیم و رضا جس نے کیا پورا ادا!

کیوں اٹھاتے اس قدر بارِ مصیبت بے خطر
گر نہ تھا البطالِ باطل آپ کے پیشِ نظر

ضربِ خنجر سے جو کہتا مرحبا صد مرحبا
کون ہوتا جز جگر بندِ شہِ ہر دو سرا

اس شہادت پر کرے گر غور تو[1] گوشہ نشیں
کیوں نہ حاصل ہو تجھے توحید کا کامل یقیں

(۴)

میرا دل اس امامت کی محبّت کا ہے پروانہ
ملائک کی جبیں جس کے درِ دولت کا ہی زیور

ڈراتا ہے کسے اے شعلۂ نارِ جہنّم تو!
امامت ہے مری یاور ہا میرا بیدار ہے اختر

ہے رشکِ گلشنِ جنّت گلستاں بقا میرا
سحابِ لطفِ محبوبِ پیمبر ہے کرم گستر

نہ ہو تو کس طرح سرشارِ جامِ عیش اے سیّد[1]
کہ چشمِ ساقیٔ[2] محشر ہے تجھ کو ساغرِ کوثر

روزِ عاشورہ

ایک شب یاور ہوا میرا جو لطفِ کردگار
خواب میں حاصل ہوا مجھ کو یہ عزّ و افتخار

ہیں حریمِ کربلا میں جمع سارے انبیاء
روزِ عاشورہ کا نقشہ ہر طرف ہے آشکار

سب کھڑے ہیں حلقۂ ماتم میں مصروفِ بکا
سامنے آنکھوں کے دلبندِ نبی کا ہے مزار

ہر بشر کی آنکھ سے جاری ہے اک دریائے خوں
جامۂ ماتم میں ہیں ملبوس سارے سوگوار

سینہ کوبی میں ہیں محوِ گریہ با قلبِ تپاں
اور سر و تن سب کے ہیں آلودۂ گرد و غبار

لحنِ داؤدی میں ہیں نوحہ کناں جامہ دراں
ہادیانِ اہلِ عالم۔ افتخارِ روزگار

وہ شہادت مٹ نہیں سکتی کبھی تا روزِ حشر
انبیاء قائم رکھیں ہر سال جس کی یادگار

[1] گوشہ نشین اور سیّد دونوں تخلص مصنف کے ہیں [2] امام حسین علیہ السلام ۔

عارف

محو ہو یادِ خدا میں تو اگر شام و سحر | گوشۂ تاریک میں ہے منتِ شمس و قمر
آسمانوں سے بھی تیرا مرتبہ ہو گا بلند | آتش رُخ پر ترے ہوں گے لشکرِ مثلِ سپند
شور ہو گا تیری عظمت کا جہاں میں چارسو | ہو گی مخلوقِ خدا کے دل میں تیری آبرو

وصلِ صنم

گلشنِ کون و مکاں میں پھول کا جور و جفا | بلبلِ دل سوختہ کا محشرِ آہ و بکا
آتشِ رخسارِ جاناں۔ شعلۂ برقِ جبیں | صنعتِ صانع پہ حیراں عاشقِ اندوہگیں
داستانِ ہجر۔ ذوقِ دید۔ اور شوقِ وصال | شکوۂ جورِ عدو میں بے نتیجہ قیل و قال
آرزوئے وصل۔ جذباتِ بہیمی موجزن | ابرِ نیساں کا رخِ عنبر فشاں توبہ شکن
نغمۂ جو۔ قلقلِ مے اور شغلِ نائے نوش | آسمانِ پیر ہو جس عیش پر حیرت فروش
غور سے دیکھو تو یہ عیش و طرب کچھ بھی نہیں | زہر ہے اس جامِ زریں میں بجائے انگبیں

امام حسین علیہ السلام اور شیریںؒ

شیریں مومنہ اور اہلِ بیت کی خادمہ تھی۔ شیریں کے ہاں مہمان ہونے کا امام حسینؑ علیہ السلام نے وعدہ فرمایا۔ چنانچہ امام حسینؑ کا سرِ مبارک آپ کی شہادت کے بعد شیریں کے ہاں ایک رات بطور مہمان رہا۔

شیریں سے تھا حسینؑ کا پیمانِ باوفا | ہوں گا میں ایک دن ترا مہماں خدا گواہ

سامانِ خورد و نوش مگر کچھ نہ کیجیو ! — ہم سب کو دیکھ ۔ تھام جگر اپنا لیجیو

مہمان ہوں گے ہم ترے اک رات کیلئے — پھر چھوڑ دیں گے تیری مکاں کو نہ آئیں گے

شبیرؑ کے گھر ہُوا سرِ اطہر کا جب قیام — کیا حرف حرف پورا ہُوا وعدۂ امام

زیبا ہے تیرے سر پہ ہو گر تاج خسروی — فتح و ظفر میں گزرے اگر تیری زندگی

ثروت میں تجھ کو غلبہ ہو منصب میں برتری — آئے نہ نام کو بھی ترے پاس بے زری

شُہرہ ہو تیری تیغ کا وہ کارزار میں ! — تھرائے تیرے نام سے رستم مزار میں

علم و ہُنر میں رتبہ ترا سب سے ہو بلند ! — اور مرغِ نکتہ دانی بھی ہو تیرا پائے بند

انسان میں یہ موجبِ عزت ہیں خوبیاں — راضی ہے ان تمام سے خلاقِ انس و جاں

یہ سب بجا ہے اس میں نہیں جائے گفتگو — یہ بھی درست ہے مگر اے مردِ نیک خو

دنیا کے قصرِ شیریں میں مہماں ہی ایک رات — ہرگز نہ بن سکے گی شکم پروری میں بات

اس ایک شب میں کرتے ہیں وہ کام جاں سپار — رہتا ہے جو زمانہ میں تا حشر یادگار !

گوشہ نشین ہی کو ذرا دیکھ غور سے — نام اس کا کیا مجال کسی کی مٹا سکے

ہاں بیٹھ پر جو تیری ہو لطفِ خدا کا ہات — ہو لیلۃ الہریر کا نقشہ یہ ایک رات

گزری علیؑ کی بسترِ احمد پہ ایک شب — ہیں ہیچ اس کے سامنے ایامِ دہر سب

ہو محض خورد و نوش ہی گر مطمحِ نظر — باطن میں تو حمار ہے ظاہر میں ہے بشر

شامتِ اعمال

اہلِ عالم کے اگر آزار کا ہے تو سبب — ہو گا آخر کار تو بھی موردِ قہر و غضب

صید گہ جس باز کی تھی آسمانوں کی فضا — عبرتِ اہلِ نظر کو ہو گیا رشتہ بپا

کیا عجب گر ہو اسیری قسمتِ صیاد میں — مدتوں بلبل تھا جس کے پنجۂ بیداد میں
خار کی اُس کو خلش رکھے گی [illegible] نیشِ خار — جو گلوں پر ظلم ڈھائے صورتِ بادِ خزاں
ظلم کا انجام دردِ جاں ہے اور اندوہِ دل — جبر و استبداد ہوتے ہیں سدا خوار و خجل!
حق کسی کا چھین کر ہو جائے گو شاہِ زماں — تا ابد تجھ پہ رہے گا لعن کا بارِ گراں
دین کو قربان دنیا پر اگر کرتا ہے تُو — دار و گیرِ حشر سے گویا نہیں ڈرتا ہے تو
حال پر اغیار کے دورِ فلک ہے مہرباں — خرمنِ اسلام پر کیوں گر رہی ہیں بجلیاں
خرمنِ عصیاں فراہم کردۂ عہدِ شباب — ہو گا آخرکار نذرِ شعلۂ برقِ عتاب
زندگی بھر جو خدا سے مضحکہ کرتا رہے — پھر نہ کیوں کر وہ رگڑ کر ایڑیاں مرتا رہے
تا بکے ایں خودسری اے جابرِ بے اختیار — چھین لیں گے تیرے ہاتھوں سے عنانِ اقتدار
ڈوبنے والے۔ نہایت بیکسی میں ڈوب جا — کیا نکالا تھا کبھی تو نے کوئی ڈوبا ہوا!
کس قدر تُو بیخبر ہے اے گرفتارِ غضب — دردِ سر بھی ہو نہیں سکتا کسی کو بے سبب
جس ہوا سے بزمِ عیش قافلہ برہم ہوئی — آہ تھی پسماندۂ بے یار کی آندھی نہ تھی
ناخدائی ناخدا ہو کر جو تو کرتا نہیں — گریۂ ساحل نشیں سے گویا تو ڈرتا نہیں
بج رہا ہے بزمِ دل میں میرے وہ سازِ سروش — جس کو سُن کر نکتہ دانِ دہر ہیں حیرت فروش

چہاردہ معصوم علیہم السلام

جب پردۂ عدم میں تھا ہستی کا گلستاں — دشتِ حیات پر نہ تھا کوئی قدم رواں
زیبِ فضائے نور تھا اک نور کا حجاب — تھا جس کا تار تار تجلّی کی کہکشاں
تھی اس طرف تو ذاتِ صمد اشتیاق ریز — اس سمت تھے چہاردہ معصوم دل فشاں

دُعا

تجھ پر مدام سایۂ مشکلکشا رہے
خلقت کی آستانے پہ تیرے جبیں رہے
اقبالِ لازوال رفیقِ طریق ہو

تیرا انیس خامسِ آلِ عبا رہے
اور تو مکانِ عدل میں دائم مکیں رہے
دونوں جہاں میں خواجۂ یثرب شفیق ہو

رند کی وصیّت

میکدہ کے پاس سے اکدن ہُوا میرا گزر
حالتِ نزع میں تھا وہ اور اہلِ میکدہ
آنکھ کھولی۔ آہ کھینچی اور فرمایا اُنہیں
گردِ راہِ میکدہ آنکھوں میں میری ڈالدیں
غسل دیں مجھکو مئے سہ آتشہ سے باربار
پائمالِ میکشاں ہوتا ہے جو آستاں
جب کبھی ئیں یاد میں صہباکشوں کی آؤں گا

ایک رندِ باخدا مجھ کو وہاں آیا نظر
مجتمع تھے سب وہاں بالواسطہ بے واسطہ
دفن کا ساماں سبھی میری وصیّت پر کریں
خاکِ پائے ساقئ مستاں میرے مُنہ پر ملیں
گردِ میخانہ پھرائیں نعش کو پروانہ وار
دفن کردیں نعش کو غیر از کفن میری وہاں
خُم کے خُم گویا مئے فردوس کے پی جاؤنگا

قطعہ

بیداد کسے کہتے ہیں شبّیر سے پوچھو
کس حال میں اصغر نے پیا جامِ شہادت

کیا شیوہ ہے صیّاد کا نخچیر سے پوچھو
اس قصّہ کو تم حرملہ کے تیر سے پوچھو

شراب خوری

داستاں کرتا ہوں اک مینخوار کی زیبِ رقم / جس کے لکھنے سے لرزتے ہیں میری دست و قلم
تھا کہیں ہندوستاں میں اک رئیس و مالدار / تھا نگاہِ خلق میں وہ صاحبِ عزّ و وقار
دل پسند اور نیک تھیں گو عادتیں اسکی تمام / میکشی کو وہ سمجھتا تھا مگر جزوِ طعام
ایک دن وہ حالتِ مستی میں بستر سے اٹھا / پاس اپنی دخترِ فرخندہ اختر کے گیا
جاگ اٹھی وہ خواب سے اور عرض کی فرمائیے / دودھ لے آؤں کہ پانی آپکو کیا چاہیئے
کچھ نہ سمجھا وہ کہ اسکو کہہ رہا ہے کیا کوئی / سر بسر پردہ پڑا تھا عقل پر مے خوار کی
ہاتھ لڑکی کی طرف اس کا بڑھا دیوانہ وار / یک بیک نازل ہوا اس پر عتابِ کردگار
پاؤں پھسلا گر پڑا۔ سر پھٹ گیا اس کا وہیں / مستحق تھا وہ اسی قہرِ خدا کا بالیقین

امام آخر الزماں علیہ السّلام

شیشۂ دل میں میرے پُر ہے شرابِ سامرہ / عرش سے اونچا ہے میری میکدے کا کنگرہ
یا خدا۔ وہ بلبلِ باغِ محمدؐ اب دکھا! / مشرق و مغرب میں ہو جس کے ترنم کی صدا
نقشِ فی القربیٰ میری دل کے ورق پر ہیں نگیں / اس نوشتہ کو کبھی کوئی مٹا سکتا نہیں
سرمۂ چشمِ شریعت میں ہے مثلِ نور تو / گو عوام النّاس کی آنکھوں سے ہے مستور تو
عندلیبِ خوشنوا جب آنکھ سے اوجھل ہوئی / گلشنِ توحید سے شادابی و رونق اٹھی
کرگس و زاغ و زغن نے خدعت و تزویر سے / خوشنوایانِ چمن کے آشیاں سب لے لئے
دستِ جور و ظلم سے گلشن کو ویراں کر دیا / قمری و بلبل کے نغموں کا مزا جاتا رہا

پھر وہی بلبل چمن میں ہو گی جس دم نغمہ زن	کوچ کر جائیں گے یاں سے کرگس و زاغ و زغن

(۲)

مذہبِ صادق فقط دینِ محمدؐ ہے اگر	اور اگر حافظ ہے اس کا خالقِ جنّ و بشر
واجب الطاعت اگر دائم ہیں قرآں و خبر	ہر زمانہ میں ہے گر لازم امامِ راہبر
ابنِ مریم عیسیٰ گردوں نشیں والا گہر	حکمتِ خالق سے زندہ اور سلامت ہیں اگر
خضر اور الیاس ہیں گر بحر و بر میں راہنما	ہیں بفرمانِ خدا زندہ اگر سب اولیا
حق کی قدرت سے اگر اصحابِ کہفِ پاک دیں	اہلِ عالم سے نہاں زندہ ہیں بر روئے زمیں
یہ اگر باتیں ہیں سچی ۔ ہے یہ قولِ استوار	مومنوں کو ہے امامِ منتظر کا انتظار

(۳)

ہے وہی مہدیؑ ہادی سرورِ نصرت نشاں	نام سے ہی جس کے قائم مجلسِ کون و مکاں
گر نہ ہو موجود عالم میں امامِ منتظر!	سب جہاں معدوم ہو جائے یقیناً سر بسر
گو زیارت کا مجھے حاصل ہُوا ہے افتخار	لیکن اس عزّ و شرف کی ہے تمنّا بار بار

ایک مظلوم پودا

قدرتِ خالق سے زیبِ باغ اک پودا ہُوا	عطر بیزی میں جو رشکِ طبلۂ عطار تھا!
منتشر اس کی ہوئی خوشبو ہوا سے جابجا	صحنِ گلشن جس سے رشکِ نافۂ آہو ہُوا
آسماں نے دیکھ کر اس نخلِ زینت بار کو	مستعد اس کی تباہی پر کیا اشجار کو
رات دن کرنے لگے باہمدگر سرگوشیاں	آؤ ہم اس کا مٹائیں دہر سے نام و نشاں
ایک نے اپنی گھنی شاخوں سے پیماں کیا	روشنی سے مہر کی محروم اس کو کر دیا

دوسرے نے ضرب سے خارِ ستم کی بار بار
سربسر اس کو مشبک کر دیا غربال وار

تیسرا اس کارِ بد میں بدتریں ثابت ہوا
بند پانی ہر طرف سے باغ کا اس پر کیا

ابرِ باراں بھی اگر رہتا نہ اس پر مہرباں
مدتوں سے ہوگیا ہوتا وہ بے نام و نشاں

ان درختوں نے اسے کچھ دیر تک گھیرے رکھا
جس طرح گوشہ میں ہو گوشہ نشین بے نوا

غیرتِ حق شکلِ طوفاں میں ہوئی جلوہ نما
ان درختوں کو گرا کر کردیا اس سے جدا

جب فضائے باغ کی حاصل ہوئی اسکو ہوا
قد و قامت میں وہ پودا دمبدم بڑھنے لگا

ہر طرف سے آئے اس پر طائرانِ بوستاں
بن گئے شاخوں پہ اس کی آشیاں پر آشیاں

تو بھی گر رنج و تعب میں صبر پر قائم رہے
خالقِ ارض و سما فضل و کرم تجھ پر کرے

شہزادہ علی اکبر

احمد کا وہ مرقع اور شبیر کا پسر!
اور یادگارِ حیدر و زہرائے خوش سیر

وہ مایۂ نشاطِ دلِ شبرِ حزیں
آرام و جانِ زینب و کلثوم پاک دیں

وہ حضرتِ سکینہ کا سرمایۂ حیات
وہ شمعِ بزمِ ہستیٔ اعیانِ ممکنات

وہ نورِ چشمِ عابد و بانوئے بے قرار
روح و روانِ قاسم و عباسِ نامدار

صغرا و فاطمہ کا وہ محبوبِ دل نواز
ارکانِ خاندان تھے محمود وہ ایاز

وہ جاں نثارِ حضرتِ سردارِ کربلا
وہ رونقِ شبابِ جوانانِ دوسرا

تھا لا کلام خاتمِ شبیر کا نگیں!
گلزارِ جاں سپاری میں تھا سروِ نازنیں

وہ تھا تنِ امامِ زماں میں رگِ حیات
کٹ جانا اس کا گویا تھی شبیر کی وفات

رضواں تھا وہ ریاضِ وفا میں فلک جناب
سیارگانِ چرخِ بقا میں وہ آفتاب

میدانِ کارزار میں وہ ذوالفقار تھا
تاب و تواں میں آیتِ پروردگار تھا

قبلہ اسے سمجھتے تھے اہلِ زمیں تمام
جوں عرش اس کا اہلِ فلک میں تھا احترام

یارب بحقِ اکبرِ جانبازِ نوجواں
جنت میں ہو عطا مجھے قصرِ فلک نشاں

ایثار

کیا سبق آموز ہے دو بھائیوں کی داستاں
گوشِ شنوا سے سنیں میرا سخن اہلِ جہاں

اپنے اپنے گھر لگایا دونوں نے اک اک شجر
دل میں تھی خواہش کہ لائینگے کبھی برگ و ثمر

پاسبانی میں شجر کی ایک بھائی صبح و شام
منہمک رہتا یہاں تک خواب بھی کر دی حرام

اس قدر پھولا پھلا۔ لایا کچھ ایسا وہ ثمر
مشتری نے کر دیا مالک کا دامن پُر گہر!

دوسرا بھائی ادائے فرض سے قاصر رہا
قد و قامت میں شجر اس کا بہت کم بڑھ سکا

وہ شجر قانونِ قدرت سے ہوا گو بارور
عیب سے باہر نظر آتے تھے گو اس کے ثمر!

راز آخر مشتری پر اس شجر کا کھل گیا
تھا ثمر ہر ایک اس کا ناگوار و بد مزا

دیدۂ بینا تمہیں قدرت سے حاصل ہو اگر
درسِ عبرت ہے تمہارے واسطے یہ سر بسر

صدائے فقیر

ہے جب سے تجھ میں فکر کیا
سب فکروں کو ہے چھوڑ دیا

رخ تیری جانب پھیرا ہے
منہ سب سے اپنا موڑ لیا

جس دل میں آگ بھڑکتی ہے
جو آنکھ نہ رات جھپکتی ہے

جو جگر لہو کی نہر ہُوا　　واں پیارے پی کی بستی ہے

تاروں میں کون چمکتا ہے　　پھولوں میں کون مہکتا ہے
ہر چیز منوّر کس سے ہے　　بلبل میں کون چہکتا ہے

مسجد میں کوئی دیوانہ　　مندر میں کوئی مستانہ
دَیر اور حرم کو کیا جانے　　جو شمع تیری کا پروانہ

جو چاہے سو وہ کرتا ہے　　لا یعقل واہی بکتا ہے
سو بار بدلتے قدرت کو　　آنکھوں سے ہم نے دیکھا ہے

جب ہستی سے تُو دُور ہُوا　　تب ہستی سے معمور ہُوا
پھر محوِ نور رہا ہر دم!　　بالآخر تو بھی نور ہُوا

جب پردۂ راز اُٹھا دیکھا　　چودہ[1] میں ایک[2] چھپا دیکھا
عالم کے ذرّہ ذرّہ میں!　　ان سب کا نور کھلا دیکھا

جب چودہ کو پہچان لیا!　　اور ان کا کہنا مان لیا

[1] چہاردہ معصوم　　[2] خدا

بیزار ہُوا پھر غیروں سے | تب اللہ کو ہے جان لیا

اے زید بکر کے شیدائی | اے افسانوں کے سودائی
سن میری بات فقیرانہ | ہو اسداللہ کا مولائی

حافظ حقیقی

ایک صحرا میں سے گزرا ایک مردِ پارسا | دوپہر تھی گرمیوں کی پُرخطر تھا راستہ
ناگہاں اس کو نظر آیا درختِ سایہ دار | راحت و آرام کا طالب ہُوا بے اختیار
حفظِ جاں کے واسطے کی پھر نماز اس نے ادا | اور بلا خوف و خطر مستِ گراں خوابی ہُوا
ایک افعی کی پڑی اس مردِ خفتہ پر نظر | خواہشِ ایذا رسانی آئی اس کی جوش پر
اِک قدم اس نے اُٹھایا تھا بصد مشکل کہیں | پنجۂ فولاد میں وہ شیر کے آیا وہیں
دستِ قدرت نے وہاں گویا سی کیا تھا کر دیا | تان کر لمبی مگر وہ پارسا سویا رہا!
اہلِ جنگل مانتے تھے شیر کو اپنا امیر! | قہر اور غیظ و غضب میں وہ نہ رکھتا تھا نظیر
کف دہن میں پیستا دانتوں کو۔ غراتا ہُوا! | اس مسافر کی طرف وہ شیر بے خدشہ بڑھا
اک شکاری نے جو اس کو تیر مارا جوڑ کر | گر پڑا دھم سے زمیں پر رہ گیا دم توڑ کر
ہو گیا بیدار اس آواز سے مردِ خدا | قدرتِ خالق کو دیکھا ظاہرا اور ہنس دیا
جو سپردِ حافظِ صادق کرے اپنے امور | کامِ دل حاصل کرے گا دو جہاں میں بالضرور

شعراء

شاعروں کا ہے گلستانِ جہاں منت پذیر — نغمہ آرائی میں ہیں وہ عندلیبِ بے نظیر
ہے طیورِ باغ میں ان کا ترنم بے مثال — ذات پر ان کی ہی اکرامِ خدائے ذوالجلال
ہوں فدا ان کے ترنم پر نہ کیوں اہلِ جہاں — گونجتی ہیں گوشِ دل میں ان کی نغمہ ریزیاں
ان کی ہستی سے گلستانِ جہاں آباد ہے — ان کے نغموں سے دلِ اہلِ زمانہ شاد ہے
گلستانِ رازِ عرفاں میں گلِ خنداں ہیں وہ — تشنگانِ معرفت کو چشمۂ حیواں ہیں وہ
حسنِ معنی سے سراپا نور ہے ان کا سخن — قلزمِ اسرار ان کی جدتوں میں موجزن
اہلِ ظاہر کے لئے وہ باعثِ صد ناز ہیں — اہلِ باطن کی نظر میں وہ سراپا ناز ہیں
ان کا ہر اک شعر موجِ چشمۂ آبِ بقا — وہ رہیں گے گلستانِ دہر میں نغمہ سرا

عشقِ حقیقی

شغل ہو تیرا خدا کے عشق میں آہ و فغاں — ہو کبھی دل اور کبھی تیری زباں شعلہ فشاں
نعمتِ عظمیٰ است بے چون و چرا مال و منال — ہست مالِ فقر لیکن بہترین و بے زوال
اصلِ ننگ و نام کی گر شیخ کو ہوتی خبر — آستانِ میکدہ پہ عمر کر دیتا بسر
ایک ہی گل کیلئے گو بلبلیں ہوں بیقرار — دیکھنا یہ ہے کہ ان کی کیا ہے طرزِ اضطرار
زہد کو ترجیح دیتا ہے جو واعظ عشق پر — فرع کو ملحوظ رکھ کر اصل سے ہے بے خبر
کوہکن رکھتا نہیں ہے عاشقانہ اضطرار — ورنہ اس کے وصل کو شیریں کا دل ہو بیقرار
عشق کی پہچانتا ہے منزلیں گوشہ نشیں — یہ مکاں ایسا ہے جس پر حاجبِ درباں نہیں

(۲)

سوختی پروانۂ را اے چراغ بے خبر — چہ عجب خاکسترش پروانہ ہا گردد اگر!
دورِ ساغر مے رسد از فیضِ ساقی چوں بما — مانمے دانیم دردِ کاہشِ انجام را
چوں شوی در دشتِ عرفاں ذرۂ از گردِ راہ — آسمانِ مرتبت را میشوی چوں مہر و ماہ
ایں فسانہ را بگو با زاہدِ خلوت گزیں — کاں محبتِ رعنا است دائم در پسِ پردہ یقیں

(۳)

ہیں وہی رمز آشنا بیدار دل نکتہ شناس — جو کریں بہرِ دعا پیرِ مغاں سے التماس
چاک کرتی ہے مرے سینے کو تیری داستاں — اے دلِ بیمار ہم ڈھونڈیں مسیحا کو کہاں
زائرِ کعبہ۔ خدا تیرا سدا یاور رہے — کعبۂ مقصود لیکن ہے ابھی کوسوں پرے
تو اگر راہِ حقیقت کرچکا ہے اختیار — غولِ صحرا کے فریبوں سے بھی رہنا ہوشیار
ایک لحظہ کے لئے غافل اگر ہوتا ہے تو — آبرو اپنے دلِ ہشیار کی کھوتا ہے تو
جو وصالِ یار سے شام و سحر ہیں بامراد — ان کے استقبال کو رضواں بھی ہوگا شاد شاد
خاکِ دامانِ دہر ہیں وہ خاک ہو کر تو دکھا! — چشمِ عالم کے لئے جو ہو مثالِ توتیا
بست واعظ از رہِ کوئے صنم بیگانۂ — مانمے دانیم قرب و بعد جز افسانۂ
آج ہم کرتے ہیں تجھ سے ایک عہدِ استوار — ترکِ بادہ ہم کریں گے ناصحا بعد از بہار
مجھ کو گوہر کی طلب ہے تجھ کو ہے ہیرے کی طلب — اے نہنگِ بدگہر اس بیر کا آخر سبب
منزلِ مقصود کو رکھتے ہیں جو پیشِ نظر — مشکلاتِ راہ کا ان پر نہیں ہوتا اثر
منتِ عیسیٰ اٹھاتا ہے گرفتارِ مرض — ہو کہاں بیمارِ الفت کو مداوا سے غرض
جان و دل سے شاہدِ قدسی پہ ہو تو گر فدا — تیرے قول و فعل ہو جائیں نہ پھر کیوں حق نما

ماسوا ہو جائے گر تیری نظر سے کالعدم
سرحدِ بیم و رجا سے ہو تیرا باہر قدم

سازِ دل کو چھیڑ تارِ عشق کے مضراب سے
محو ہو جائیں گے دنیا کے کسی دن خرخشے

میں ترا ہو جاؤں مجھ پہ مہرباں ہو جائے تو
ہے یہی گوشہ نشیں کی انتہائے آرزو

(۴)

میکدہ کی ہو نہ کیوں معبد سے بڑھ کر آبرو
پیرِ مے خانہ کو [illegible] میکشوں کی جستجو

جو ازل سے بادۂ توحید سے سرشار ہیں
شرک کے وہ نام سے بھی تا ابد بیزار ہیں

آشنائے را بود چوں آشنائے رازدار
مہر لب ہر لحظہ مے گردد متیں و استوار

چوں ز سرِّ دہر چیزے گوئمت، خندہ مزن
عطر افشاں ہست از خود عقدۂ مشکِ ختن

کیفِ صہبائے حقیقت کچھ کہا جاتا نہیں
ماجرا اس کا لبِ گفتار پر آتا نہیں

شد دلم بیزار از طولِ کلامت ناصحا!
رازہائے عشق بیرون است از چوں و چرا

گر شرابِ روح پرور بھی کبھی زاہد پئے
میکدہ کے آستاں پہ عمر بھر سجدہ کرے

چوں خوری از دستِ سالک بادۂ آتش فشاں
ساغرِ دل مے شود خمخانۂ کروبیاں

تو رہا گوشہ نشیں بطنِ صدف میں عمر بھر
جوہری کی چاہئے تیرے پرکھنے کو نظر

(۵)

شمعِ یادِ حق کی ہو گر خانۂ دل میں ضیا
تجھ پہ پروانہ کی صورت ہوں فدا شاہ و گدا

عشق کے دربار میں تو ہے اگر مسند نشیں
نام تیرا دفترِ عالم سے مٹ سکتا نہیں

زند کو حاصل جلائے قلب سے پائندگی
شیخ کا آرائشِ تن سے قیامِ زندگی

نورِ عرفاں سے ترا دل عمر بھر خالی رہا
یہ چراغِ مردہ دیکھیں تجھ کو دکھلائیگا کیا

گر پلانا ہے تو اپنے ہاتھ سے ہم کو پلا!
ساقیا منت پذیرِ مغ نہ ہوگا دل مرا

منتظر ہیں دیر سے تیرے کرم کے ساقیا
خامشی، عزم، استقامت، جاذبی، سوز و گداز
حادثاتِ دہر کا اس پر کہاں ہوگا اثر
در گلِ تو امتزاجِ جوہرِ آبِ حیات
بحرِ اُلفت کی کوئی تیراک سے پوچھے خبر

ساغرِ مے ہو عطا ہم کو بھی بہرِ تلفی
بے سکھاتا ہے تجھے پروانہ آدابِ نماز
جو مئے عرفاں کی مستی میں رہے گا بیخبر
ہستئ تو بے نیاز از بُرّشِ تیغِ ممات
ڈوب کر اس کو یہاں ملتا ہے یکدانہ گہر

(۶)

شاہدِ سیمیں عذار، ابرِ نیسان و شباب
بوئے سبزہ عنبر [illegible]، بادِ ساحل دلنواز

ساغرِ مے، جائے خلوت، ساحلِ رودِ چناب
ہست حاصل بر جہاں گوشہ نشیں را امتیاز

(۷)

آسماں کی شمع افروزی کہاں اور دل کہاں
کوئے جاناں میں میسر ہو اگر تجھ کو قیام
نازنہ ہے خلدِ بریں کو حسنِ مہر افروز پر
چشمِ بینا سے کیا خالق نے جن کو فیضیاب
کر نکاتِ معرفت کو اس طرح زیبِ رقم
آتشِ دل سے اگر پیدا کرے تو آفتاب
یہ نہیں ہے آسماں پر آفتابِ تابدار
بادۂ عشقِ خدا سے جو بشر سرشار ہیں
تیرے دل کی لغزشِ مستانہ ہو وہ دلربا
ہو چکے ہیں سوزِ الفت سے جگر جن کے کباب

نورِ مہر و ماہ ذرّہ سا نظر آئے جہاں
رشک سے دیکھے گا تجھ کو روضۂ دارالسّلام
ہے گلستانِ دلِ شیدا سے شاید بیخبر
کرمکِ شبتاب میں وہ دیکھتے ہیں آفتاب
چوم لیں شیخ و برہمن دوڑ کر تیرے قدم
مہرِ عالمتاب رخ پہ ڈال لے شب کی نقاب
میری آہِ آتش افشاں کا ہے افسردہ شرار
گو بظاہر مست ہیں در اصل وہ ہشیار ہیں
جنّت الفردوس کے ہوں شعلہ رُو اس پر فدا
جانتے ہیں وہ کہاں کیا چیز ہے نارِ عذاب

دشت الفت میں رکھیگا عزم و ہمت تو اگر
سامنے سے خود بخود ہٹ جائیگا دیو خطر

زا ہم یا بانے کے کہتے ہیں آہ دلفگار
خوب اسے پہچانتی ہے عندلیب بیقرار

زندگی اے قیس تیری رائگاں ہوگی بسر
وصل لیلیٰ سے رہا محروم گر تو عمر بھر

بوالہوس پہلو میں تیرے کیسا خودسر ہے
جستجو کر گردا اثر کی تجھے بے سود ہے

سینہ چھلنی ہے آپ جیوں سے آتش غم و سحر
شمع دل ستہ کا ہر باد خزاں سے بیقرار

(۸)

ہم بتا دیتے ہیں تجھ کو زخم کا تیرے علاج
اور کچھ آکر لیے یاں ہے جو رسم و رواج

تو کرے گر غور سے گلزار عالم پر نظر
شاہد قدسی ہے تیرا منتظر شام و سحر

ذات پاک حق تعالیٰ ہے مسلّم لایزال
تو بھی ہو جائیگا اک دن اگر ہے دل کو لازوال

حاضری کز تو نماند غائبے اندر حجاب
غائبی حاضر بماند تا تو دائم ہم رکاب

مرحبا اے روح دل کے طائر نغمہ سرا
چھپا تا تیرا باغ دل میں ہے کیا جانفزا

جس کا دل راز بقائی رمز سے ہے آشنا
بہتری انساں کی وہ ملحوظ رکھتا ہے سدا

(۹)

نار دوزخ کا نہ ہو وہم و گماں تجھ کو کبھی
خواہش خلد بریں سے ہے عیاں سوداگری

مرضیٔ خالق پہ ہو شام و سحر تیری نظر
تیرے استغنا کا ہوگا تذکرہ افلاک پر

(۱۰)

تو اسیر حلقۂ پندار رہتا ہے اگر تو
کیفیت دیدار حقیقت سے نہ ہوگا بہرہ ور

جب سے ہے نظارۂ میخانہ و جام و سبو
میکشوں میں ہو اسی دن سے ہماری آبرو

یاد مولا میں اگر تو صرف کر دے زندگی
ہو ترے انوار کی آفاق میں ضو گستری

گوشۂ تاریکِ خلوت گاہ میں یادِ خدا
ضبطِ رازِ فیضِ حق ہے استقامت کی دلیل
گامزن ہیں جو خدا کی راہ میں صبح و مسا
بادۂ توحید سے سرشار ہو گر دل ترا
دیدۂ دل سے اگر حق کو کبھی تو دیکھ لے
آنکھ جس کی صورتِ آئینہ حیراں ہو یہاں
دامنِ دل کو خوشی کے موتیوں سے وہ بھرے
اہلِ حاجت کی مدد کو دوڑ تو پیش از سوال
یا فتم گنجینۂ از میکدہ اے ہوشیار
توسنِ عقل یہ ما کو اس قدر جولان دے

مردمِ چشمِ حسیناں کی طرح ہے دلربا
ہے چٹکنا ہی کلی کے واسطے بانگِ رحیل
ساکنانِ قدس اُن کو کہہ رہے ہیں مرحبا
ہو زباں تیری کلیدِ گنجِ اسرارِ خدا
ہوشنا ساقی تجھے حاصل رموزِ دہر ہے
قیل و قالِ بیہدہ سے ایک ہی اسکی زباں
دانہ ہائے سبحہ پر ہو یا تسنا پڑھتا ہے
تاکہ ہو اقبال تیرا پائدار و بے زوال
کز فراوانی نگنجد در اعداد و شمار
عرصۂ رازِ جہاں زیرِ قدم تیرے ہے

انعام و اکرام

(حضرت آدم کے قصے کی طرف اشارہ ہے)

بوستانِ غزنوی کے طائرانِ خوشنوا
ہیچ تھی ان کی نظر میں رفعتِ چرخِ کہن
ساکنانِ باغ سے تھا اور کس کا حوصلہ
عندلیبِ[1] خوش بیاں اک آئی بالآخر وہاں
طائرانِ باغ اس کو دیکھتے تھے ظاہرا

ایک نخلِ پُر ثمر پہ تھے بہم نغمہ سرا
نخلِ طوبیٰ سے انہیں خوشتر تھی ہر شاخِ چمن
ہمنوا ان کی نہ ہو سکتی تھی جب موجِ صبا
گلستانِ طوس کی زینت تھا جس کا آشیاں
تھا نہ اُس کے جوہرِ پنہاں سے کوئی آشنا

[1] فردوسی

مضطرب ہو کر بہم کرنے لگے سرگوشیاں — ہے ہمارے نغموں سے یہ بوستاں رشکِ جناں

شاہ کی تفریح کا سامان سب موجود ہے — طائرِ بیگانہ کا آنا یہاں بے سود ہے

خوشنما گرچہ نظر آتے ہیں اس کے رنگ ڈھنگ — پشت میں اس آئینہ کی ہیں عیاں آثارِ زنگ

سرزمینِ باغ میں بودے نہ یہ تخمِ فساد! — جس سے ہو اہلِ چمن میں رونما رنج و عناد

تھی مقدر میں مگر روزِ ازل سے سروری — اس کو حاصل ہو گئی ان طائروں پر برتری

جب ہوئی وہ عندلیبِ خوشنوا نغمہ سرا — سب پرندوں نے کیا اقرار اپنے عجز کا

خوشنوائی نے دکھایا اس کی پھریاں تک اثر — ہو گئی سلطان کی وہ خاص منظورِ نظر

صورت و سیرت میں وہ رکھتی نہ تھی اپنی نظیر! — تھی نظر میں شاہ کی وہ زینتِ تاج و سریر

حکم یہ نافذ ہوا اس کے لئے دربار سے — عمر ساری طوس میں جا کر نوا[1] ریزی کرے

بوستانِ طوس میں گاتی رہے تا زندگی — مشق واں کرتی رہے اک نغمۂ نایاب کی

گوہرِ شاہوار لاکھوں اور موتی آبدار — خوبیٔ گفتار پر اس کی کروں گا میں نثار

زندگی اس نے ترنم ریزیوں میں کی بسر — شاہِ غزنی کے تلطف اور کرم پر تھی نظر

مثلِ فردوسی جہاں میں جوہرِ ہمت دکھا — تیرے دامن میں گرائیں گے دُرِ جنت بہا

تشخیصِ مرض

جب ہمایوں کا مرض شام و سحر بڑھتا گیا — اور اطبا نے اُسے ناقابلِ درماں کہا

حاضریں کرنے لگے قربانیوں کے مشورے — اک فقیرِ بے نوا بھی آ نکلا دور سے

خضر کی مانند تھا اس کا لباسِ ظاہری — تھی اسے رازِ دوامِ زندگی سے آگہی

---

[1] شاہنامہ لکھے۔

کان میں اس بینوا نے بات کچھ ایسی کہی!
زندگی سی چیز کر دی پارۂ دل پر نثار
کیا کبھی۔ نے کو نہیں دیکھا ہی تو نے بےخبر

کھل گیا بابر پہ جس سے بابِ رازِ زندگی
نام اس کا لوحِ عالم پر رہے گا یادگار
پہلے جل جاتا ہے خود لاتا ہے پھر برگ و ثمر

امیدِ بہار

سنگ باری سے خزاں کی بے ثمر گلشن ہوا
بلبلانِ خوشنوا صحنِ چمن سے اڑ گئیں
سن رہے ہیں مژدۂ راحت بہار آنے کو ہے
صحنِ گلشن میں ترنم ریز ہو گی پھر ہزار!

طائرانِ بوستاں کو گلستاں گلخن ہوا
بے سر و ساماں ہو کر ششدر و حیراں ہوئیں
بہمن و دے کا عمل گلشن سے اٹھ جانے کو ہے
نقشۂ خلدِ بریں ہوگا زمیں پر آشکار

نگاہِ انتخاب

جب پڑی فیضی پہ اکبر کی نگاہِ انتخاب
بن گیا فیضی ہزارِ نغمہ پیرائے چمن
غالبؔ اکبر نگاہِ فیض گر تجھ پر کرے

دل ہوا اہلِ حسد کا مبتلائے پیچ و تاب
شور کرتے ہی رہے گلشن میں گو زاغ و زغن
تیرے حاسد کا دہن خاکِ مذلت سے بھرے

بازیچۂ اطفال

چند لڑکے کھیلتے تھے ایک سبزہ زار پر
متفق اس بات پر سب کھیلنے والے ہوئے
جو گرے خندق میں دی جائے اسے کوئی سزا

ایک خندق پر اچانک پڑ گئی اُن کی نظر
پھاند کر اس میں سے ہر اک جائے خندق کے پرے
ورنہ ایسا کھیل ہے بے فائدہ، بے مدعا

کھیلنے میں گر پڑا جب ایک طفل ناتواں / شور سے ہر ایک نے سر پر اُٹھایا آسماں
ہاتھ اسکے سب نے اسکی پیٹھ کے پیچھے کئے / اور بہت مضبوط باندھے اسکی ہی دستار سے
باندھ کر آنکھوں کو اس کی پا برہنہ کر دیا / غور سے آنکھوں کا اسکی امتحاں سب نے لیا
لی قسم اس سے رہیگا عہد پر وہ استوار / غیر سے امداد کا طالب نہ ہوگا زینہار
ناتواں ہر چند وہ تھا اور کوسوں دور گھر / جوشِ سرما سے گیا تھا جسم گو اس کا ٹھٹھر
چھپ گیا تھا کوہ کے دامن میں گرچہ آفتاب / سیلِ باراں سے اگرچہ راستے تھے جوئے آب
ضعف سے گرتا سنبھلتا ٹھوکریں کھاتا ہوا / ہمّتِ مردانہ سے وہ راہ طے کرتا گیا!
اس تگ و دو میں اگرچہ وہ سراسیمہ رہا / عزم کا دامن نہ اپنے ہاتھ سے اس نے دیا
آخر اس کی سعی سے وہ آ گئی ساعت سعید / آرزوئے دل کی اس کے ہاتھ میں آئی کلید
ہو گیا کافور اس کا رنج و غم انجام کار / زیبِ اورنگِ ظفر مندی ہوا وہ ہونہار
جو رکھے گا عزم و استقلال کو پیشِ نظر! / ایک دن اس کو ملے گا کامیابی کا ثمر

جذبات

مذہب اپنا خود بنا کر مفتیٔ بدعت نہ بن / امتثالِ امرِ پیغمبر پہ رکھ اپنا چلن
من ترا پندے بگویم بشنوی از من اگر / خود پسندی ہست شاخِ کامیابی را تبر
پھر رہے ہیں وہ فقیروں کی طرح بہرِ غذا / جن کے آبا تھے ہمیشہ سرخوشِ جامِ غنا
مستِ صہبائے خطا کاری نہ ہوگا وہ بشر / جو رکھے گا ہولِ رستاخیز کو پیشِ نظر
درپئے آزارِ مخلوقِ خدا ہے تو اگر! / خارج از انسانیت تجھ کو سمجھتے ہیں بشر
تھی ازل کے روز سے مے رند کا جزوِ بدن / آج زاہد کے بھی ہیں پر میکشوں کے سے چلن

تو عمل پیرا اگرچہ اُس کے کہنے پر نہیں
بعدِ مردن یاد آئے گا تجھے گوشہ نشیں

(۲)

ہے اگر پسِ خوردۂ خویشاں پہ تیرا آسرا
ہو چکا ہے تیرا دل بیگانۂ شرم و حیا

تو گدائے دربدر ہو یا کہ ہو فرماں روا
دیکھنا یہ ہے کہ تو طرزِ چلن رکھتا ہے کیا

خوف تیرا دل نہیں کھاتا ہے خالق سے اگر
خلق سے ہی بد عمل۔ بارے حیا اور شرم کر

کیوں کھڑا ہے گوشۂ تاریک میں بہرِ نماز
یاد سے تیری اگر جاتی نہیں زلفِ ایاز

پا بہ زنجیرِ تعلق رہ کہ ہے حکمِ خبر
کوہ و جنگل میں اگرچہ عمر ہو تیری بسر

ابرِ باراں یہ نہیں ہے اے جوانِ بے ہنر
رو رہا ہے آسماں تیرے بُرے انجام پر

جو رہا بہبودِ انساں کیلئے سینہ فگار
قبر اس کی ہے بشکلِ مہرِ روشن نور بار

پھول ہی دو چار اس کی قبر پہ تو ڈال دے
تھا کبھی گوشہ نشیں بھی گل فشاں تیرے لئے

(۳)

تو رہا گر عمر بھر بیگانۂ حکمِ خدا
منہ پیمبر کو دکھائے گا تو کیا روزِ جزا

کام آ خلقِ خدا کے ہے اگر تو ہوشیار
دو جہاں کی سرخروئی کا اسی پہ ہے مدار

جو رہے گا پاسدارِ حکمِ قرآن و خبر
لطف سے دیکھے گا اس کو خالقِ جن و بشر

فرض کو جو جانتا ہے خارج از حکمِ خدا
وہ اصولِ دیں سے بھی ہو جائیگا اک دن جدا

جا بجا دامِ تعلق کو بچھا عالم میں تو
ہے یہی سترِ تمدن۔ اور رازِ آبرو

جس شرابِ آتشیں کا شیفتہ ہے تو یہاں
شعلۂ دوزخ یہی بن کر جلائے گی وہاں

آنکھ پر رکھتا تھا جس قرآں کو تو تعظیم سے
سر پہ اب رکھتا ہے تو جھوٹی قسم کے واسطے

اعتبار اس کے کسی بھی عہد پہ ہرگز نہ کر
جو رکھے ہر کام میں اپنی غرض پیشِ نظر

بانگ زن برسوں رہا سازِ طرب سے جو مکاں
اب در و دیوار پر اس کے ہے اُلّو نوحہ خواں

تین ہیں یورپ کے اور ہے ایشیا کا اک خدا
کیوں نہ ہو یورپ کا بڑھ کر ایشیا سے مرتبہ

(۴۴)

غصبِ اموالِ یتامےٰ ہے اگر تیرا شعار
نارِ دوزخ سے تو بھرتا ہے شکم لیل و نہار

زاہدِ گندم نما را این سخن از من رساں
چوں شوی روبہ صفت بہتر شوی نزدِ کساں

جانتا ہے جو شریعت اور طریقت کو جُدا
ہاؤ ہو اس کا ہے گا بے اثر پیشِ خدا

کاذب و ایماں فروش و زاہدِ گندم نما
نفرت از ایشاں بدار اے خاکِ پائے مرتضیٰ

مکرِ دنیا سے جو شکلِ زہد میں کرتا ہے تو
کر رہا ہے تو نمازوں کو ادا غیر از وضو

ایک روزہ کے عوض ہیں روضۂ جنّت ملا
ایک ذرّہ کا عوض ہم نے شہِ خاور لیا

نالۂ شبگیر، یادِ شاہِ مرداں۔ آہِ سرد
این عمل را تا دمِ آخر نخواہم ترک کرد

دیکھ عبرت کی نظر سے چاند کا دل ہوشیار
گردشِ محدود کے غم سے ہُوا ہے داغدار

ہو ترا دستِ عطا و جود اتنا زرفشاں
نام حاتم کا بھلا دیں یاد سے اہلِ جہاں

حارث

کعبۂ کرو بیاں ہے روضۂ شاہِ نجف
یہ سراسر راست ہے اور راست ہے عزّ و شرف
پوچھ لو حارث[1] سے ہے تکذیبِ حق کا کیا صلا
قبر پر رہتا ہے جس کی حسرتوں کا جمگھٹا

---

[1] اس شخص نے واقعہ غدیر کو من جانب اللہ ہونے سے انکار کیا تھا۔

زمین اور سورج

ایک دن ۔ کہنے لگی خورشیدِ انور سے زمیں
اشرفِ عالم ہے انساں ۔ رازِ حق کا ہے امیں

رونقِ بازارِ دنیا آدمی کے دم سے ہے
تاجداری اس کو حاصل خالقِ عالم سے ہے

مظہرِ اعلائے حق ہے ۔ یہ اگر انسان ہو
قادرِ اعجاز ہے گر صاحبِ ایقان ہو

مایۂ نازش مجھے اس کا وجودِ پاک ہے
یہ نہ ہو تو میری ہستی ایک مشتِ خاک ہے

ہے میرے کاشانۂ دل میں یہ مانندِ چراغ
میرا دل ہوتا ہے اس کے دیکھنے سے باغ باغ

ہوں سدا اس کیلئے محوِ حصولِ خورد و نوش
ہے ازل سے گرچہ میرے واسطے یہ بارِ دوش

پرورش میں اس کی تو [illegible] ہوتا ہے تو
کارگاہِ دہر میں گو وجۂ بہروزی ہے تو!

یہ بتائیں اور انساں روز و شب پروانہ وار
پھر رہے ہیں گرد تیرے کس لئے بے اختیار

عزّت و توقیر تیری اس قدر ہے کس لئے
محرمِ اسرار مجھ کو بھی خدا را کیجئے

جب زمیں نے کر دیا کیفیتِ دل کو بیاں
آفتابِ چرخ پیما یوں ہُوا گوہر فشاں

گو جہاں کے رہنے والے ہیں تیری منّت پذیر
روندتے ہیں پاؤں میں لیکن تجھے شاہ و فقیر

سربلندی کے چمن میں سرو ہے میرا وجود
ہے خس و خاشاک سی بھی پست تیری ہست و بود

روشنی کا ذات میں تیری نہیں نام و نشاں
میں سراسر نور ہوں مجھ سے منوّر ہے جہاں

دریائے چناب

شدّت گرما تھی اور وقتِ غروبِ آفتاب
سیر کی خاطر ہُوا میں عازمِ رودِ چناب

ذوقِ نظّارہ مرے دل میں طرب انگیز تھا
اضطرابِ مایۂ دارِ شوقِ حیرت خیز تھا

ساحلِ دریا پہ لیکن جب رکھا میں نے قدم
دیکھتا کیا ہوں نہیں باقی وہ پہلا سا حشم

اس قدر پانی کی قلت سے ہوا تھا نیم جاں
موسمِ باراں میں جس کا نالہ ہو آہستہ رواں

میں نے دریا سے کہا وہ تیرا جوبن کیا ہوا
شیفتہ جس پر رہا کرتے شہنشاہ و گدا

ہنس کے یہ کہنے لگا مجھ سے کہ اے خانہ نشیں
حیف ہے اب تک بھی تو اس راز سے واقف نہیں

میں نے اپنا جسم صرفِ خدمتِ انساں کیا
سعی اور جانکاہی سے ہوتا ہے اوروں کا بھلا

فرعونِ مصر

بادۂ پندار سے فرعونِ ناداں مست تھا
چاہتا کہلائے سب سے خالقِ ارض و سما

مردم آزاری میں تھا وہ غیرتِ ہفت آسماں
قتل و غارت میں وہ رشکِ نادر و چنگیز خاں

بے حیائی میں اسے خنزیر پر تھی برتری
روبۂ صد سالہ اس سے سیکھتی حیلہ گری

دولت و عظمت میں اس کا اس قدر تھا مرتبہ
سامنے اس کے سکندر اور دارا تھے گدا

دامِ آئینِ حکومت کا نہ ہوگا وہ اسیر
جو قوانینِ الٰہی کا نہ فرماں پذیر!

جب بڑھا شداد اور نمرود سے اس کا غرور
شکلِ موسیٰ میں کیا پھر قدرتِ حق نے ظہور

شامتِ اعمال اس کی لائی آخر کار رنگ
ہوگئے بیکار اس کے نیزہ و تیر و تفنگ

بادپیمائی ہوئی اس کی زمانہ پر عیاں
رہ گیا قاروں صفت اس کا فقط نام و نشاں

لطف و احساں سے جسے خالق ہما پایہ کرے
اس کو لازم ہے کہ اس کے حکم کا بندہ رہے

اہلِ نظر سے روئے سخن

جس کے سینہ میں ہو بحرِ محبت دل موجزن
دمبدم ہوگا صدف اس کے دہن کا دُر فگن

کر چکا جس وقت درجِ شعر کو میں پر گہر
غیرتِ عقدِ ثریا ہر گہر آیا نظر

چاہتا ہے بس یہی گوشہ نشین بے نوا
ملتِ بیضا کرے شاہِ جہاں[۱] کی اقتدا

ہمتِ عالی پہ ہو ہر کام میں اس کی نظر
عزم و استقلال ہو ہر اک قدم پر راہبر

جو رہے گا مثلِ مجنوں راہ نوردِ خارزار
لیلیٰ مقصود سے ہو جائے گا وہ ہمکنار

کس صحیفے نے سکھائی ہے تجھے افسردگی
تھا تساہل کس پیمبر کا شعارِ زندگی

ہے وہی شاہِ[۲] دو عالم اہلِ دیں کا راہبر
قہر تھا جوں برق جس کا خرمنِ کفار پر

غیر کا احساں گوارا اس کو ہو سکتا نہ تھا
ہو نہ جس پر اس کا احساں کوئی بھی ایسا نہ تھا

دست و بازو سے کیا کرتا تھا وہ کسبِ معاش
تھا جگر اس کا پئے بہبودِ مسلم پاش پاش

شاہِ یثرب پر اگر رکھتا نہیں تو اعتقاد!
کیوں نہیں کہہ دیتا ہے اسلام ہی کو خیرباد

(۲)

کارواں پیدا ہو کر جانبِ منزل چلا
ہو گیا میرے درائے دل سے کیا محشر بپا

سر رہا ہو خضرِ دل جس کارواں کی راہبری
منزلِ مقصد سے پہلے وہ نہ دم لے گا کبھی

لالہ و نسرین و سنبل ہوں چمن میں گو ہزار
گلبنِ گلزارِ ہمت کی نرالی ہے بہار

اس گلستاں میں خزاں کا ہو گزر ممکن نہیں
چشمۂ حیواں سے ہو سیراب جس کی سرزمیں

وقفِ مدحِ مصطفیٰ کر دی ہے عمرِ مستعار
جس میں ہو گا نزولِ رحمتِ پروردگار

حمد (۱)

شانِ تو سے دمبدم جلوہ نما ہوتا ہے تو
محوِ حیرت ہے ہماری دیدۂ نظارہ جو

[۱] حضرت علی علیہ السلام۔
[۲] حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

تیری ہستی ہے نمایاں خار و گل سے لاکلام
ذرّہ ذرّہ مثلِ دل ہے جن میں ہے تیرا قیام

تیری قدرت کا اثر ہے کس قدر حیرت فضا!
جملہ مخلوقات بن دیکھے ہے تجھ پر شیفتہ

ابنِ مریم کی ولادت بے دلیلِ ظاہری
مہرِ قدرت کی ہے تیرے ذرّہ سی جلوہ گری

زیرِ قانونِ تغیّر جملہ موجودات ہے
بے نیاز اس سے ہمیشہ ایک تیری ذات ہے

ذات تیری چنگِ امکاں کیلئے مضراب ہے
چہرۂ کون و مکاں پر تیری آب و تاب ہے

ابتدا اور انتہا سے تیری ہستی پاک ہے
عقل کا تجھ کو سمجھنے میں گریباں چاک ہے

حرفِ کُن سے تو نے بحر و بر کو پیدا کر دیا
جو پسِ پردہ نہاں تھا وہ ہویدا کر دیا!

ذرّہ ذرّہ سے عیاں ہے تیری شانِ پائدار
پتّہ پتّہ کر رہا ہے تیری قدرت آشکار

دل میں جلوہ ریز ہو کر آنکھ سے پنہاں ہے تُو
دیکھیں چلمن سے جسے عشّاق وہ جاناں ہے تو

(۲)

ہویدا ہے اسی کا نور شعلے میں شرارے میں
اسی کی روشنی ہے مہرِ تاباں میں ستارے میں

جنابِ ذکریا اور کوہ کن سے پوچھیئے جا کر
بقائے زندگی کا راز ہے تیشے میں آرے میں

بھنور اور موج کی آغوش میں ہے گوہرِ مقصد
سوائے سنگریزوں کے رکھا ہی کیا کنارے میں

وہ میرے قلبِ مضطر کی برائے نام حالت ہے
تڑپنا مضطرب ہونا جو ہے بجلی میں پارے میں

خریداری نہ کی گر دیدۂ بینا سے اے غافل
بکے گا امتحاں کے دن ترا سودا خسارے میں

نگاہِ خلق سے پنہاں نہیں معشوق سیّد کا
نظر آتا ہے وہ مہتاب میں سورج میں تارے میں

(۳)

کیا شکر کر سکوں میں خدائے جلیل کا
جو ناصر و نصیر ہے مجھ سے ذلیل کا

تجھ تک نہیں ہے طائرِ جنّت کو دسترس
تجھ تک نہ مرغ اڑ سکے عقل و دلیل کا

دم میں کرے وہ آتشِ سوزاں کو گلستاں
پیدا کرے اگر کوئی ایماں خلیل کا

انساں کو سارا حال وہاں کا بتا دیا
جس جا لرز کے رہ گیا پرِ جبرئیل کا

مرغوں کے چہچہانے پہ خوش ہیں نہ اہلِ دل
برپا وہ ایک شور ہے کوسِ رحیل کا

حق کھا رہا ہے ٹھوکریں باطل کی ہر طرف
تو ہی فقط نصیر ہے خوار و ذلیل کا

پھر ایک بار قوتِ موسیٰؑ دکھا ہمیں
قصہ پرانا ہو گیا ہے رودِ نیل کا

دے پھر سزا غرور کی اصحابِ فیل کو
اٹھ جائے امتیاز کثیر و قلیل کا

اہلِ جہاں کو دولت و ثروت پہ ناز ہے
گوشہ نشیں کو آسرا تجھ سے کفیل کا

(۴۸)

اے ساقیٔ غمخوار طلب گار ہوں تیرا
کر جام عطا مجھ کو کہ میخوار ہوں تیرا!

اک بار تو چہرے سے اٹھا نور کا پردہ
اک عمر سے میں طالبِ دیدار ہوں تیرا

کہتے ہیں عیادت کو مری اپنے پرائے
لے لے کے خبر تو بھی کہ بیمار ہوں تیرا

تو گل ہے میں اک برگ ہوں گلزارِ بقا میں
تو چہرۂ زیبا ہے میں رخسار ہوں تیرا

ہیں بلبل و گل دونوں چمن کیلئے زینت
تو گل ہے تو میں بلبلِ سرشار ہوں تیرا

گوہر کی چمک سے ہیں سبھی تاج چمکتے
تو تاج ہے میں گوہرِ شاہوار ہوں تیرا

تو غنچۂ اسرار ہے میں بادِ صبا ہوں
تو رازِ سراپا ہے میں اظہار ہوں تیرا

تو سازِ پسِ پردہ ہے میں تیری نوا ہوں
تو وحدتِ سربستہ میں اقرار ہوں تیرا

تو رزق مجھے دیتا ہے بے منت و احساں
گن گاتا ہوں تیرے کہ نمک خوار ہوں تیرا

ہو عفو عطا مجھ کو کہ اولادِ علیؑ ہوں
گو سب سے زیادہ میں گنہگار ہوں تیرا

(۵)

دل کانپتا ہے جس سے وہ ہے جلال تیرا
عالم ہے جس سے روشن وہ ہے جمال تیرا

اوقاتِ رنج و غم میں عشرت کی ساعتوں میں
جو ہے انیس سب کا وہ ہے خیال تیرا

راحت ہے برگ جس کا جس کا ثمر خوشی ہے
آرام جس کا سایہ۔ وہ ہے نہال تیرا

تعمیر میں ہے مُضمر معمار کا تصوّر
ہے سہل اور آساں کیسا سوال تیرا

رکھتے نہیں جو تیری مخلوق سے محبت
حاصل انہیں نہ ہوگا ہرگز وصال تیرا

ننگ اور نام سے وہ رکھتا نہیں تعلق
مجنوں قیس عامری ہے جو خستہ حال تیرا

ہر ایک ذرّہ تیری قدرت کا آئینہ ہے
ہر چیز سے ہے ظاہر حُسنِ کمال تیرا

احسانِ عام تیرا جاری ہے شش جہت میں
فیض و کرم جہاں پر ہے بے مثال تیرا

ہے رشکِ سلکِ گوہر تیرا کلام سیّد
اور شمعِ بزمِ معنی حُسنِ مقال تیرا

(۶)

بنایا آگ کو گلشن رشکِ جناں تُو نے
لیا کیا چاہنے والے کے دل کا امتحاں تُو نے

ملائک بو البشر کے سامنے سجدہ نہ کیوں کرتے
بنایا علمِ مخفی کا جب اس کو راز داں تُو نے

ہزاروں جی اُٹھے مردے دمِ عیسیٰ کی برکت سے
دکھایا قدرتِ کامل کا ادنیٰ سا نشاں تُو نے

بلایا یار کو عرشِ بریں پر وصل کی خاطر
برائے نام پردہ رکھ لیا تھا درمیاں تُو نے

نہ ہو کیوں ملّتِ بیضا تری گرویدۂ احساں
شہِ عالم سا جب اس کو دیا تھا پاسباں تُو نے

کبھی تو ہو نگاہِ لطف حالِ زار پر اس کے
کر رکھا ہے سیّد کو ازل سے نیم جاں تُو نے

رُباعی

ہر مرغِ چمن مستِ نوا ۔ محوِ صدا ہے ہر سمت نوا ریزیوں کا حشر بپا ہے
تھا کنجِ قفس میں جو کبھی بلبلِ ناشاد وہ صحن میں گلزار کے وہ نغمہ سرا ہے

تحفۂ درویش

بوذر و مقداد و سلماں کی قسم ہے یارسولؐ نذر ہو مقبول میری صدقۂ جانِ بتولؑ
شبرؑ و شبیرؑ و محسنؑ کی قسم ہے ۔ یا علیؑ! نذر پر میری نظر ہو بہرِ بندہ پروری
اکبرؑ و عباسؑ و اصغرؑ کی قسم ہے یا حسینؑ پیشکش منظور ہو بہرِ حسنؑ دل کو ہو چین
یا حسنؑ! ہو میری خدمت موردِ لطف و کرم سلسبیل و کوثر و تسنیم کی تجھ کو قسم!
ہے غرض اس نظم سے خوشنودیٔ آلِ عبا آستانِ پنجتن کا ہوں میں اک ادنیٰ گدا
نظمِ عالی کا کھڑا کردے کوئی گرچہ محل جز ثنائے آلِ احمد بے اثر ہے یہ عمل
بزم کو گر رشکِ جنت بھی بنا دے نکتہ داں صدرِ مجلس کے سوا یکسر ہی وحشت کا سماں
فیض گستر گرچہ ہے انجم کا نورِ بے حجاب ہے جہاں کے واسطے رحمت شعاعِ آفتاب

فریاد

ہے ترے دستِ کرم پر مور و ماہی کی نظر خوانِ نعمت سے ترے ہیں اہلِ عالم بہرہ ور
خالقِ کون و مکاں ہے مالکِ ارض و سما سر بسجدہ ہیں تیری درگاہ میں جن و بشر
اہلِ ایماں سے نہیں ہے گر تجھے بیگانگی اس قدر کفار پر ہے کیوں تلطف کی نظر

ہے فضائے چرخ پر پرواز بوم کفر کی — کیوں ہما اسلام کا ہے عاجز اور بے بال و پر
جھک گیا ہے آسماں بھی از رہ پاس ادب — دیکھ کر رشک جناں اغیار کے دیوار و در
ہے نہال کفر کی حیرت فزا بار آوری — نخل مسلم ایک مدت سے ہے بے برگ و ثمر
بزم گیتی نور سے جس کے رہی رشک جناں — گردش افلاک سے گہنا گیا ہے وہ قمر!
ضو فشاں مغرب پہ تھا اپنا جو مہر اقتدار — کیوں نہیں ہے اب وہاں اسکی شعاعوں کا گزر
آہ وہ پامال ہیں مانند گرد راہ آج — کل تلک جو روندتے تھے زیر پا شاہوں کے سر
کیا ہوا وہ نعرۂ تکبیر مسلم آج کل — جس کے ڈر سے لرزہ براندام تھے شیران نر
ہوگئے اغیار تو تیرے کرم سے مستفیض — کیا رکھے جائیں گے ہم محروم رحمت عمر بھر
سنگریزوں کو وہ سمجھیں رشک گنج شائگاں — بھول کر بھی جن کو ہوتی تھی نہ پروائے گہر!
بادۂ عیش و طرب سے مست ہیں اعدائے دیں — ہے غذائے اہل دیں صبح و مسا خون جگر!
ان کی راتیں روز روشن کیلئے خجلت فزا — دن ہمارے رات سے تاریک تر ہیں سربسر
اُن کا پا انداز اطلس و لق سے محروم ہم — دیکھئے کب رحم ہو مسلم کے حال زار پر
ہے پسند آتی اگر تجھ کو روش اغیار کی — چال ویسی ہی چلیں ہم بھی اجازت ہو اگر
ہے مسلمانوں کی حالت بے طرح زار و نزار — کب تجھے رحم آئیگا ان بیکسوں کے حال پر
بن گئے ہم تختۂ مشق ان کے ظلم و جور کے — خواہش جنت ہے جنکو اور نہ ہے دوزخ کا ڈر
موت سے بدتر ہے انکی زندگی وائے نصیب — عمر جنکی ہو رہی ہے یاد میں تیری بسر
ہیں کئی حاجت روا اغیار کے تیرے سوا — پر ہماری حاجتیں ہیں محض تجھ پر منحصر
ایک مدت سے کھڑے ہیں ہاتھ پھیلائے ہوئے — منتظر دست کرم کے ہیں تیرے شام و سحر
رحم ہو یا قہر ہو تیری طرف سے کچھ بھی ہو — رکھ دیا ہے سامنے تیرے کلیجہ چیر کر!

مستحق مانا کہ ہم تیری عنایت کے نہیں
تو ہی بتلا دے کہاں جائیں ترا در چھوڑ کر

ہے دعا گوشہ نشیں کی یا الٰہی بار بار
شام مسلم کو عطا کر خلعتِ نورِ سحر!

ارشاد

یگانہ ہوں میں خدائے بے زوال و بے مثال
میرے دم سے ہے عروسِ دہر کا حسن و جمال

ہوں قوی قادر مدبّر اور رزّاقِ جہاں
ذات میری ہے ازل سے تا ابد عینِ کمال

کوئی پھندے سے مرے ہرگز نکل سکتا نہیں
اس قدر مضبوط ہے میری ہمہ گیری کا جال

جس بتِ رعنائے دولت پر جہاں ہے شیفتہ
ہمت اور تدبیر پر موقوف ہے اس کا وصال

گر رخِ مغرب پہ ہے داغِ غلامی ناپدید
یہ ہے اس کی ہمتِ دل اور جوانمردی پہ دال

اُن کی ہمت کا نتیجہ ساغرِ عشرت ہوا
تیری تن آسانیوں پر دال ہے جامِ سفال

ہیبتِ شیرانہ تجھ میں ہو نہیں سکتی کبھی
جب ترا غوغائے سگ سے کانپتا ہو بال بال

تو رہا جب تک عمل پیرا مرے احکام پر
تھا ترا اقبال قائم اور دولت لازوال

تو مجھے رکھتا تھا اپنی جان اور دل سے عزیز
بس رہا تھا آنکھ میں تیری مرا نورِ جمال

خامۂ نقاش کی جادو نگاری دیکھ کر
دوڑتا تھا یک بیک میری طرف تیرا خیال

چشمۂ عرفاں تھی تیرے واسطے آہو کی آنکھ
تھی چراغِ معرفت تیرے لئے چشمِ غزال

تو مری توحید کا ڈنکا بجاتا ہر طرف
میں بڑھاتا تھا ترا شام و سحر جاہ و جلال

کیا نہ تھے کسریٰ و قیصر تک تری حلقہ بگوش
کیا نہ تھا اقبال تیرا مدتوں تک بے زوال

سینچنے کو قطرۂ خوں تک تری رگ میں نہیں
خشک ہو جائے نہ کیوں تیری حکومت کا نہال

گر نہیں حاصل تجھے سود و زیاں میں امتیاز
دشمنِ عقل و خرد تجھ سے بھی ہوں گے خال خال

مجھ کو ہر شے پر ہے قدرت. قادرِ مطلق ہوں میں | میرے قبضہ میں ہیں جاہ و حشمت و عزّو کمال
یاد میں رہتا ہی میری تو سراسر جھوٹ ہے | ہے عبادت سے تجھے محبوب تر مال و منال
دیکھتا ہوں میں تجھے دلدادۂ مالِ حرام | خواب میں بھی تو نہیں ہے مائلِ کسبِ حلال
تو سمجھتا ہے ہلالِ صوم کو تیغِ اجل | غرّۂ شہرِ رجب کو خنجرِ حزن و ملال
دوزخ اور جنّت حقیقت ہے مگر اے بیخبر | تو سمجھتا ہے جہالت سے انہیں وہم و خیال
تیرے سر پر تھا اخوّت کا جو تاجِ زرنگار | کر دیا ہے فرقہ بندی نے اسے اب پائمال
ہاتھ سے تیرے عنانِ حکمرانی چھن گئی! | غیر کے آگے بڑھایا تو نے جب دستِ سوال
شکرِ نعمت جب کوئی انساں بجا لاتا نہیں | زہر ہو جاتا ہے اس کے واسطے آبِ زلال
چھوڑ کر آزادگی کر لی غلامی اختیار | اس لئے تو خوار ہے. نادار ہے اور خستہ حال
زندگی کا راز کیا ہے. لے. بتاتا ہوں تجھے | رکھ اسے پیشِ نظر پیہم جوانِ خوش خصال
ہاتھ مصروفِ عمل ہوں دل ہو مشغولِ دعا | از سرِ نو لوٹ آئے گا ترا پہلا کمال
راستی سے کام ہے. پاسِ سخن شیوہ نہیں | نظم ہے گوشہ نشیں کی بے بدل اور بیمثال

نعت (۱)

ترے دم سے زمین و آسماں ہیں | ترے زیرِ قدم کون و مکاں ہیں
جہازِ خلق کا تو ناخدا ہے | تری عزت نرالی اور جدا ہے
فدا تجھ پر دلِ شاہ و گدا ہے | کہ تو محبوبِ ربِّ کبریا ہے
نہ جب افلاک کا نام و نشاں تھا | درونِ پردہ تو تسبیح خواں تھا
بڑا شاہوں سے اس کا مرتبہ ہے | جو تیرے آستانے کا گدا ہے

تو مخلوقِ خدا کا ملتجا ہے
ترے لطف و کرم کا آسرا ہے

نہ ہوتا تو، نہ ہوتے چاند تارے
قیامِ چرخ ہے تیرے سہارے

ملے جو معجزے سب انبیا کو
وہ حجت تھے ترے ہی مدعا کو

کسی کو تجھ سے کچھ نسبت نہیں ہے
گدائے در ترا روح الامیں ہے

خدا نے یہ کرم تجھ پر کیا ہے!
کہ رازِ دہر کو تو جانتا ہے

مبرا ہے ہر اک عیب و خطا سے
منزہ ہے تو بیداد و جفا سے

نہ ہو گر پاس قرآنِ خدا کا
تو کہہ دوں تو خدا ہے ماسوا کا

خدا کے بعد تو سب سے بڑا ہے
کہ سر خیلِ گروہِ انبیا ہے

حق و باطل کا اک معیار تو ہے
کہ حق کی ذات کا اظہار تو ہے

ترا عرشِ معلّے پر قدم ہے
ترے زیرِ نگیں لوح و قلم ہے

جہاں ہے جسم اور جانِ جہاں تو
زمین و آسماں پر حکمراں تو

خدا تجھ پر یہاں تک مہرباں ہے
کہ رازِ ذاتِ حق تجھ پر عیاں ہے

دیارِ جود کا فرماں روا تو
کرم کی مملکت کا بادشہ تو

ازل کے راز سے ہے آشنا تو
ابد کی رمز کا عقدہ کشا تو

جبینِ مہر پر تیری چمک ہے
عذارِ ماہ پر تیری دمک ہے

میں اپنے اس تصور پر فدا ہوں
تری تصویر جس میں دیکھتا ہوں

شمیمِ گلستانِ دو جہاں تو
نسیمِ بوستانِ کن فکاں تو

جزا کے روز تو مختار ہو گا
شفیع و مونس و غمخوار ہو گا

یقینِ عارفِ خلوت گزیں تو
فروغِ صبحِ عقلِ دور بیں تو

حقیقت آشنا دل پر کھلا ہے — کہ رازِ عاشق و معشوق کیا ہے
مرادِ سالکانِ راہ تُو ہے — تمنّائے دلِ آگاہ تُو ہے
تری عظمت کی بھی کچھ انتہا ہے — کہ خود خالق ترا مدحت سرا ہے
کبھی تُو زینتِ فرشِ زمیں ہے — کبھی زیبائشِ عرشِ بریں ہے
زبانِ خالقِ ارض و سما تُو — جہانِ صدق کا فرماں روا تُو
مرا ہر شعر اکسیرِ اثر ہے — مری طبعِ رسا کانِ گہر ہے

(۲)

کعبۂ ما۔ قبلۂ ما۔ ہادیٔ ما۔ پیرِ ما — جان و دل باشد نثارت یا محمد مصطفےٰ
کام ہے مدّت طلب اور عمر ہے ناپائدار — المدد اے شاہِ یثرب۔ حجّتِ پروردگار
اے پناہِ اہلِ عالم۔ اے امامِ انبیاء — آدمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ از غلامانِ شما
شوقِ دیدارِ عرب ہیں نیند ہے مجھ پر حرام — ماہیٔ بے آب کی صورت تڑپتا ہوں مدام

(۳)

برگ و ثمر میں احمدِ مرسل کا نور ہے — ہر ذرۂ جہاں میں اسی کا ظہور ہے
لوح و قلم۔ قضا و قدر۔ انجم و فلک — زیرِ نگین نائبِ ربِّ غفور ہے
کون و مکاں ہیں تابعِ محبوبِ کبریا — مختارِ خلد و کوثر و حور و قصور ہے
مطلوبِ ذاتِ واحد و مقصودِ انبیاء — سردارِ خلق۔ مالکِ یومِ نشور ہے
نورِ مبین حجّت و محبوب کردگار — مشکل کشائے خلق۔ کفیلِ امور ہے
احمدؐ کو گر احد سے جدا مانتا ہے تو — تو دور ہے خدا سے خدا تجھ سے دور ہے

(۴)

ہوئے ہیں آج دنیا میں شہِ کون و مکاں پیدا
ہوئی ہے اہلِ عالم کیلئے حق کی زباں پیدا

ازل سے اس ہزارِ خوشنوا پہ شیفتہ ہیں ہم
ہوا ہے جس کی خاطر ماسوا کا گلستاں پیدا

ہوا جو دل حبیبِ کبریا کے عشق میں مضطر
سکوں کا ہو نہیں سکتا کبھی اس میں نشاں پیدا

خدا کی سب خدائی پر انہیں ہے سروری حاصل
ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے ایسا کامراں پیدا

خدا کی یاد میں تھا محو جب نورِ حبیبِ حق
نہ تھی خلقِ خدا پیدا نہ تھے کون و مکاں پیدا

گریباں چاک پھرتا ہے کسی کے عشق میں گردوں
نہیں ہے گنبدِ دوّار پر یہ کہکشاں پیدا

بنے ہیں واعظ و ناصح میرے غمخوار اور مونس
ہوئے ہیں دردِ دل کے کیسے کیسے مہرباں پیدا

تڑپ جائیگی دنیا مصطفٰے کے عشق میں یکسر
کروں گا آتشِ دل سے میں وہ برقِ تپاں پیدا

نہ ہو گوشہ نشیں کیوں کر شہِ یثرب کا شیدائی
ہوا ہے روئے عالم پر حسیں ایسا کہاں پیدا

(۵)

نگاہِ لطف ہے اکسیر اے خیر البشر تیری
بنے وہ کیمیا یکسر پڑے جس پر نظر تیری

عطا کی دولتِ ایماں فقط تو نے خدائی کو
ثنا خوانی کریں گے تا ابد جنّ و بشر تیری

مکاں تیرا۔ زماں تیرا۔ زمیں تیری۔ فلک تیرا
خلا تیرا۔ ملا تیرا۔ یہ دنیا سر بسر تیری

بشر تیرے۔ ملک تیرے۔ نبی تیرے خدا تیرا
بساطِ شش جہت تیری۔ فضائے بحر و بر تیری

چمن تیرا۔ تری خوشبو۔ شجر تیرا۔ ثمر تیرا
گلِ رنگیں بدن تیرا۔ صبائے نامہ بر تیری

تری جنّت۔ ترا طوبیٰ۔ ترا کوثر۔ ترا ساغر
تری حوریں۔ ترے غلماں مئے عرفاں اثر تیری

بقا تیری۔ فنا تیری۔ ازل تیرا۔ ابد تیرا
ہے ذاتِ پاک رازِ کن فکاں سے بہرہ ور تیری

شبِ راحت فزا تیری۔ ترا روزِ سرور آور
تری شامِ نشاط آگیں مسرّت زا سحر تیری

ترا ظاہر ترا باطن۔ عیاں تیرا۔ نہاں تیرا
خرد تیری سمجھ تیری۔ تری دانش خبر تیری

قلم تیرا۔ رقم تیری۔ ترا فرماں تری شاہی
جہانِ ماسوا تیرا۔ قضا تیری۔ قدر تیری

ترا لشکر۔ ترا دھاوا۔ عرب تیرا۔ عجم تیرا
تری عظمت تری ہیبت تری نصرت ظفر تیری

خدائی جب ہوئی تیری خدا بھی جب ہُوا تیرا
تو کیونکر کرسکے حمد و ثنا عاجز بشر تیری

نہ ہوگا روزِ محشر کا تجھے خوف و خطر سیّد
اگر ہو زندگی عشقِ محمدؐ میں بسر تیری

(۷)

ہجرِ رسول میں مرا دل بے قرار ہے
دردِ جگر سے آنکھ میری اشکبار ہے

فرقت میں جل رہا ہے ہمارا بدن تمام
یہ ہم نہیں ہیں۔ قامتِ نخلِ چنار ہے

اتنا تو پوچھ ان سے خدا کے لئے صبا
آیا انہیں بھی چاہنے والوں سے پیار ہے

آہ و فغان و گریہ و حرمان و بے کسی
نخلِ جنابِ عشق کا یہ برگ و بار ہے

ہے شعلہ بار دل مرا سوزِ فراق سے
لوگوں کی جو نگہ میں چراغِ مزار ہے

دیدار کو میں جس کے ترستا ہوں رات دن
ملنے سے میرے آہ اسے ننگ و عار ہے

خُلدِ بریں ہے گوشۂ چشمِ کرم ترا
دوزخ تیری نگاہِ غضب کا شرار ہے

ناوک فگن ہے تیری نظر عرش و فرش پر
میری طرف بھی دیکھ کہ آساں شکار ہے

جس کا جہاں میں تو نہیں ہمدرد و غمگسار
وہ پائمالِ درد و غمِ روزگار ہے

ہیں زیرِ حکم انجم و شمس و قمر ترے
قبضہ میں تیرے گردشِ لیل و نہار ہے

ہر ایک قطرہ اس کا ہے سرچشمۂ بقا
جو میکدہ میں تیرے مئے خوشگوار ہے

تجھ کو خدا کہوں کہ خدا کو خدا کہوں!
آتا خیال دل میں مرے بار بار ہے

ہم کو خدا کی ساری خدائی پہ ہے شرف
دلبر ہمارا دلبرِ پروردگار ہے

اُڑ جائے گا۔ نہ کرنا ادھر اے صبا۔ گزر
سیّد فلک کے جور سے مشتِ غبار ہے

(۷)

جو بشر خاکِ درِ خیر البشر ہو جائے گا
سُرمہ بہرِ دیدۂ اہلِ نظر ہو جائے گا

ہو گی مرکر بھی نہ مجھ کو خواہشِ قصرِ جناں
کوئے احمدؐ میں اگر میرا گزر ہو جائیگا

دیکھ کر ماہِ عرب کے مہرِ حُسن افروز کو
تا قیامت آسماں کا شق جگر ہو جائے گا

میرے دل کے داغ کا احساں رہیگا خلق پر
دن کو وہ خورشید اور شب کو قمر ہو جائے گا

ہے وہی ہشیار دل جو مصطفےٰ کے عشق میں
محو ہو کر ماسوا سے بے خبر ہو جائے گا

پاؤں سے ان کے نہ ہرگز سر اُٹھاؤں گا کبھی
ان کا سنگِ در نہ جب تک میرا سر ہو جائیگا

راز افشا ہو چکا ہے اب ہمارے عشق کا
دیکھیں ان کے دل پہ اس کا کیا اثر ہو جائیگا

مصطفےٰ کے عشق میں گوشہ نشیں ہی بیقرار
ان کا وہ اک روز منظورِ نظر ہو جائے گا

(۸)

کیا شانِ خدا عشوۂ جانانہ ہے ان کا
خود خالقِ کونین بھی پروانہ ہے ان کا

ہے ساغرِ دل جن کا مئے عشق سے لبریز
میخانۂ آفاق میں افسانہ ہے ان کا

سرگرمِ سخن جن سے رہے خالقِ اکبر
ہر ایک سخن گوہرِ یکدانہ ہے ان کا

ہے بزمِ جہاں رشکِ قمر نور سے جن کے
خورشید صفت مرتبہ شاہانہ ہے ان کا

یکتا ہیں زمیں پر تو یگانہ ہیں فلک پر
ناکامِ ازل وہ ہے جو بیگانہ ہے ان کا

ہے ربِّ جہاں جن کا گرفتارِ محبت
گلزارِ جناں ادنیٰ سا نذرانہ ہے ان کا

خمخانۂ عالم کو اگر غور سے دیکھیں
مئے ان کی ہے جام انکا ہی میخانہ ہی ان کا

رضواں نے جو روکا تو صدا عرش سے آئی
سیّد کو چلے آنے دو۔ دیوانہ ہے ان کا

(۹)

دربارِ عمل عام لگایا کس نے — ایمان کا بازار سجایا کس نے
دنیا میں کئی آئے نبیؐ اور رسول — لولاک کا پر مرتبہ پایا کس نے

(۱۰)

پُراز حکمت ترا ہر کام ہے تو وہ حکیم آیا — ہو سرگرمِ سخن جس سے خدا تو وہ کلیم آیا
میانِ خالق و مخلوق کچھ تو فرق لازم تھا — احد کے لفظ میں ہو اس غرض سے حرفِ میم آیا
تیرا رنگِ شفاعت دیکھ کر میدانِ محشر میں — مجھے ڈر ہے نہ کہدیں سب کہ وہ ربِّ کریم آیا
ہیں استقبال۔ ماضی اور حاضر آئینہ تجھ پر — خدا کے لطف و احساں سے تو ہم ہیں وہ علیم آیا
ملائک کا دلایا مرتبہ تو نے مسلماں کو — اُسے کیا منزلت بخشی تو اُس پر کیا رحیم آیا
یقیں جس کو ہُوا کامل ترے جوشِ شفاعت کا — نہ اس کے دل میں بھولے سے کبھی خوفِ جحیم آیا
ترے دربار کے درباں خدیوانِ زمانہ ہیں — جہانِ ماسوا کا تو وہ سلطانِ عظیم آیا
رہا بطنِ صدف محروم جس سے ایک مدت تک — مسلمانوں کے دامن میں ہے وہ دُرِّ یتیم آیا
سلامت اور سعادت نے لیا آغوش میں اسکو — سلامت گاہ میں تیری جو با قلبِ سلیم آیا
اگر دشمن ہُوا نادم۔ تو اس پر رحم فرمایا — لگایا اس کو سینے سے یہاں تک تُو رحیم آیا
شفا پائی۔ لبِ اعجازِ عیسےٰ بھی ملا اس کو — ترے دارالشفا میں جو کہ بیمار و سقیم آیا
نہ دیکھے گا اٹھا کر آنکھ وہ گلزارِ جنّت کو — جو تیرے آستانِ عرش پایہ کا مقیم آیا
معطر ہو گیا گلزارِ عالم جس کی خوشبو سے — مسلماں کے چمن میں وہ گلِ عنبر شمیم آیا
قدم فردوس میں رکھا جو سیّد نے پڑی ہل چل — چلو دیکھیں کہ احمد کا پرانا اک ندیم آیا

(۱۱)

میرا دل ہوگیا ہے پارا پارا ۔ یارسول اللہ
تمہارے عشق میں ہے یہ گوارا ۔ یارسول اللہ

بنایا دن کے چہرے کو تمہیں نے نور کی لمعن
تمہیں نے گیسوئے شب کو سنوارا ۔ یارسول اللہ

جفائے اہلِ باطل سے نکل جائے ہمارا دم
تمہارا ہو نہ گر ہم کو سہارا ۔ یارسول اللہ

گدائے دربدر کو شاہِ بحر و بر بنا دینا
تمہارے حکم کا ہے اک اشارہ ۔ یارسول اللہ

ہوا اللہ کا پھر موردِ لطف و کرم آدم
تمہارا نام جب اس نے پکارا ۔ یارسول اللہ

وہ سکانِ زمین و آسماں کا ہوگیا مولا
جو دل سے ہوگیا بندہ تمہارا ۔ یارسول اللہ

تمہارے چہرۂ تاباں سے دو عالم بھی روشن ہیں
جہاں عقلِ رسا کو ہو نہ یارا ۔ یارسول اللہ

کھڑا ہے دیر سے سید تمہارے آستانے پر
نظر ہو رحم کی اس پہ خدا را ۔ یارسول اللہ

(۱۲)

احمد کو حق نے مالکِ کوثر بنا دیا
صہبائے حسن یار نے ایسا مزا دیا

چشمِ صدف نے خواب میں دیکھا نہ ہو جسے
خالق نے ہم کو وہ درِ جنت بہا دیا

اہلِ نظر نے کہہ دیا احمد کو دیکھ کر
لو حق نے آج چہرہ سے پردہ اٹھا دیا

گوشہ نشیں کا ہاتھ ہے اور دامنِ رسول
حق نے اسے بلال سا بختِ رسا دیا

(۱۳)

نبی کے دامنِ رحمت میں آئے جس کا جی چاہے
مزہ طوبیٰ کے سائے کا اٹھائے جسکا جی چاہے

بچھایا نعمتِ ایماں کا خوانِ بے بدل اس نے
یقیں کے ہاتھ سے کھائے کھلائے جسکا جی چاہے

کھلا ہے اہلِ عالم پر درِ خانۂ احمد
بدل کر بھیس میخواروں کا آئے جسکا جی چاہے

نبی کے آستانے پر ملک ماتھا رگڑتے ہیں
یہاں لطفِ جبیں سائی اٹھائے جسکا جی چاہے

یہ دربارِ کرم ہردم کھلا ہے جن وانساں پر
کھلے بندوں پہ تسلیم آئے جسکا جی چاہے

یہ وہ بادل ہے جس سے بے بدل موتی برستے ہیں
یہاں دامن مُرادوں کا بچھائے جسکا جی چاہے

قسیم خلد و کوثر ہے مسلمانوں کا پیغمبرؐ
کوئی ذی اقتدار الیساد کھائے جسکا جی چاہے

نجومِ آسماں جس کے مقابل ماند پڑجائیں
کوئی خورشید رُو الیساد کھائے جسکا جی چاہے

لکھی ہے نظم سیّدؔ نے وفورِ جوشِ ایماں سے
پئے گوشِ اسکو آویزہ بنائے جسکا جی چاہے

(۱۴)

حبیبِ کبریا کا عشق ہم رکھتے ہیں سینوں میں
کہ اس جیسا نہیں ہے آسمانوں میں زمینوں میں

بقا کے راز سے ہم نے کیا آگاہ عالم کو
مشاہیرِ زمانہ ہیں ہمارے خوشہ چینوں میں

سرِ اغیار ہو گا خم ہمارے آستانے پر
نشانِ نیک بختی ہو اگر ان کی جبینوں میں

نہ جائے صاحبِ حشمت ہماری خاکساری پر
ہزار افلاک پنہاں ہیں ہماری ہی زمینوں میں

نہیں ہے نارِ دوزخ کا ہمیں وہم و گماں واعظ
کہ ہم سردار ہیں گلزارِ جنّت کے مکینوں میں

چمک ہے جسکی خورشیدِ منور ماند پڑ جائے
رکھا ہے وہ گہر خدّامِ احمدؐ کے خزینوں میں

بنا دیں کوہِ آتشبار جس کی گرمیاں دل کو
وہ مے سرگرمِ گردش ہے ہمارے آبگینوں میں

رکھیں باہم تعصّب اک نبی کے ماننے والے
کوئی یہ بھی قرینہ ہے اخوّت کے قرینوں میں

کچھ اتنا قائلِ قسمت نظر آتا نہیں سیّدؔ
نہ دیکھو گے کوئی ایسا کہیں گوشہ نشینوں میں

(۱۵)

آشنا بن ایک کا اور غیر کو بیگانہ چھوڑ
زالِ دنیا کو بسانِ مصطفےٰ مردانہ چھوڑ

کوئی رازِ ذاتِ احمدؐ کو سمجھ سکتا نہیں
ہیں ملائک محوِ حیرت مردمِ فرزانہ چھوڑ

ہے ترا خوشنودیٔ شاہِ دو عالم میں وقار
طاعتِ احکام کا بہرِ جہاں افسانہ چھوڑ

نار ہے بوجہل اور سلطانِ یثرب نور ہے
شمعِ حق روشن ہے اس پر دل کا تو پروانہ چھوڑ

ساقیٔ کوثر سے جس کو مل گیا ہے جام مے
مست ہے وہ تا ابد ذکرِ مے و پیمانہ چھوڑ

خارج از وہم و گماں ہے شانِ محبوبِ خدا
نقشِ حیرت اس میں ہے ہشیار بھی دیوانہ چھوڑ

میکدہ ہے رشکِ گلزارِ فردوسِ بریں
گوشۂ زہد و ریا کا دامِ مکّارانہ چھوڑ

عندلیبِ خوش نوا ہے گلشنِ ملّت کی تو
باغ میں زیبا ہیں تیرے چہچہے ویرانہ چھوڑ

نشۂ وحدت میں اتنا چور تھا قلبِ بلالؓ
ماسوا سے بے خبر تھا زحمت کا شانہ چھوڑ

مشرکوں نے گو کیے عمّار پر لاکھوں ستم
وہ نہ بھٹکا عمر بھر راہِ وفادارانہ چھوڑ

ہے غضب کی آتش افشاں آنکھ ترکِ چرخ کی
کھول آنکھیں اور خیالِ نرگسِ مستانہ چھوڑ

تارکِ دنیا اگر سن پائے سیّد کا کلام
از سرِ نو آ بسے وہ شہر میں ویرانہ چھوڑ

(١٦)

عشق میں تیرے خدائے دو جہاں سرشار ہے
عرش و کرسی سے کہیں برتر تری سرکار ہے

تو شفیع المذنبیں ہے میں ہوں سرتاپا خطا
رحم اس عاصی پہ کر تو ابرِ رحمت بار ہے

تیری ہستی سے ہوا ہے کنزِ مخفی کا ظہور
واقفِ رازِ نہاں ہے محرمِ اسرار ہے

صاحبِ لولاک ہے اور رحمۃ اللعالمیں
تو خدائے لم یزل کا دلبر و دلدار ہے

کر گلِ دل کو شگفتہ دیر سے ہوں منتظر
تیرے احسان و کرم سے ہستی گلزار ہے

روزِ محشر کا کہاں گوشہ نشیں کو ہو خطر!
وہ ازل ہی سے فدائے احمدِ مختار ہے

(١٧)

تو خدائے دو جہاں کا دلبر و دلدار ہے
نام تیرا مصطفیٰ اور احمدِ مختار ہے

ہیبتِ اعدا ہمیں مرعوب کر سکتی نہیں
لشکرِ اسلام کا جب تو سرو سردار ہے

احمدِ بے میم کا تجھ پر نہ ہو کیونکر گماں
جبکہ تُو رازِ نہاں کا بے بدل اظہار ہے

انبیاء اور اوصیا بھی تیرے در کے ہیں گدا
عرشِ اعظم سے کہیں اونچا تیرا دربار ہے

اس کا دل ہے داغہائے عشق کا سرمایہ دار
گو نگاہِ خلق میں گوشہ نشیں نادار ہے

(۱۸)

گر سخنور کو بٹھایا عرش پر گفتار نے
عرش سے بھی کردیا اونچا اسے کردار نے

اک سماں وہ تھا کہ تھی جب کنزِ مخفی ذاتِ حق
صورتِ ہستی نہ کی تھی اختیار اظہار نے

موجِ مضطر سو رہی تھی قعرِ دریا میں کہیں
گوہر افشانی نہ کی تھی قلزمِ اسرار نے

تھے ابھی کتمِ عدم میں انجم و شمس و قمر!
قصرِ ہستی کی بنا رکھی نہ تھی معمار نے

یک بیک شوقِ خفا ہی بن گیا ذوقِ نمود
جبکہ لی چٹکی خیالِ احمدِ مختار نے

ہو گئی کافور یکسر ظلمتِ کتمِ عدم!
کردیا پُر نور عالم کو رخِ دلدار نے

تھا وہی نورِ مجرّد وجۂ تخلیقِ جہاں
پائی اس کے دم سے رونق دہر کے گلزار نے

کردیا خالق نے احمد کو امیرِ کائنات
گُل کھلائے یہ جنابِ عشق کی سرکار نے

شانِ حق جس نے کیا خالق کو اپنا شیفتہ
کرلیا تسخیر اس کو امتِ دیندار نے

کیا وہی یہ امتِ دیندار ہے گوشہ نشیں
جس کو دل تک دیدیا تھا دین کے سردار نے

(۱۹)

ہے مصطفیٰ کے چہرۂ تاباں کی آرزو
مجھ کو نہیں ہے مہرِ فروزاں کی آرزو

گوشہ نشیں کا ہاتھ ہے اور دامنِ رسولؐ
اس کو نہیں ہے غیر کے داماں کی آرزو

محبوبِ حق کا ابرِ کرم ہے گہر فشاں
مجھ کو نہیں ہے بارشِ نیساں کی آرزو

دل اور جگر ہیں صورتِ غربال سر بسر
مرہم کی ہے مجھے نہ نمکداں کی آرزو

داغِ فراقِ یار ہے روشن مثالِ مہر — مجھ کو نہیں ہے بزمِ چراغاں کی آرزو
میں عندلیبِ گلشنِ خیرالانام ہوں — مجھ کو نہیں ہے روضۂ رضواں کی آرزو
صد گنجِ شائگاں سے بھی بہتر ہے میرا دل — مجھ کو نہیں ہے ملکِ سلیماں کی آرزو
گر ہے اثر وفا میں تو وہ خود بلائیں گے — مجھ کو نہیں ہے منّتِ درباں کی آرزو
سیّد غریبِ شہر و پریشانِ دہر ہے — رکھتا ہے دل میں کوچۂ جاناں کی آرزو

(۲۰)

ترا حسن جلوہ فگن چار سُو ہے — تُو باغِ جہاں کا گلِ نازبو ہے
ہے لولاک کا مرتبہ تجھ کو حاصل — نرالی تری شان اور آبرو ہے
ہے تجھ سے بہارِ گلستانِ ہستی — کہ برگ و ثمر میں تری رنگ و بُو ہے
ترے نور سے بزمِ گیتی منوّر — ترے حسن کی روشنی کُو بکُو ہے
ہے ناآشنا خلق رازِ نہاں سے — مگر اس سے تُو آشنا مُو بمُو ہے
زمان و مکاں پہ ترا علم حاوی — کہ لوح قضا و قدر رُو برُو ہے
ہیں سکّانِ ارض و سما محوِ حیرت — کہ انساں کے جامہ میں کیا چیز تو ہے
عیاں ذرّہ ذرّہ سے ہے نور تیرا — "جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے"
ازل سے تمام انبیا اور مرسل — ہیں پروانہ تجھ پر تو وہ شمع رُو ہے
ہیں جویائے ذاتِ خدا اہلِ ظاہر — مگر اہلِ دل کو تری جستجو ہے
تُو محراب ہے دو جہاں کے حرم میں — زمانے کی محفل میں جام و سبو ہے
ہے رشکِ گہر نظم گوشہ نشیں کی — کہ طرزِ بیاں میر کا ہو بہو ہے

(۲۱)

غیرتِ عرش ہے دربارِ رسولِ عربی
رشکِ فردوس ہے سرکارِ رسولِ عربی

ماسوا کر دیا نذر ایک ادا پر ان کی
ہے کوئی حق سا خریدارِ رسولِ عربی

نورِ رُخ دیکھا تو خورشیدِ منور دیکھا!
حق کا دیدار ہے دیدارِ رسولِ عربی

کیا خبر اس کو جہاں کیا ہے قیامت کیا ہے
کس قدر مست ہے میخوارِ رسولِ عربی

لیلۃ القدر نے منہ ڈھانپ لیا خجلت سے
دیکھ کر زلفِ طرحدارِ رسولِ عربی

مضطرب روضۂ رضواں ہے طلب میں تیری
اے خوشا بختِ طلبگارِ رسولِ عربی

ہو نہیں سکتا کبھی اس کو غمِ روزِ حساب
جو تہِ دل سے ہے غمخوارِ رسولِ عربی

رزق دیتا ہے تو مرغانِ جہاں کو دن رات
اے خوشا نخلِ ثمردارِ رسولِ عربی

مارے حیرت کے ہی وا دیدۂ نرگس اب تک
دیکھ کر گلشنِ دربارِ رسولِ عربی

شبِ معراج کہا عرش نے نازاں ہو کر
مرحبا طالعِ بیدارِ رسولِ عربی

ہے رقم نعت مری حور کے رخساروں پر
صدقۂ لطفِ گرانبارِ رسولِ عربی

ہے دلِ گوشہ نشیں دامِ ہوس سے آزاد
وہ ازل سے ہے گرفتارِ رسولِ عربی

(۲۲)

اک کرشمہ ہے کلامِ حق تری گفتار کا
ماسوا ہے گوشۂ چشمِ کرم سرکار کا

ہیچ ہیں اپنی نظر میں دو جہاں کے ماہ رو
نام ہے منقوش دل کے آئینہ پر یار کا

کر مرے دل کے صدف پر لطف و احساں کی نظر
منتظر ہے وہ ترے نیسانِ گوہربار کا

ہے حقیقت میں یہ باغِ دوسری بزمِ صنم
بھر رکھا ہے حسن ہر اک پھول میں دلدار کا

مہرِ عالمتاب کہلاتا ہے جو آفاق میں
زرد سا اک پھول ہے وہ یار کے گلزار کا

آسماں اور آسماں کے انجم و شمس و قمر!
اک شرارہ ہے صنم کے حُسن شعلہ بار کا

رازِ گل کیوں کر نہ پنہاں ہو جہاں کی آنکھ سے
جب نہاں ہے بھید یکسر بلبل سرشار کا

ہست میں لانا عدم کو ہست کو کرنا عدم
ہے اشارہ ایک چشم احمدِ مختار کا

فرق احمدؐ اور احد میں ہم بتا دیتے ابھی
گھونٹ رکھا ہے شریعت نے گلا اظہار کا

کہہ رہے ہیں رشک سے اہلِ فلک یہ بار بار
کیا حشم ہے خُلد میں گوشہ نشینِ زار کا

(۲۳)

خدا کی سب خدائی کا ہُوا ہے راہبر پیدا
ہُوا لطفِ خدا سے نا خدائے بحر و بر پیدا

ازل کے جوہری کا جو رہا سرمایۂ نازش
ہُوا ہے معدنِ مکّہ سے وہ یکتا گہر پیدا

عرب کے باغ میں پودا جو قدرت نے لگایا ہے
کریگا بے بدل توحید کے برگ و ثمر پیدا

وصالِ یار ہو جس کی بدولت یار کو حاصل
خدا کی مہربانی سے ہُوا وہ نامہ بر پیدا

جو گہوارہ میں غالب ہو جہانوں کے فقیہوں پر
ہُوا ہے رشکِ عیسیٰؑ آج وہ نورِ نظر پیدا

جہاں ہو شیفتہ جس پر خدا بھی ہو فدا جس پر
ہوا سیمیں عذاروں میں وہ یکتا سیمبر پیدا

جہاں کو آمدِ خورشید کا مژدہ مبارک ہو
شبِ تیرہ ہوئی رخصت ہُوا نورِ سحر پیدا

سراپائے خبر ہے جو خدا کی راز داں ہو کر
جہاں والو مبارک ہو ہوئی ہے وہ خبر پیدا

جسے باطل کے تیروں نے سراسر کر دیا چھلنی
نہ ہے بختِ مسلماناں ہُوا ہے وہ جگر پیدا

رکھا تاجِ آفرینش کا سرِ کونین پر جس نے
ہُوئے ہیں اس ہمائے لم یزل کی بال و پر پیدا

قسیمِ کوثر و تسنیم کا مداح ہے سیّد
نہیں دل میں ذرا اس کے جہنّم کا خطر پیدا

دشمنانِ حسین

مسلماں اہلِ جنت کا جسے سردار کہتے ہیں — اُسے سب شمعِ دینِ احمدِ مختار کہتے ہیں
جو ہے بزمِ نبوت میں چراغِ دودۂ زہرہ — اسی کو نورِ چشمِ حیدرِ کرار کہتے ہیں
ہوائے ملک گیری جس کو کہتے ہیں یہ بیدانش — حق و باطل کا اہلِ دل اسے معیار کہتے ہیں
ہزاروں ہوگئے ابوابِ معنی ہم پہ وا جس سے — اسے یہ گاؤدی اک حیلۂ بیکار کہتے ہیں
کلامِ پاک ہے عظمت پہ جس کی شاہدِ عادل — تعجب ہے بُرا اس کو یہ بدکردار کہتے ہیں
عداوت ہی معاذ اللہ! اس سے اہلِ باطل کو — جسے دیں کے عساکر کا علم بردار کہتے ہیں
قیامت ہے کہ اسکی شان میں کرتے ہیں گستاخی — حبیبِ حضرتِ حق کا جسے دلدار کہتے ہیں
گرانا چاہتا ہے کفر اس کو اوجِ عزت سے — سرِ مومن پہ ایماں کی جسے دستار کہتے ہیں
خردمندی پہ اسکی خردہ گیری کرتے ہیں بددیں — جسے قصرِ رسالت کا سبھی معمار کہتے ہیں
یہ نابینا ریاضِ خلد کو گلخن سمجھتے ہیں — گلِ گلزارِ عرفاں کو یہ احمق خار کہتے ہیں
کہیں ظلمت اسے جو ہے سراسر چشمۂ حیواں — جلائے آئینہ کو بے خبر زنگار کہتے ہیں
اسے کہتے ہیں یہ تاریک دل بارانِ بے موسم — جسے اربابِ بینش ابرِ گوہر بار کہتے ہیں
شبِ تاریک کہتے ہیں یہ اندھے روزِ روشن کو — کہاں کے باخبر ہیں، نور کو جو نار کہتے ہیں
کیا ہموار جس نے راہِ ناہموارِ باطل کو! — عبث اشرار اس کے حق میں ناہنجار کہتے ہیں
مسلماں کی زبانِ گوہر افشاں میں وہ تیزی ہے! — کہ جس کو اہلِ تاریخ و سیر تلوار کہتے ہیں

دکھا وہ قوتِ مردِ خدا اقرار لیتے ہیں!
کہ منکر پہ ہویدا ہو کسے انکار کہتے ہیں

مرقع اسلام

نہ تھا جب لذت اندوزِ نوائے کن فکاں کوئی
ہوا نورِ محمدؐ خلق۔ حق اس پر ہوا شیدا
اٹھا پھر نورِ محبوبِ خدا سے اس طرح شعلہ
جبینِ انبیاء مسکن بنی نورِ مجرد کا
منور پھر ہوئی اس سے جبینِ پاکِ عبداللہ
عناصر کا کیا ور بر لباس اس نور نے آخر!
مشیت نے دیا اس کو الم داغِ یتیمی کا
خدا کا فضل۔ تائیدِ ابو طالب ہوئی یاور
جب اس کے چہرۂ پُر نور پر رنگِ شباب آیا

ملک تھے اور نہ آدم تھا۔ نہ عالم کا نشاں کوئی
نہ دلدادہ کوئی ایسا۔ نہ ایسا دلستاں کوئی
رہی باقی نہ کتمِ نیستی میں شے نہاں کوئی
کہ اسکی شان کے شایاں نہ تھا دیگر مکاں کوئی
دلِ حق بیں میں تھا۔ جسکے نہ باطل کا نشاں کوئی
نہ تھا زیبِ چمن ایسا گلِ نکہت فشاں کوئی
سمجھ سکتا ہے رازِ حکمتِ خالق کہاں کوئی
اسے پہنچا نہ بیدادِ زمانہ سے زیاں کوئی
شجاعت میں نہ تھا پاسنگ اسکے نوجواں کوئی

دلِ باطل پہ خوفِ تیغِ حق ایسا ہوا طاری
اجل کے دامنِ امن و اماں کو ڈھونڈتے پھرتے
وہ تھے آوارۂ دشتِ پشیمانی و حیرانی!
اسد اور شیر کے لقمے بنے اک اک قدم پر وہ
تھی ان کی کشتیٔ امید غرقِ بحرِ ناکامی
ہزارِ حق گلستانِ جہاں میں چہچہاتا تھا
تھے سرشارِ مئے توحیدِ حق کے ماننے والے

نہ طاقت بھاگ جانیکی۔ نہ لڑنیکی تواں کوئی
کہیں ملجا نہ ماوا تھا پئے پیر و جواں کوئی
نہ ان کی کوئی جمعیت نہ میرِ کارواں کوئی
جہاں میں تھا نہ اس گلّے کا گویا پاسباں کوئی
نہ کوئی ناخدا اس کا۔ نہ اس کا بادباں کوئی
نہ ملتا تھا کہیں زاغ و زغن کا آشیاں کوئی
خمارِ روح فرسا کا نہ تھا نام و نشاں کوئی

جہانِ دولت و اقبال تھا زیرِ قدم ان کے — نہ تھا ذی اقتدار ایسا شہنشاہِ زماں کوئی
وہ ٹھکراتے تھے قاروں کے خزانیکو حقارت سے — نظر میں ان کی جچتا تھا نہ گنجِ شائگاں کوئی
زر و لعل و گہر سے جیب و دامن بھر کے وہ لوٹا — گدا بن کر ہوا ان کے جو گھر میں مہماں کوئی
سر اس کا پھوڑتے وہ ٹھوکروں سے طیش میں آکر — اٹھا کر آنکھ ان کو دیکھتا گر حکمراں کوئی
نہ ہو جو ریزہ چینِ خرمنِ علم و ہنر ان کا — نہ ایسا خانداں تھا اور نہ ایسا دودماں کوئی
مثالِ گلشنِ اسلام جو مامون و مصئوں ہو — نہ تھا ایسا جہاں میں گلستانِ بے خزاں کوئی

وہی گلزارِ ملت اب خزاں کی نذر ہے ایسا — نہیں اس میں نشانِ عودِ شادابی عیاں کوئی
قیامت ہے کہ مسلم درپئے آزارِ مسلم ہے — نظر آتا نہیں بھائی پہ بھائی مہرباں کوئی
نہ کیوں پھر جھولیاں بھر بھر چمن کو لوٹ لے گلچیں — نہ کوئی پاسباں اس کا۔ نہ اسکا باغباں کوئی
قفس کو تنگ تر صیاد کرتا ہے اسیروں پر! — ستم سے تنگ آکر گر کرے آہ و فغاں کوئی
یہاں تک ہر طرف آہ و فغاں کا حشر ہے برپا — گمانِ نالہ ہوتا ہے جو سنتے ہیں اذاں کوئی
جہاں اٹھے نہ مظلوموں کی آہوں کا دھواں ہر دم — ہے ایسا ایک گھر دنیائے ملت میں کہاں کوئی
جہاں یوسف نہ ہوں صدہا اسیرِ چاہِ بیدردی — کہاں ویرانۂ اسلام میں ایسا کنواں کوئی
جہاں اپنی مرادوں کی نہ ڈوبی بارہا کشتی! — نہیں دریا بساطِ ارض پر ایسا رواں کوئی
رہا جو گوہرِ تاباں ہمیشہ زینتِ افسر! — نہیں اسکا کہیں آفاق میں اب قدرداں کوئی
فلک کی آسیا نے پیس ڈالا ہے مسلماں کو — کدھر دیکھیں اڑا لے جائے خاکِ استخواں کوئی
جو مرغانِ چمن نغمہ سرا تھے شاخِ گلبن پر — ہوئے خاموش وہ ایسے نہیں گویا زباں کوئی
بدن پوشی کو گاڑھا۔ بوریا ہے استراحت کو — کسی گھر میں نہ دیکھو گے نشانِ پرنیاں کوئی

بت فرمانروائی نے دیا ہے داغ فرقت کا
وصالِ عیش و عشرت سے نہیں ہے شادماں کوئی

مسلماں کی ہلاکت اور ذلّت کی یہ حالت ہے
کہ یارائے بیاں رکھتی نہیں ہرگز زباں کوئی

بہے جاتی ہے سیلاب فنا میں کشتئ ملت
کہیں ساحل نظر آتا نہیں بہرِ اماں کوئی

نشاطِ زندگی کا راز مضمر ہے حکومت میں
نہیں ہے واقفِ سرِّ حیاتِ جاوداں کوئی

نگاہِ لطف کے ہیں منتظر اے ساقئ کوثر
نظر آتا نہیں تجھ سا انیسِ مے کشاں کوئی

نہیں آفاق میں ہم سا کوئی آلودۂ عصیاں
نہیں کونین میں تجھ سا شفیعِ عاصیاں کوئی

جہانِ آفرینش کا ہے تو مختار اور مالک
ہمیں فردوس سے بہتر عطا ہو گلستاں کوئی

ہمارے گھر میں روشن کر جہانداری کی وہ مشعل
جسے طوفاں سے نقصاں ہو نہ صرصر سے زیاں کوئی

اب اس بلبل کے نغمے ہیں گراں گوشِ گلستاں پر
نہ تھا جس سا ریاضِ دہر میں شیریں بیاں کوئی

نظر باطل کی ہے جھوٹے خداوندانِ نعمت پر
ترے در کے سوا اپنا نہیں ہے آستاں کوئی

فقیروں کا بدل کر بھیس آئے ہیں ترے در پر
سخاوت میں نہیں تجھ سا شہنشاہِ جہاں کوئی

نہ کیونکر مضطربِ سیماب کی صورت ہو دل ان کا
کوئی حامی نہ ہو جن کا نہ یارِ مہرباں کوئی

مجھے ڈر ہے کوئی ناداں مسلماں یہ نہ کہہ اٹھے
رسائی دردمندوں کی نہیں تیرے یہاں کوئی

مرا دل مضطرب ہے اہلِ دیں مرتد نہ ہو جائیں
نہ دل ہے مطمئن کوئی نہ تسکیں یاب جاں کوئی

لگا ہے حکم سے نمرود کے انبار آتش کا!
کمربستہ ہے استادہ برائے امتحاں کوئی

نہیں تجھ بن سہارا کوئی راہ گم کردہ ملت کا
نہیں تیرے سوا محبوبِ ربِّ انس و جاں کوئی

ترے دربار سے دیکھیں یہ کب فرمان جاری ہو
تمنائے دلِ مسلم نہ جائے رائگاں کوئی

جلا دو شمعِ نصرت کا دیا اسلام کے گھر میں
نہ ہمسر ہو سکے جس کا چراغِ کہکشاں کوئی

غم واندوہ سے چھوٹیں ہمنشیں جوشِ طرب سے ہم — مقابل ہو سکے اپنے نہ کشتِ زعفراں کوئی

وہ دیکھو نخل بندِ گلشنِ اسلام[1] آتا ہے — بنا کر ہم رہیں گے رشکِ جنت بوستاں کوئی
کہو شاہانِ باطل سے رہیں تیار جانے کو — کہ آمادہ ہے آنے پر شہنشاہِ زماں کوئی
زبانِ کفر جو چاہے کہے جوشِ تکبّر میں — دکھائے گا اسے۔ دیکھو گے خیبر کا سماں کوئی
پرستارانِ ذاتِ حق غریبی سے نہ گھبرائیں — سنے گا ایک دن ان کی امیرِ دو جہاں کوئی
زمیں ناپاک کردی ہے سراسر کفر و باطل نے — کرے گا پاک پھر اس کو امیرِ کارواں کوئی
رہیں خنجر بکف سرباز۔ وہ وقت آنیوالا ہے — دکھائے گا جہاں کو جوہرِ تیغ و سناں کوئی
ہزاروں رستم و سہراب جسکے نام سے لرزیں — قدم میداں میں رکھنے کو ہے ایسا پہلواں کوئی
جھکے گی گردنِ فرعونیت اعدائے سرکش کی — نکل آئیگا جس دم لیکے تیغِ اصفہاں کوئی
مٹا دیں محتسب کو ہم جہاں سے جس کی مستی ہیں — پلائے گا ہمیں وہ بادۂ کوثر نشاں کوئی
نئی بازی۔ نیا شطرنج۔ مُہرے نو بنو سارے — نیا پانسہ بدلنے کے ہے درپے آسماں کوئی
دھوئیں تاریکیٔ الحاد و باطل کے اڑیں جس سے — جلائے گا وہ محفل میں چراغِ حق نشاں کوئی
تنِ ناپاکِ اعدا کی جو رگ رگ کاٹ کر رکھ دے — نکالے گا سرِ میداں وہ تیغِ خوں چکاں کوئی
کہو باطل کے خرمن سے نہ سر اتنا کرے اونچا — جلا کر راکھ کر دے گی اسے برقِ تپاں کوئی
اسے کچھ اور بھی کہنا ہے رازِ دل الگ ہو کر — نہیں تیرے سوا گوشہ نشیں کا رازداں کوئی

کریں گے نکتہ دانِ عالمِ قدسی طواف اس کا
صلہ اس نظم کا دے گا ہمیں کیا مرزباں کوئی

---

[1] امام آخر الزمان ۱۲

شاہِ مرداں

سخت مشکل کام ہے اور زندگی بے اعتبار | المدد اے شیرِ یزداں، حجتِ پروردگار
اے پناہِ ہر دو عالم۔ اے امامِ انبیاء | آدمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ از غلامانِ شما
شوقِ دیدارِ نجف میں نیند ہے مجھ پہ حرام | ماہیٔ بے آب کی صورت تڑپتا ہوں مدام

شیرِ خدا

تیغ زن تھے زمرۂ کفار میں شیرِ خدا | آ رہی تھی عرشِ اعظم سے صدائے مرحبا
کعبۂ ما۔ قبلۂ ما۔ ہادیٔ ما۔ پیرِ ما! | جان و دل باشد نثارت۔ یا علی مشکلکشا!

محسوسات

عبادت کر سبیلِ حق۔ نہ کر اس میں ریاکاری | زرِ گل سے نہیں ملتی کسی گلچیں کو زرداری
یہ دشمن دوست کا جھگڑا دلیلِ بے نگاہی ہے | رہو ہر ایک کے ہو کر یہ تاجِ بادشاہی ہے
عبث نعش کو تیری نہ اے فاسق اماں ہوگی | زمینِ کربلا پر بھی تری مٹی گراں ہوگی
صلوٰت و صوم کے پھل سے ہو خالی ہے تری ڈالی | حباب آسا ترا کاسہ رہے گا حشر میں خالی

حسینوں میں مہِ یثرب کو حاصل ہے جہانبانی | کہیں خورشید سے روشن ہے اسکا خالِ نورانی
منور ہو جو دل تیرا۔ تیری آنکھیں جو ہوں بینا | ہوا نورِ محمدؐ سے یہ سارا ماسوا پیدا
مہ و خورشید ساغر ہیں۔ فلک ہے اس کا میخانہ | ہے مینا کہکشاں اسکی عطارد اس کا پیمانہ

تو اس کے لب اگر دیکھے یمن کا اک جہاں دیکھے | خرامِ ناز گر دیکھے۔ خُتن کا گلستاں دیکھے

وہی اک جلوہ آرا ہے گلوں میں اور خاروں میں | اسی کا حسن رقصاں ہے مہ و مہر اور تاروں میں
ہزار دل ترا اس کے گلِ رُخ پر جو گائے گا | شجر تیرا مرادوں کے ہزاروں پھول لائیگا!
خبر اپنی نہیں ہم کو پہ رکھتے ہیں خبر اس کی | ہمیں محسوس ہوتا ہے۔ دہن اس کا مگر اس کی
نہ جانا بے سروسامانیوں پر ہم فقیروں کی | کہ گدڑی کا ہے اک اک تار سو سو کان ہیروں کی

اِلتجا

اے کہ تُو محبوبِ حق ہے اور حبیبِ کبریا | منحصر ہے ذات پر تیری قیامِ دوسرا
تھی نہ جب لوحِ عدم منت کشِ نقشِ وجود | تُو حجابِ نُور میں تھا محوِ تسبیحِ خُدا
تُو ازل کے ملک کا ہے حکمرانِ بے عدیل | ہے ابد کی مملکت کا بے بدل فرماں روا
لامکاں کے گلستاں میں وہ گلِ یکتا ہے تُو | عندلیب آسا ہے خالق جس پہ سرمستِ نوا
چرخِ عظمت پر تو مہرِ ماسوا افروز ہے | دو جہاں کا ہے تری چشمِ کرم پر آسرا
ہو نہیں سکتا قمر سے منفصل نُورِ قمر! | ذاتِ حق سے ذات تیری ہو نہیں سکتی جُدا
ہاتھ تیرا مالکِ کون و مکاں کا ہاتھ ہے | ہے زباں تیری زبانِ خالقِ ارض و سما
تُو نے گردابِ بلا سے بوالبشر کو دی نجات | تھا سفینے کا بتابِ نوح کے تُو ناخدا
مور و ماہی کا ہے تیرے خوانِ نعمت پر ہجوم | گیت مخلوقات گاتی ہے ترے صبح و مسا
حق کے احسان و کرم سے حاضر و ناظر ہی تو | جملہ موجودات میں موجود ہے تُو برملا
ہست میں لانا عدم کو ہست کو کرنا عدم! | ہے اشارہ ایک تجھ سے مالک و مختار کا

منتہی ہے جملہ مخلوقات کا تو لا کلام
ہے ہماری بھی تری سرکار میں اک التجا

ہم ریاضِ نشرِ وحدت کی ہیں وہ یکتا ہزار
مست جس کی خوشنوائی پر ہیں سلطان و گدا

پاک کی ہم نے جبینِ دہر داغِ شرک سے
بول حق کا ہر طرف آفاق میں بالا کیا

ضوفشاں ہم سے نبوت کا ہوا یوں آفتاب
جہل کی دیجور کا نام و نشاں جاتا رہا

اس قدر ہم سے ہوا ماہِ اخوت نوربار
ظلمتِ بغض و تعصب نے لیا منہ کو چھپا

خلق کو ہم نے کیا دلدادۂ صدق و صفا
دل ہوئے وارفتۂ حورانِ زہد و اتقا

کھینچ دی تصویر ہم نے حشر کی وہ ہولناک
فق ہوا جس سے وہیں رنگِ رُخِ جرم و خطا

اہلِ عالم کو بنا کر عاشقِ صوم و صلوٰۃ
معرفت کے نور کا ہم نے کیا روشن دیا

شمعِ کعبہ کو ہمارے دم سے ہے حاصل فروغ
اہلِ عالم کو کیا پروانہ ساں اُس پر فدا

محرمِ رازِ بقا ہم نے کیا ہے خلق کو
اہلِ ایماں کو ہلالِ عید ہے تیغ و غا

دشت میں امر و نہی کے روز و شب ہیں گامزن
خار ہے اپنی نگاہوں میں گلِ راحت فزا

مثلِ قمری باوفا ہیں ہم ریاضِ دہر میں
ہیں محبت کے چمن میں بلبلِ صدق و صفا

ہیں ترے ہم تھے بھی تیرے اور رہینگے بھی تیرے
چھوڑ کر ہم کو مگر تو ہو گیا ہے غیر کا

ابر گوہر بارِ رحمت سے ترے سب شاد ہیں
پہ دلِ مغموم ہے محرومِ نیسانِ عطا!

روندتے ہیں غیر پاؤں میں حریر و پرنیاں
ہے ہمارے اوڑھنے کو ایک ہی کہنہ ردا

اُن کی نظروں میں نہیں جچتا شبستانِ ارم
ہے ہمارا بسترِ غم ایک میلا بوریا

ہے فضائے چرخ میدانِ عمل اغیار کی
استراحت گاہ اپنی کلبۂ تحت الثریٰ

خندہ زن ہے خانۂ اسلام پر ویرانگی
ہنس رہے ہیں خلد پر کفار کے دولت سرا

تھے کبھی ہم بھی جہاں میں زینتِ تختِ حشم
لوحِ شوکت سے ہمارا اب نشاں تک مٹ گیا

ہے چمن اُن کا نسیم اُن کی، اور اُن کی ہے بہار
ہم خزاں دیدہ ہیں برگِ زرد پامالِ جفا

ہیں دماغ اُن کے چراغِ محفلِ عیش و نشاط
دل ہمارا بزمِ ماتم میں ہے مردہ سا دیا

پاؤں رکھنے کو انہیں چپہ زمیں حاصل نہیں
ہیں جو محبوبِ حبیبِ مالکِ ارض و سما

گردنِ انساں کو دی جس طوق سے ہمنے نجات
ہے وہی طوقِ غلامی اور ہمارا ہے گلا

اب دکھا ہم کو رُخِ زیبائے مہرِ قہردار
مشعلِ اغیار کی کافور ہو جائے ضیا

پاؤں سے ٹھکرا رہے ہیں غیر ہمکو ہر طرف
تا بہ کَے یہ بے اعتنائی۔ بے نیازی تا کجا

غیر بزمِ عیش میں ہیں سرگرانِ ناؤ نوش
ہے لہو ارمان و حسرت کا مسلماں کی غذا

پاک ہو خار و خس و خاشاکِ باطل سے جہاں
صرصرِ اسلام تو آفاق میں ایسی چلا

مار ڈالے گا ہمیں وہ دم ہمارا گھونٹ کر
ہے گلے میں جو ہمارے ظلم کا پھندا پڑا

تابشِ مہرِ غضب سے محو کر دے یک قلم
چھا رہی ہے ہم پہ جو بیداد کی کالی گھٹا

دستگیری میں ہماری وہ دکھا شانِ جلال
کہہ اُٹھے کفار بھی بے ساختہ صلِّ علیٰ

ہو شفا ہم کو ابھی گر تو مسیحائی کرے
گو مرض اپنا نگاہِ خلق میں ہے لا دوا

شورِ اہلِ بزم میں برپا ہوا چاروں طرف
ہے بجا گوشہ نشینِ بے نوا کی التجا

جوابِ التجا

میں خدا سے دو جہاں کا ہوں حبیبِ نامدار
ہے محبت پر مری خوشنودیِ حق کا مدار

جب شبستانِ عدم میں سو رہا تھا ماسوا
شمعِ یادِ حق پہ تھا پروانہ ساں میں بیقرار

آفتابِ عقل کو مجھ سے ملی ہے روشنی
ماہتابِ معرفت مجھ سے ہوا ہے نور بار

ہوں ازل کی مملکت کا پادشاہِ کامراں!
ہیں ابد کے شہرِ پُراسرار کا ہوں شہریار

ہے نظر مخلوق کی میری نگاہِ لطف پر
آسمانِ دوسرے پر ہوں میں مہرِ اقتدار

"کُن" زبانِ ترجمانِ حق سے میں کہہ دوں اگر
آنِ واحد میں ہوں پیدا ماسوا ایسے ہزار

روزِ روشن کا ہے چہرہ مجھ سے رشکِ آفتاب
گیسوئے عنبر فشانِ شب ہیں مجھ سے مشکبار

رزق برساتا ہے میرے لطف و احساں کا سحاب
مجھ سے ہے سیرابِ روز و شب زمینِ روزگار

صاف ہے میری نظر کے سامنے لوحِ قضا
علم ہے ہر چیز کا مجھ کو بفضلِ کردگار

مصحفِ کونین کی میں بے بدل تفسیر ہوں
ہوں کلامِ ناطقِ حق، حجّتِ پروردگار

قادرِ مطلق کو ہے مجھ سے محبّت اس قدر
ہے مجھے نظم و نسق پر ماسوا کے اختیار

گنجِ اسرارِ خفی کا ہوں میں یک دانہ گہر
کنزِ بے پایانِ مخفی کا ہوں دُرِّ نور بار

بحر و بر کے موتیوں کی ختم ہے جس پر چمک
ہوں نبوّت کے سمندر کا وہ دُرِّ آبدار

چل رہے ہیں حکم سے میرے نجومِ آسماں
دستِ قدرت میں ہے میرے گردشِ لیل و نہار

ہے مجھے ہر شے پہ قدرت سب صحیح ہے اور درست
تُو سزاوارِ کرم لیکن نہیں ہے زینہار

نشرِ وحدت میں دکھائیں تُو نے طرفہ جدتیں
بن گئے معبود تیرے دلبرانِ گلعذار

تُو سمجھتا ہے مجھے اپنی طرح عاصی بشر
ہے وفورِ حزن سے میرا گریباں تار تار

فہم و ادراک سے باہر ہے بشریت مری
ہے منوّر جس سے عالم ہوں وہ نورِ کردگار

سب مسلماں ہیں شکارِ تفرقہ باہمدگر
تیرے گلزارِ اخوت کی نرالی ہے بہار

تُو نے عالم میں بچھایا زہد کا دامِ فریب
عمرِ فانی کو سمجھ رکھا ہے تُو نے پائیدار

محض دکھلاوا ہیں تیرے حج او صوم و صلوٰۃ
ہے ترا دل گلشنِ نام و نمائش کی ہزار

سنگِ اسود ہے تجھے سنگِ رہِ شعلہ جبیں
کعبۂ اعظم ہے تجھ کو آستانِ کوئے یار

خود عمل پیرا کبھی ہوا اے واعظِ امر و نہی
تُو نے بیگانوں میں مجھ کو کر رکھا ہے شرمسار

جب مرے اعمال کا تجھ میں نہیں نام و نشاں
میں ترا کیونکر رہوں ... عبث ہے ننگ و عار

غیر بازی لے گئے ہیں عزم و استقلال سے
بخت ان کا یار ہے تقدیر انکی غمگسار

بامِ عزت پر بٹھایا ہے انہیں امت نے اب
کر دیا ہے یاس و حرماں نے تجھے رسوا و خوار

اب تو چپہ بھر زمیں حاصل نہیں تجھ کو کہیں
تُو نہ پائے گا خرابہ انچ بھر بہرِ مزار

کس طرح طوقِ غلامی کو اتارے تو ابھی
ہے کہیں تجھ کو وہ مال اللہ گھر سے خوشگوار

ٹھوکروں سے دور پھینکیں کیوں نہ تجھ کو اہلِ درد
ایک کنکر ہے تو انکے راستے پر ناگوار

کہہ رہا ہے حال تیرا یہ زبانِ حال سے
تیرے استقبال کے دامن میں ہے گرد و غبار

وہ خس و خاشاک سے سب بن گئے ہیں کیمیا
بن گیا ہے تو مئے خورتاب سے شمعِ مزار

کیا اسی کا نام ہے پرہیزگاری. اتقا
دل تڑپتا ہے بتِ عصیاں پہ تیرا برق وار

ہے سندِ علم تیرا رہبرِ راہِ غلط!
ہے رہِ بے راہ پر تیرے عمل کا راہوار

ہوگا آخر تیرے حق میں ایک دن حکمِ بزن
دیکھتا ہے تجھ کو جلادِ حوادث بار بار

ہوگا سلطانِ شریعت کا تو جب فرماں پذیر
میں بتاؤں گا تجھے کون و مکاں کا تاجدار

پیکرِ زہد و صفا بن جائے تیرا دل اگر
مٹ نہیں سکتے مٹانے سے تیرے نقش و نگار

ملتِ بیضا کو دو پیغام اے گوشہ نشیں
ہے مراداتِ دو عالم کا شریعت پر مدار

اسلام کا دیروز

(۱)

بو البشر درگاہِ حق سے جب ملا ہم کو لقب
کچھ ٹھکانا ہی نہ تھا اپنے دلِ مسرور کا

سر ہمارے سامنے کروبیوں نے خم کیا
اللہ اللہ کیا تجلی تھا رخِ پُر نور کا !

ہم رُخِ فردوس پر تھے غازۂ حسن انتما
دل تڑپتا تھا ہمارے دیکھنے کو حُور کا

ہم وصالِ یار سے تھے بہرہ ور شام و سحر
سامنے آنکھوں کے رہتا گویا جلوہ طور کا

تھی زباں نا آشنائے نالۂ روزِ فراق
دل نہ تھا محرم کبھی آہِ شبِ دیجور کا

آنکھ مخمورِ طرب تھی دل تھا سرمستِ نشاط
نام بیگانہ تھا بزمِ عیش سے رنجور کا

دل سلیم اور نفس تھا فضلِ خدا سے مطمئن
ہول تھا محشر کا ہم کو اور نہ کھٹکا صور کا

خالقِ ارض و سما کے تھے فقط محکوم ہم
جوہرِ آزادگی سے کب رہے محروم ہم

(۲)

جب بتانِ آذری پر تھے فدا باطل پرست
حق پرستوں کے رہے ہم رہنما اور پیشوا

خلق پر ظاہر کیا ہم نے بتوں کو توڑ کر
وہ نہ تھے قادر توانا، خالقِ ارض و سما

اہلِ باطل کا نہ تھا دل میں کبھی خوف و ہراس
کام جو کرنا تھا ہم نے بے محابا کر دیا

جاں نثاری تھا ہمارا مقصدِ عینِ حیات
سرفروشی تھا ہماری زندگی کا مدعا

زینتِ باغِ بقا تھا روح کا مرغِ سحر !
گرچہ ظاہر میں ہمارا جسم تھا وقفِ فنا

دل ہمارا بادۂ حبِ خدا سے مست تھا
بے خودی نے کر رکھا تھا بے خبر از ما سوا

ہم تہِ تیغ جفا دیتے رہے پیغامِ حق
تھی زبانِ حق ہمارے عزم کی مدحت سرا

عشقِ حق کی آگ تھی دل میں ہمارے شعلہ زن
کر دیا آتش کو جس نے گلستانِ خوشنما

آتشِ سوزاں سے لرزاں ہو کہاں اُنکا جگر
سوزِ عشقِ حق سے جلکر راکھ جن کا دل ہوا

کود پڑتے تھے خدا کا نام لیکر آگ میں
ہم جہاں کے مقتدا تھے اور خلیل کبریا

کب ہمارا نام ہوتا زینتِ لوحِ دوام — گر روا رکھتا نہ باطل ہم سے یہ جور و جفا
کہدیا سچ۔ گو رہے ہم تختۂ مشقِ ستم — تھا ہمارا دل ہمیشہ خوگرِ رنج و بلا!
ہو گئے اپنے پسر کے ذبح پر تیار ہم — جاں ڈری اس امتحاں میں اور نہ دل ڈرکا ذرا
دامِ فرمانِ قضا کے تھے ہمیشہ ہم اسیر — تھے ازل کے روز ہی سے ہم گرفتارِ رضا
دو جہاں کی برتری جس سے ملے انسان کو — ابتلا ہے ابتلا ہے، ابتلا ہے ابتلا
تھا شرفِ تعمیرِ بیت اللہ کا حاصل ہمیں — جو خدا کی سب خدائی کا ہے واحد رہنما

خالقِ ارض و سما رہتا تھا ہم پر مہرباں
تھے نگاہوں میں ہماری ہیچ شاہانِ جہاں

(۳)

حسنِ سیرت میں نہ تھا اپنا کوئی ثانی کہیں — نازِ کنعاں تھا ہمارا خوبیٔ صورت سے نام
چرخِ عظمت پر رہے تاباں مثالِ آفتاب — جھک گئے انجم ہمارے سامنے بہرِ سلام
مانتے تھے خویش و بیگانہ ہماری برتری! — ہم بحکمِ خالقِ اکبر تھے سردارِ انام
ہم کفیل و منتظم تھے عالمِ اسباب کے — تھا ہمارے دم سے قائم ملکِ عالم کا نظام
ہم گلستانِ شریعت کے گلِ شاداب تھے — عطر سے لبریز تھا ہم سے طریقت کا مشام
ہم فنا فی اللہ کی مسند پہ تھے جلوہ فروز — تھا ہماری زندگی کا ہر نفس رشکِ دوام
ہم گلِ تازہ تھے جس گلزارِ جاں افروز کے — اس کا ہر تختہ تھا رشکِ روضۂ دارالسلام
مصر کے زنداں میں ہم گرچہ رہے برسوں اسیر — تھا ہمارے واسطے وہ حکمرانی کا پیام
ہو سکا ہم پر زلیخا کا نہ حیلہ کارگر — کردیا بیکار ہم نے اس کی عیاری کا دام
زیرِ پہلو دل لرزتا تھا خدا کے خوف سے — نفسِ امارہ پہ اپنی حکمرانی تھی مدام

مصر کی فرمانروائی نے لئے اپنے قدم | تھے ہمیں چرخِ حشم پر غیرتِ ماہِ تمام

مستتر رنج و بلا میں زندگی کا راز ہے
ابتلا مضراب ہے اور زندگانی ساز ہے

(۴)

نام تھا مشہورِ عالم موسئِ دریا شگاف | تھا ہمارے زیرِ قبضہ قلزمِ کون و مکاں
گو ہمارے درپئے آزار تھا فرعونِ مصر | ہوگئے بیکار اس کے خنجر و تیر و کماں
بن گئی گہوارہ اپنا نیل کی ہر ایک موج ! | ہم کو گردابِ حوادث سے نہ پہنچا کچھ زیاں
ہم پہ خالق نے کیا تھا اس قدر اپنا کرم | قصرِ فرعوں بن گیا اپنے لئے دارالاماں
تختِ سلطانی سے بہتر تھا ہمارا بوریا | عرشِ اعظم سے کہیں اونچا تھا اپنا آستاں
تھے ہمارے عزم پر جاں سے فدا اہلِ فلک | تھے جوانمردی و ہمت پر فدا اہلِ جہاں
عرصۂ اتمامِ حجت میں رہے ہم سر بکف | بے دھڑک ہنگامۂ باطل میں تھی توحید خواں
تیغِ باطل سے نہ لرزاں تھا کبھی اپنا جگر | حق پرستی کی یہاں تک دل میں تھی تاب و تواں
دل کے دامن کو بچھا دیتے وہیں جوہر شناس | جب کبھی ہوتا صدف اپنی زباں کا دُرفشاں
ہم پئے خلقِ خدا تھے راہنما اور پیشوا ! | کشتیِ خلقِ خدا کے ناخدا تھے بیگماں
ہم کو حق سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا | ہم کلیم اللہ تھے اور قبلۂ اہلِ جہاں
جانتے تھے عالمِ امکاں کے اسباب و علل | تھا دلِ آگاہ اپنا محرمِ رازِ نہاں
جب زمینِ شور پر ہم مارتے اپنا عصا | چشمہ ہائے آبِ شیریں پھوٹ کر ہوتے رواں
جس نے چاہا تھا مٹا دے ہم کو لوحِ دہر سے | اُس کا اپنا ہی نہ دنیا میں رہا نام و نشاں

طاعتِ خالق پہ تھا اپنے حشم کا انحصار

تھا ہمارے رہبری پر حکمرانی کا مدار !

(۵)

عیسئ گردوں نشیں تھا نام اپنا دہر میں ! — ہم جہاں کے واسطے تھے حجت پروردگار
تھی ہمارے دم سے قائم رونقِ بزمِ جہاں — ہم عروسِ دہر کے چہرے پہ تھے دلکش نگار
ہم خدا کے حکم سے گہوارہ میں گویا ہوئے — جو نبوت اور رسالت کا نشاں تھا آشکار
منکروں کو دی براہین و دلائل سے شکست — ہم تھے استدلال کے عرصہ میں یکتا شہسوار
رشکِ مجنوں ہم رہے تبلیغ حق کے دشت میں — تھا گریباں شدتِ دیوانگی میں تار تار
جی اُٹھے مُردے صدائے قم باذن اللہ سے — قدرت حق کو کیا ظاہر ہمیں نے بار بار
بُت پرستی مٹ گئی لوحِ جہاں سے سر بسر — چھا گئی باغِ جہاں پر حق پرستی کی بہار
ہم سُناتے تھے جہاں والوں کو وحدت کا پیام — پھول تھا اپنے لئے دشت و جبل کا خار خار
شوق سے کرتے تھے طے ہم منزلوں پر منزلیں — سر میں تھا صبح و مسا صہبائے مقصد کا خمار
محوِ سودائے عمل تھے قیس کی مانند ہم — ہم سمجھتے تھے اجل کو لیلئے محمل سوار
تھا ہمارا اتقا مخلوق میں ضرب المثل — رونقِ باغِ تجرد ہم تھے ہمرنگ بہار
ہم رہے صہبا کشِ ذوقِ تگ و دو رات دن — تھے خراباتِ تساہل کے نہ ہرگز بادہ خوار
جز وصالِ شاہدِ حق کچھ نہ تھا پیشِ نظر ! — اِک تمنا تھی ہماری ایک یارِ غمگسار
تھا دلِ روشن ہمارا غیرتِ شمعِ کلیم — جاں نثار ہم پر رہا کرتے تھے بیشمر پروانہ وار
مسندِ چرخِ چہارم پر ہوئے جلوہ فروز — تھا فلک والوں کو مدت سے ہمارا انتظار

جو رہے ثابت قدم حکمِ خدا کی راہ پر
حافظ و ناصر ہے اُن کا خالقِ جن و بشر

(۶)

ل

اہلِ یثرب کو کئی صدیاں گذر جانے کے بعد
زیبِ بزمِ عالمِ امکاں ہوئے جس روز ہم
اہلِ عالم نے ہمیں مانا امین و پاک باز!
بزمِ گیتی میں اگر ہوتے نہ ہم جلوہ فروز
کیوں نہ ہوتا دل ہمارا محرمِ رازِ نہاں
تھی زباں اپنی گُل افشاں نغمۂ توحید سے
گوہرِ رحمت سے ہم نے اسکا دامن بھر دیا
ہم زمانے کے افق سے مہرِ حق بنکر اُٹھے
عدل اور انصاف کی وہ گرم بازاری ہوئی
روئے ہفت اقلیم سے داغِ غلامی اُٹھ گیا
شیرِ مردم خوار نے کی خوئے آہو اختیار
مردم آزاری عدم میں سو گئی منہ ڈھانپ کر
جابجا سکہ بٹھایا راحت و آرام نے

ساغرِ نو میں پلائی ہم نے صہبائے کہن!
گر پڑے بتخانہ کے بل تھے جو محوِ حیرت مرد و زن
تھی روش مقبول اپنی اور پسندیدہ چلن
ہستیِ کونین ہوتی اور نہ یہ دورِ زمن
تھا ازل کا شہرِ پُر اسرارِ حُب اپنا وطن
خارزارِ ماسوا تھا رشکِ گلزارِ عدن
از پئے ایماں تھا جس نے صدق سے کھولا دہن
ہو گئی کافورِ ماہِ کفر کی ضو اور پھبن
بن گئے غمخوارِ انساں جو رہے شہ راہزن
صورتِ عنقا ہوئے گم طوق و زنجیر و رسن
بن گیا دشتِ اسد کوہِ غزالانِ ختن
اژدرِ خونخوار نے چیونٹی کا پہنا پیرہن
ہوگئے آفاق سے کافور آلام و محن

بندۂ آقا کا ہم نے کر دیا دُور امتیاز
ایک دسترخوان پر بٹھلائے محمود و ایاز

ب

ہم زمانے میں حبیبِ کبریا مشہور تھے
خالقِ ارض و سما نے یہ کیا ہم پر کرم

تھے ہمیں الطافِ خدا سے رحمۃ للعالمین
ہم پہ دائم مہرباں تھا خالقِ لوح و قلم

اِک اشارے سے دو ٹکڑے کر دیا ہم نے قمر
مسندِ توقیر و عظمت پر رہا اپنا قدم

رجعتِ خورشید سے عالم پہ روشن ہوگیا
کس قدر تھے خالقِ کونین کے محبوب ہم

عزم و سربازی کے میداں میں رہے ہم رہنما
سر ہوا در پہ ہمارے رستمِ دوراں کا خم

ہو گئے شیخ و برہمن دامِ طاعت میں اسیر
تھے قلمرو میں ہماری مدتوں دیر و حرم

تھا رگ و پے میں رواں شوقِ شہادت کا لہو
ہم بنا دیتے تھے مقتل گاہ کو باغِ ارم

راہِ حق میں موت تھی اپنی نظر میں زندگی
ہست سے محبوب تھا اپنی نگاہوں میں عدم

نعرہ اللہ اکبر جب کیا ہم نے بلند
گر پڑے تھرا کے دستِ کفر سے تیغ و علم

دلق پوشانِ اخوت کے حشم کو دیکھ کر
رہ گئے حیران و ششدر اہلِ سیف اہلِ قلم

رزمگاہِ نشرِ حق میں جب ہوا چھلنی بدن
ہم نے اِن زخموں کو سمجھا گنجِ دینار و درم

جو زبانِ ترجمانِ حق سے ہم نے کہہ دیا
تھا وہ ہر پہلو میں ارشادِ خدائے دوسرا

اسلام کا امروز

عزتِ آبا۔ وقارِ رفتگاں نامِ سلف
کھو چکے ہیں ہم سبھی۔ باقی اب انکی یاد ہے

دل ہمارا جو ہمیشہ کعبۂ توحید تھا
شرک کے اصنام سے اب سربسر آباد ہے

کاش ہم چشمِ بصیرت کھول کر دیکھیں کبھی
کفر کے ہاتھوں سے ہم پر کس قدر افتاد ہے

جان و دل سے ہم ہوئے ہیں عمر بھر جس پر فدا
پیکرِ جور و جفا ہے سنگ دل جلاد ہے

عقل و دانش سے معرا ہو گئے ہم اس قدر
باغباں سمجھے ہوئے ہیں اسکو جو صیاد ہے

لوحِ دل سے مٹ رہا ہے نقشِ ایماں دمبدم
اہلِ باطل کے ستم سے اے خدا فریاد ہے

زالِ گیتی کو سمجھتا ہے عروسِ دلفریب
عقل سے یہ دل ہمارا کس قدر آزاد ہے

طائرانِ گلستاں کی خامشی کو دیکھ کر
دم بخود کنجِ قفس میں بلبلِ ناشاد ہے

ہو گیا ہے تنکا تنکا نذرِ تاراجِ خزاں
ہم پہ طرفہ گردشِ ایام کی بیداد ہے

رحم آتا ہے ہمارے حال پر اغیار کو
کس قدر حالت ہماری اِن دنوں ناشاد ہے

ہے تمنا موت کی وہ بھی مگر آتی نہیں
موت سے بدتر ہماری زندگی ہے بالیقیں

اسلام کا فردا

ہم پہ یہ افسردگی غالب رہی یونہی اگر !
رنگ لائے گی ہماری ناتوانی ایک دن

کوئی ڈھونڈے سے نہ پائیگا نشاں اپنا کہیں
یہ کرے گا قہر دورِ آسمانی ایک دن

رشکِ ویرانہ ہماری بستیاں ہو جائیں گی
اِن پہ ہوگا بُوم محوِ نوحہ خوانی ایک دن

بوستانِ زندگی ہو جائیگا نذرِ خزاں
تلخ ہو جائے گی اپنی زندگانی ایک دن

کر دیا جُبن و تساہل کو اگر ہم نے سلام
ہو گی مخلوقِ خدا پر حکمرانی ایک دن

ہم بنائینگے جہاں کے باغ کو رشکِ جناں
اس طرح اس کی کرینگے باغبانی ایک دن

ہوینگے منظورِ نظر ہم خالق و مخلوق کے
ہر طرف ہوگی ہماری قدردانی ایک دن

درد دل سے جو تمہیں گوشہ نشیں نے کہہ دیا
قوم خفتہ۔ یہ ہے تیرے واسطے بانگِ درا

غزلیات

(۱)

عرصہ ہوا ہے یار کو مہماں کئے ہوئے
نظارۂ تبسمِ پنہاں کئے ہوئے

ہوگا رخِ بہار کا نظارہ جمال
داغوں سے دل ہیں تنگ گلستاں کئے ہوئے

کل تک تھے جنکے زیب بدن اطلس و حریر
پھرتے ہیں آج جسم وہ عریاں کئے ہوئے

بیٹھا رہیگا صورتِ بسمل تو کب تلک
دل پائمالِ فرقتِ جاناں کئے ہوئے

اُٹھ اور دیکھ۔ کلبۂ تاریک کے مکیں
اغیار ہیں گھروں کو چراغاں کئے ہوئے

مثلِ خلیل حکمِ خدا پر ہو مستعد
دل اشتیاقِ ذبح میں شاداں کئے ہوئے

ممکن نہیں کہ محفلِ جاناں میں ہو گذر
جز احتمالِ سختیٔ درباں کئے ہوئے

کیوں اتنا بیخبر ہے کہ مدت گذر گئی
غیرت سپردِ گردشِ دوراں کئے ہوئے

جلادِ چرخ سر پہ ہے اور تو ہے بیخبر
دل آشنائے غمزۂ خوباں کئے ہوئے

کہتے ہیں لوگ جب تجھے دلدار اے صنم
سیدؔ کو کس لئے ہے پریشاں کئے ہوئے

(۲)

تجھے گھر ملا تو کہاں ملا۔ مرے دل کے سوز و گداز میں
مرے دردِ دل کو سکوں ملا ترے لطفِ بندہ نواز میں

میں گناہ گار ہوں اسقدر کہ جگر لرزتا ہے دم بدم

نہ اثر ہے میری نماز میں نہ خلوصِ دل ہے نیاز میں
کریں کس پہ دولتِ دل فدا نہیں کس کے کوچے کے ہم گدا
کہ نشانِ مہر و وفا نہیں ہے کسی بھی محرمِ راز میں
تپ ہجر۔ دردِ دل و جگر۔ دمِ سرد۔ آہ و فغاں ۔ الم !
غمِ جانگداز و ستم کشی۔ یہ ملے گا عشقِ مجاز میں
ہے رکوع میں یادِ صنم تجھے۔ ہے خیالِ یار سجود میں
مجھے تو خدا کے لئے بتا کہ ہے محو کس کی نماز میں
نہ تو عشق میں ہیں صداقتیں۔ نہ رہی ہیں پاک محبتیں
ہیں اسیرِ دامِ ہوس سبھی قیدِ حلقۂ آز میں
تو کسی کو نغمۂ رازِ دل نہ سنا کہ ہوگا ذلیل تو !
کہ وہ راگ عیب سے پاک ہے جو نہاں ہو پردۂ ساز میں
گلِ لالہ نے لیا مجھ سے وہ۔ گلِ لالہ سے لیا ماہ نے
جو ملا تھا داغِ جگر مجھے غمِ ہجرِ شاہِ حجاز میں
ہو کبھی تو سیدِ نیم جاں پہ نگاہِ لطف و کرم تری
کہ تڑپ رہا ہے وہ دیر سے ترے دامِ زلفِ دراز میں

(۳)

طمانچوں پر طمانچے موجِ دریا کے جو کھاتے ہیں
وہ آخر کار لاکھوں گوہرِ شاہوار پاتے ہیں
بری صحبت میں جو برباد کر دیتے ہیں عزت کو
وہ نام و ننگ پر اسلاف کے بٹا لگاتے ہیں
اگر مسجد میں جانے سے لگے الزام اور تہمت
وہاں پھر نمازِ حق کہاں خوددار جاتے ہیں

جو ہو کر بے سر و ساماں گزاریں عمر عزت سے
سبق وہ معجز رسی کا اہلِ عالم کو پڑھاتے ہیں

نہیں زیبا تجھے چاہِ تعصب میں پڑے رہنا
کہ ملت کا ستوں اہلِ تعصب ہی گراتے ہیں

جو کر لیتا ہے عصیاں سے خلوصِ قلب سے توبہ
کرامٌ کاتبیں اسکے گناہوں کو مٹاتے ہیں

مسلمانوں میں جو قصرِ اخوت کی بنا رکھیں
وہ اپنے واسطے خلدِ بریں میں گھر بناتے ہیں

جو تصویرِ اجل کو دل کے آئینے میں تکتے ہیں
گناہوں کے کہاں نزدیک وہ بھولے سے جاتے ہیں

جو حاکم پارسا ہیں اور خدا سے ڈرنیوالے ہیں
وہ نیکی۔ عدل اور انصاف کا سکہ بٹھاتے ہیں

گزاریں یادِ مولا میں جو عمرِ چند روزہ کو
وہی لطفِ وصالِ یار ہر لحظہ اٹھاتے ہیں

جنہیں غصہ کے ہے انجامِ بد کا تجربہ حاصل
وہ گہری قبر میں اس دشمنِ جاں کو دباتے ہیں

کہاں رشوت ستانوں کو سخاوت فائدہ دیگی
کہ مالِ غیر کو وہ روزِ روشن میں چراتے ہیں

عجب کیا ہے کہ خود محکوم ہو جائیں ستم جھیلیں
وہ حاکم جو کہ مخلوقِ خدا پر ظلم ڈھاتے ہیں

بہادر وہ نہیں ہیں جو کسی پر ظلم کرتے ہیں
بہادر وہ ہیں جو خلقِ خدا پر رحم کھاتے ہیں

حقیقت میں وہ دیتے ہیں ثبوت اپنی غریبی کا
کسی کی خوش نصیبی پر جو اپنا دل جلاتے ہیں

جو نظم و نثر سے اصلاح کرتے ہیں زمانہ کی
حیاتِ جاوداں کا رنگ عالم میں جماتے ہیں

(۴)

وقتِ عزلت میں اگرچہ صرف سارا ہو گیا
نام شرق و غرب میں روشن ہمارا ہو گیا

جب سنا پیکِ قضا سے ہم نے حکمِ انتقال
زندگی کا رازِ پنہاں آشکارا ہو گیا

ہو گیا حاصل وصالِ شاہدِ قدسی ہمیں
عشق میں جب دل ہمارا پارا پارا ہو گیا

ہو گیا جب مغفرت کا مردِ مومن کو یقیں
پھر اسے ہر حال میں مرنا گوارا ہو گیا

ناخنِ دستِ جنوں ہے دمبدم محوِ خراش
دل کے زخموں کا ہمارے خوب چارا ہو گیا

اڑ گیا جب آہِ دل کے ساتھ دل کا ایک داغ — مہرِ انور سامنے اس کے شرارا ہو گیا
خاک ہیں شعلہ رخوں کے ہاتھ سے وہ مل گئے — پانی پانی جن کے آگے سنگِ خارا ہو گیا
پھونک دیگا ہر بشر میں ذوقِ سربازی کی روح — عاشقِ جانباز گر زندہ دوبارہ ہو گیا
جب سکندر نے رکھا میدانِ ہمت میں قدم — بے نشاں یکسر نشانِ ملکِ دارا ہو گیا
جب سے بابِ میکدہ مخلوق پر کھولا گیا — نام رندوں میں اُسی دن سے ہمارا ہو گیا

(۵)

کھول آنکھ کہ خورشیدِ درخشاں نکل آیا — آخر ہوئی شب صبح کا ساماں نکل آیا
بے فکر پہنچ جاتے بشر ملکِ عدم میں — رستے میں مگر شہرِ خموشاں نکل آیا
دوزخ میں چلے جائیں گے کیا حضرتِ واعظ — جنت بھی اگر کوچۂ جاناں نکل آیا
اے دل غمِ جاناں میں مبارک تجھے مرنا — لے دیکھ ترے لینے کو رضواں نکل آیا
دل اور جگر بہ گئے صورت میں لہو کی — یہ اشک نہ تھے خون کا طوفاں نکل آیا
جس نے کسی بیکس کو کیا بے سروساماں — وہ قبر سے محشر میں پریشاں نکل آیا
افسردہ دلی چھائے گی پھر اہلِ فلک پر — کامل جو زمیں پر کہیں انساں نکل آیا
سو بار مرا زخم ہوا طالبِ مرہم — ہر بار مداوا کو نمکداں نکل آیا

(۶)

دولتِ عظمیٰ ملے جس کو دلِ بیدار کی — اس کو کب حاجت رہے گی گنجِ گوہر بار کی
دیکھ کر میخانۂ عالم کی رنگ آرائیاں — مست اور مدہوش رہتی ہے نظر ہشیار کی
دل اسی معشوقِ یکتا سے لگانا چاہیے — قدر ہو جس کی نظر میں عاشقِ بیمار کی
بلکہ ہو علم و عمل میں سرسبز تیرا وجود — منحصر اس پر ہے عزت جبہ و دستار کی

آنکھ ہو بیدار جس کی چشمِ نرگس کی طرح
خار میں اس کو نظر آئے جھلک گلزار کی

اس کا پتّا پتّا ہے اہلِ نظر کو دلفریب
گلشنِ کون و مکاں دکّاں ہے جس عطار کی

محوِ حیرت ہیں ملائک ۔ دنگ ہیں جن و بشر
دیکھ کر تعمیرِ عالیشان اس معمار کی

اشرف المخلوق کہلانے کے تو قابل نہیں
ہم نوائی گر نہیں کردار سے گفتار کی

عاشقانِ بارگاہِ کبریا کے واسطے
سیر کیا فرحت فزا ہے وادیٔ پُرخار کی

حق بدل دیتا ہے آئیں اپنے پیاروں کیلئے
یار کو منظور ہو کیوں کر نہ خاطر یار کی

مردِ غافل سے نہ پورا ہو سکا عہدِ الست
کیوں بھلا دی اس نے ساعت دلیلِ قرار کی

دل کا آئینہ مکدّر ہے ہوس کے زنگ سے
کیا حقیقت کھل سکے گی عالمِ اسرار کی

قوت و حکمت میں پنہاں ہی جہانبانی کا راز
یہ مسلّم بات ہے حاجت نہیں اظہار کی

(٧)

سُن گوشِ خرد سے کہ مری بات کھری ہے
کھول آنکھ میسّر جو تجھے دیدہ وری ہے

جب محشرِ آتش ہو بپا اہلِ جہاں میں
جو اس کے بجھانے کو بڑھیگا وہ جری ہے

تُو جس کو سمجھتا ہے بتِ حور شمائل
ہے دیو حقیقت میں بظاہر وہ پری ہے

وہ شاخ بھی ہو جائیگی عصیاں سے تری خشک
جو دیکھنے میں دُور سے تازہ ہے ہری ہے

اقوامِ جہاں صاحبِ دیہیم و حشم ہیں
قسمت میں مسلمانوں کے دریوزہ گری ہے

بھیڑوں کی طرح رام کبھی شیر نہ ہوتا
پاؤں میں اگر بھوک کی زنجیر پڑی ہے

کام آنا وطن والوں کے پردیس میں رہ کر
یہ حُبِّ وطن ملکِ سلیماں سے بڑی ہے

(٨)

مٹ گئے وہ جو تجھے آئے مٹانے مسلم
دب گئے وہ جو تجھے آئے دبانے مسلم

ہو گیا تیرا گلستانِ اخوت ویراں
گل کھلائے ہیں تعصب کی ہوا نے مسلم

تھا صدا تاک میں مرغانِ چمن کی صیاد
لگ گئی آج ہوس اس کی ٹھکانے مسلم

اب تو شغلِ مے و مینا سے کنارہ کر لے
سرزنش کی ہے بہت تجھ کو حیا نے مسلم

گر لگد کوبِ زمانہ سے نہ بیدار ہوا
پھر قضا ہی تجھے آئے گی جگانے مسلم

جاگنا خوابِ عدم سے نہ کبھی گوشہ نشیں
قلبِ پُر داغ کو آیا ہے دکھانے مسلم

(۹)

میں کیا ہوں بارگاہِ رسالت مآب میں
ہوں ایک ذرّہ جلوہ گہِ آفتاب میں

اے ہوشمند دل کی نواریزیوں کو سُن
کیا ڈھونڈتا ہے نغمۂ چنگ و رباب میں

گر چشم وا ہو جلوۂ دلبر ہے آشکار
پروانے سے ہو شمع بھلا کب حجاب میں

مسجد میں جائیں کس طرح ہم میکدہ کو چھوڑ
عکسِ رُخِ نگار ہے جامِ شراب میں

یارب ہو خیر توبہ رندانِ مست کی
ہے بیخودی غضب کی نمایاں سحاب میں

خورشید کی سے ہے فطرتِ عالی کی یہ دلیل
ہے داغ کا نشاں جو دلِ ماہتاب میں

پیری میں وقفِ نالۂ حسرت رہیں گے وہ
جو خندہ زن ہیں حکمِ خدا پر شباب میں

طے کر گیا منازلِ ہستی سمندِ عمر
پاؤں بھی رکھنے پائے نہ تھے ہم رکاب میں

ہر لحظہ پھول پہ ہے صبا کا نیا اثر
میں بھی نگاہِ لطف سے ہوں انقلاب میں

خلقِ خدا پہ کرتا نہیں رحم جو بشر
محشر میں بھی رہے گا خدا کے عتاب میں

(۱۰)

مشقت سے جسے بیزار دیکھا
اسے بدکار یا بیمار دیکھا

گذاری میکدہ میں عمر ساری
جسے دیکھا یہاں ہشیار دیکھا

ملا جس کو ازل سے گنجِ عرفاں — اسی کو اصل میں زردار دیکھا
بُجھایا آنکھ پر ہم نے قضا کو — رضا کو جب انیس و یار دیکھا
وہ پامالِ عدو ہوگا جہاں میں — جسے احباب سے بیزار دیکھا
تفاوت ہے بہت علم و عمل میں — اُسے گفتار اسے کردار دیکھا
ملا گوشہ نشیں کو سینکڑوں بار — کسی نے گر اسے اک بار دیکھا

(۱۱)

تجھ پر اگر خدا کے کرم کی نگاہ ہے — دنیا کا قید خانہ تجھے عیدگاہ ہے
ہے جلبِ زر ہی تیرے اگر مطمحِ نظر — در اصل تو فقیر ہے گو بادشاہ ہے
اُس مرغ کو جو بیضۂ زر دے نہ ذبح کر — ورنہ ترا حشم بھی کسی دن تباہ ہے
حرفِ غلط کی طرح مٹے گا ستم شعار — مصروفِ عیش گرچہ وہ شام و پگاہ ہے
یکساں سمجھ رعایا کو سن گوشِ ہوش سے — لوٹے مرادِ دل کی یہی ایک راہ ہے
گر درد مند دل سے کروں شکوہ و گلہ — تو ہی بتا کہ کونسا اس میں گناہ ہے
جو بادشاہ ظلِ الٰہی عمل میں ہو — گوشہ نشیں کے دل میں بہت اسکی چاہ ہے
احکامِ دیں کو رائے سے اپنی جو دے بدل — اُس پر خدا کے قہر و غضب کی نگاہ ہے
عیش و نشاط کے لئے بنتا ہے جو فقیر — ابلیس اس کی رات دن پشت و پناہ ہے
اولاد تک کو کر دیا قربانِ راہِ یار — کرب و بلائے عشق کی یہ رسم و راہ ہے

مردانِ خدا

دیکھ پائے تو اگر سیلابِ اشکِ اولیا — بھول جائے گا فسانہ نوح کے طوفان کا

واقفِ اسرار ہیں اور محرمِ رازِ نہاں — سامنے اُن کے جھکا دیتے ہیں سر کروبیاں
دانہ ہائے سبحہ کی زینت ہیں وہ شام و سحر — ہاتھ میں ان کے ہے گویا گردشِ شمس و قمر
گر نہالِ خشک پر ڈالیں کرم کی وہ نظر — شاخِ مردہ بھی نکالے کونپلیں جوں شاخِ تر

صنم پرستی

جو دل میں ہے وہ صاف کہوں خوف اگر نہ ہو — میرا بیانِ حال کہیں بے اثر نہ ہو
لے میں بتائے دیتا ہوں اسرارِ کیمیا! — حاصل جہاں میں خود تجھے گو سیم و زر نہ ہو
کہتے ہیں تجھ سے نبض شناسانِ روزگار — زلفِ صنم کے عشق میں آشفتہ سر نہ ہو
محوِ خیالِ وصلِ صنم تُو نہ ہو۔ اگر! — دل کو نہ اضطراب ہو۔ دردِ جگر نہ ہو
سودائے زلف کی نہ ہو۔ دیوانگی تجھے! — جس سر میں یہ جنوں رہے تیرا وہ سر نہ ہو
پیغامِ وصل میں نہیں ذلت ہے سربسر — کوئے صنم کی راہ کی تجھ کو خبر نہ ہو
گر عندلیب پھول کے کانٹوں کو دیکھ لے — نغمہ سرائے صحنِ چمن عمر بھر نہ ہو
گر خندہ ہائے زیرِ لبی پر نہ ہو نثار — تیرے نصیب گریۂ شام و سحر نہ ہو
جانا اگر تو کوچۂ جاناں میں چھوڑ دے! — درباں کا پائمال کبھی تیرا سر نہ ہو
گر تُو بتانِ شیریں سخن سے رہے گا دُور — فرہاد کی طرح تجھے تیشے کا ڈر نہ ہو
مژگانِ یار کے نہ ہو۔ تیروں کا گر ہدف! — تجھ کو تلاشِ مرہمِ زخمِ جگر نہ ہو
چشمِ ہوس سے دیکھے کسی کو اگر نہ تُو! — تیغِ نگاہ کا ترے دل پر اثر نہ ہو
مجنوں نہ ہو جو تُو کبھی لیلیٰ کے عشق میں — دستِ جنوں کا تیرے گریباں کو ڈر نہ ہو
عہدِ شباب نذرِ صنم تُو نہ گر کرے — خم ہو نہ تیری پشت میں ٹیڑھی کمر نہ ہو

حبِّ وطن گہر ہے۔ تو دل ہے ترا صدف
اے کاش یہ صدف کبھی تہی از گہر نہ ہو
حاصلِ خدا سے دیدۂ بینا ہو گر تجھے
عشقِ صنم میں دل ترا زیر و زبر نہ ہو
ہمت ہو گر بلند تری - [illegible]م ہو صمیم
نخلِ مرادِ دل ترا کیوں بارور نہ ہو
زاغ و زغن کے شور پہ دیتا ہے کان وہ
جو آشنائے نغمۂ مرغِ سحر نہ ہو
کہتے ہیں آفتاب جہاں تاب سب جسے
سپید کا دیکھنا کہیں داغِ جگر نہ ہو

خسرو اور فرہاد

فرہاد سے یہ خسروِ پرویز نے کہا!
تو ننگِ اہلِ عشق اور آوارہ حال ہے
تائب ہو میرے سامنے شیریں کی عشق سے
جوشِ جنون و غم تجھے جاں کا وبال ہے
سن کر دیا جواب یہ فرہاد نے اُسے
عاقل ہے تو نہ محرمِ اسرارِ حال ہے
جو ہو چکی ہے آرزو دل میں مرے مکیں
تدبیر ہیں اسی کی مرا یاں بال ہے
قسمت میں ہو وصال مری یا کہ موت ہو
شیریں کے وصل کا میرے دل میں خیال ہے
جو منزلِ مراد کی مرتا ہے راہ پر!
حاصل اسے نگاہِ خرد میں وصال ہے
صحرا میں جو سموم نمونہ سقر کا ہے
وہ عاشقوں کے حق میں نسیمِ شمال ہے
پتھر سے جو نکلتا ہے ذرہ سا اک شرار
عشاق کو وہ شعلۂ حسن و جمال ہے
دل دادگانِ نرگسِ بت کی نگاہ میں
ہر ایک ذرۂ دشت کا چشمِ غزال ہے
جس کا جگر ہے فرقتِ جاناں میں داغ داغ
حسنِ ازل کے رُوئے نکو پہ وہ خال ہے
اک کھیل جانتا ہوں میں تاج و سریر کو
جا کھیل ان کھلونوں سے تو خورد سال ہے
وہ عرش سے رکھیگا ہمیشہ بلند سر
نازِ خرامِ یار کا جو پائمال ہے

مرنے کا ذوق عاشقِ جاں باختہ سے پوچھ
جس کا ہمائے عشق کرے چرخ پر خرام
طوبیٰ سے سربلند رہے گا وہ تا ابد
کامل ہوں عشقِ یار میں اور بے زوال ہوں
فرہاد آج ہی نہیں شیریں کا شیفتہ
رازِ دوامِ نام سے جو آشنا ہوا
اظہارِ حق پہ عیب ہوا جانباز مستعد!
فریاد، رنج، ہجر، الم، درد دیکھ لے
شیریں کو کاش دیکھ لوں مرنے سے پیشتر
رکھتا ہے سیم و زر سے تو افلاک پر نظر!
راسخ رہوں گا عزم پہ میں تا دمِ حیات
دلدادہ ہوں میں اُس بتِ شعلہ عذار کا
ڈرتے ہیں سرفروش بھی تلوار سی کہیں
تیغِ ستم کے خوف سے جاناں کو چھوڑنا
اہلِ سخن کے کان میں ہاتف نے یہ کہا

الیاس و خضر کی بھی زباں جس میں لال ہے
کوتاہ دست اس کے لئے تیرا جال ہے
شیریں کے بوستاں میں جوادِ فی انہال ہے
مثلِ حباب تیرا حشم اور جلال ہے
روزِ الست ہی سے وہ دیوانہ حال ہے
گمنام اس کو کر سکے کس کی مجال ہے
پھر زہر اس کے واسطے آبِ زلال ہے
میرا ہر ایک حرف مصیبت پہ دال ہے
خلاقِ انس و جاں سے یہ اپنا سوال ہے
جامِ جہاں نما مجھے جامِ سفال ہے
آدم کی نسل کے لئے یہ نیک فال ہے
حسنِ زمانہ سوز میں جو بے مثال ہے
میری نظر میں ہیچ یہ تیرا جلال ہے
جانبازِ عشق کے لئے امرِ محال ہے
گوشہ نشیں کا دل نشیں طرزِ مقال ہے

غیب کا علم

شاہِ اکبر ایک دن زینت دہِ دربار تھا!
سامنے اس کے کسی رمّال کو لایا گیا
عرض کی خلقِ خدا کے دل کا ہوں میں رازداں
"جاؤ کل آنا" ہوا حکمِ شہِ عالی مکاں!

دوسرے دن آیا جب دربار میں ہرزہ سرا
حکم اس کے قتل کا جلاد کو شہ نے دیا

مضطرب ہو کر کہا مجھ سے ہوا ہے کیا قصور
ہو گئے ہیں آپ مجھ سے کس لئے اتنے نفور

شاہِ نکتہ آفریں نے یہ جواب اُس کو دیا
کر چکا تھا میں ارادہ دل میں تیرے قتل کا

رازِ دل ہوتا مرا تجھ پر اگر کچھ بھی عیاں
جان کے ڈر سے کبھی حاضر نہ ہوتا تو یہاں

کر دیا جلاد نے سر تیغ سے اس کا جدا
اہلِ دانش کے لئے ہے یہ سبق عبرت فزا

ہے کلامِ پاکِ حق اس امر کا عقدہ کشا
محرمِ اسرارِ دل ہے ذاتِ پاکِ کبریا

نماز

گم گشتگانِ راہ کی ہے راہبر نماز
تیغِ عتاب کے ہے مقابل سپر نماز

دل کی مراد پائے گا دونوں جہاں میں تُو
کرتا ہے پنجگانہ ادا تُو اگر نماز

ایمان دل کے باغ میں ہے خوشنما شجر
ہے اُس کا خوشگوار اور شیریں ثمر نماز

خالق درود پڑھتا ہے قرآں گواہ ہے
گویا خدا بھی پڑھتا ہے شام و سحر نماز

روزہ وہ دُر ہے جس کا نہیں ہمسر و عدیل
جس کا بدل نہ ہو سکے ہے وہ گہر نماز

جب گھیر لیں گی قبر کی تاریکیاں تجھے
آئے گی تیرے پاس بشکلِ قمر نماز

ذرہ کو رشکِ مہرِ منور بنا دیا
رکھتی ہے کیمیا سے بھی بڑھ کر اثر نماز

ہوگا نہ ہولِ حشر کا دل میں ترے گذر
تو پڑھ رہا ہے خوفِ خدا سے اگر نماز

باور نہ ہو تو طائرِ سدرہ سے پوچھ لے
رکھتی ہے کس بلا کے قوی بال و پر نماز

سیدا کی گوشِ ہوش سے اہلِ ہوس سنیں
بوس و کنارِ بُت سے ہے محبوب تر نماز

ہمّت (۱)

خیز اے سیلِ حوادث ہر چہ داری پیش آر
کشتیٔ دل ہست از بہرِ تو چشمِ انتظار

مرد ہو کر تجھ کو احساں ہی اٹھانا ہے اگر
برق سے تلوار لے اور آسماں سے لے سپر

ہے فروغِ شمعِ دولت سعیِ پیہم میں نہاں
تیری جولانگاہِ ہمت ہے یہ میدانِ جہاں

اہلِ ہمت کو نہیں سیلِ حوادث سے خطر
وہ سمندر سے گزر جاتے ہیں لہریں چیر کر

زیبِ پشتِ توسنِ ہمت ہے مردِ جاں نثار
عرصۂ فتح و ظفر کرتا ہے اس کا انتظار

بادۂ حق کو اسیرِ ساغر و مینا نہ کر
لذتِ نشہ اٹھائیں میکشانِ بحر و بر

اب تو اے غافل قدم میدانِ ہمت میں بڑھا
یہ جمود اور یہ سکوں کب تک یہ غفلت تا کجا

قیس کے دل میں نہیں ہے رستخیزِ اضطراب
ورنہ لیلےٰ نے اٹھا رکھا ہے چہرے سے نقاب

کر رہے ہیں طائرانِ آسماں کا سر قلم
اس سعادت سے مگر محروم ہے مرغِ حرم

قیس دامن کو اگر کر دے جنوں میں تار تار
اہلِ عرفاں کی نظر میں وہ رہیگا ہوشیار

گر تڑپ اُٹھی ہماری آہ کی برقِ تپاں
خرمنِ انجم ترا جل جائیگا اے آسماں

وہ نہ قطرہ بن جو ہو جائے تہِ دریا گہر
تو وہ ذرّہ بن جو ہو خورشیدِ تاباں چرخ پر

پھول کا دامن نہ جیب تک چاک ہو دیوانہ وار
بوئے گل دوشِ صبا پر ہو نہیں سکتی سوار

ان جوانمردوں کو گیدڑ بھبکیوں سے کیا خطر
جن کے پہلو میں رکھا ہو شیر کا دل اور جگر

کر سکے بیدار تجھ کو یک بیک گوشہ نشیں
تیرا بختِ خفتہ اے ہندوستاں ایسا نہیں

(۲)

لاکھ چمکیں انجم و مہ ۔ شمع و فانوس و چراغ
سامنے سورج کے گم ہو جائیگا ان کا سراغ

اہلِ ہمت کو ہے آبِ تیغ ہی آبِ حیات — وہ سمجھتے ہیں تفنگِ موت کو شاخِ نبات
جب اثر ہوگا تری آہوں میں اے گوشہ نشین — خانۂ دل کو ترے روشن کرے گا مہ جبیں
ہو نہ خائف ابتلا سے عزم و ہمت رکھ بلند — آسماں پر تجھ کو پہنچا دے گی جرأت کی کمند
میرے دل کو اے شہِ یثرب عطا کر دہ سپر — ہو سکے جس پر نہ تلوارِ حوادث کا اثر
بلبلِ دل کی ترنم ریزیٔ فرحت فزا — کیا ہوئی جس سے ابھی پرشور تھا گلشن ترا
چھا رہا ہے گو شعِ ملت پر خموشی کا سماں — حشر ڈھائیگا کسی دن اس کا یہ ضبطِ فغاں
غیر جامِ مے پیئیں اور ہم پیئیں خونِ جگر — پیرِ میخانہ کے ہے لطف و عنایت پر نظر
آسمانِ فتنہ گر کرتا رہے محشر بپا! — پر نہ نکلے تیرے لب سے بھول کر اُف کی صدا
یادِ حق، عشقِ نبی، ذوقِ عمل اور اتقا — ہائے کیا کیا تو نے نذرِ عشقِ جاناں کر دیا
ہو گئے ہیں آہ وہ بندِ غلامی میں اسیر — تھے سلاطینِ زمن جن کی نگاہوں میں حقیر
ہمتِ آبا تیری نذرِ تساہل ہو گئی — اب تری ہو گی انیس و یارِ دریوزہ گری
وہ مسلماں ہیں ہراساں مثلِ روبہ و شغال — جن سے لرزاں تھے کبھی شیرانِ آجامِ جبال
کوہ کن کا جاں بحق ہونا کہاں بے سود تھا — ضربِ تیشہ سے اسے وصلِ صنم مقصود تھا
دستِ قدرت نے یہ نسخہ صفحۂ عالم پر لکھا — سعی اور لطفِ خدا میں ہے سدا انساں کیمیا
گیسوؤں کو ہوا گر مو باف سے پیوستگی — تفرقہ انداز شانہ ہو نہیں سکتا کبھی

(٣)

گر یہی طرزِ عمل صیاد نے قائم رکھا — چھوڑ دیں گے گلستاں کو طائرانِ خوشنوا
کر رہے تھے طائرانِ باغ یہ سرگوشیاں! — کس قدر صیاد ہے بیداد گر نامہرباں
مدتوں سے ہیں قفس میں جاں بلب و بیقرار — چند دانوں پر ہماری زندگی کا ہے مدار

پرکترنے کی ہمارے اب خبر مشہور ہے
جب ستم کے ہاتھ سے ہو جائینگے بے بال و پر

کیوں اٹھاتا ہے سر اتنا شعلۂ پروانہ سوز
لے کسوں پر ظلم کرنا چھوڑ دیں۔ اہلِ جفا!

طائرِ آزاد کے نغمے ہیں کیا جادو اثر
ہے کسی مظلوم کا تیسری ہتھیلی پہ لہو

ما نہ از خود برکف آوردیم ایں جامِ شراب
کون ہیں جز جاں نثارانِ محمدؐ مصطفٰے!

باغِ دل میں ہے بہارِ جلوۂ ربِّ جہاں

کس قدر مشقِ ستم صہیاد کو منظور ہے
ہم دکھائیں گے جہاں کو آہِ سوزاں کا اثر

دفن خاکستر میں پروانوں کی ہوگا ایک روز
ان کی آنکھوں سے اگر اپنے تئیں دیکھیں ذرا

مرغِ دامِ افتادہ کے نالے بھی ہیں تیرِ جگر!
اشرفی اے منعمِ ناداں۔ جسے کہتا ہے تو

در ازل کردند مارا بہر رندی انتخاب
جو نہ خنجر بھی ہوں دلدادۂ عہدِ وفا

مہرِ انور ہو گیا ہے گویا ذرہ میں نہاں

عشقِ حقیقی

(۱)

ساقیٔ کوثر سے کرنا عرض اے بادِ صبا
گر ہمارا سرو قدر کھے گلستاں میں قدم

لاکھ زمزم صحن سے خانہ میں ہو جائیں رواں
اس لئے ہے دشمن سے واعظِ شیطاں سیر

اس طرح بارِ امانت کو اٹھا۔ لے اے ناتواں

جاں بلب ہے تشنگی کے ہاتھ سے بندہ ترا
قمریاں پاؤں پڑیں شمشاد کی گردن ہو خم

بیخودی میں جب کوئی میخوار رگڑے ایڑیاں
کھل نہ جائیں آپ کے اسرارِ خلوت خلق پر

حاملانِ عرش پر چھا جائے حیرت کا سماں

ناخدائے مہرباں رکھتا ہے جب گوشہ نشیں!
جوئے گرداب و تلاطم کا خطرہ اس کو نہیں

(۲)

محتسب شیخ اور ناصح نے کیئے لاکھوں جتن | چھوڑ دے گوشہ نشیں بادہ پرستی کی لگن
کہہ دیا ناچار سب نے دیکھ کر اس کا چلن | مے کدہ کے آب و گل سے ہے بنا اسکا بدن

(۳)

رُو بہ میخانہ جو کرتے ہیں نمازِ دل ادا | اہلِ مسجد سے کہیں ارفع ہے ان کا مرتبہ
بے نتیجہ کشمکش دیر و حرم کی دیکھ کر | پیرِ میخانہ کو پکڑا اہلِ دل نے راہبر
لے کئے دیتا ہوں تجھ پر رازِ پنہاں آشکار | کاٹے کوسوں دور ہے دیر و حرم سے کوئے یار
لاکھ پردوں میں چھپائے شمع انور نور کو | کب نگاہِ گرم پروانہ سے وہ مستور ہو
جب ترا آئینۂ دل ہے مکدر سربسر | جلوۂ دلدار اس میں آ نہیں سکتا نظر
کس لئے اتنا نظر آتا ہے سید بیقرار | مہرباں ہو جائے گا اس پر بتِ شعلہ عذار

(۴)

گردِ راہِ کوئے جاناں میں تو ہو گا گر خراب | دیکھ لے گا ایک ذرہ میں ہزاروں آفتاب
وہ خزانہ ہے دلِ اہلِ نظر اے ہوشیار | جس کا دامن لعل و گوہر سے ہے پُر بہار
قیس کو حاصل رہا در اصل لیلیٰ کا وصال | گو بظاہر تھا جنونِ عشق میں آوارہ حال!
ہیں جو منظورِ نگاہِ خالقِ کون و مکاں | کھینچ لیں گے رشتۂ نظارہ سے کوہِ گراں
منزلِ مقصود پر بھی راہروانِ کوئے یار | دیکھتے ہیں دُور آگے ہے نشانِ کوئے یار
خاک ہو کر کیوں نہ ہوں وہ سرمۂ اہلِ نظر | داغِ دِل جن کا ہے روشن صورتِ شمس و قمر

بوستانِ عشق جب سرسبز سرتاسر ہوا
بیدِ مجنوں اس میں تھا گوشہ نشینِ بے نوا

(۵)

مے کدہ میں اہلِ ظاہر مجلس آرا ہوں کہاں / ناصیہ منت کشِ سجدہ نہیں ہوتا جہاں

دیکھ کر آئینۂ دل کی ہمارے آب و تاب / ہو گئی پیشانیِ زاہد حیا سے آب آب!

انجم و شمس و قمر، عقدِ ثریا، کہکشاں! / میرے گنجِ دل میں ہیں ایسے کئی گوہر نہاں

دل اگر تیرا خدا کے عشق میں ہو داغ داغ! / ظلمتِ پہلو میں آئے گا نظر مثلِ چراغ

منزلِ جاناں میں اپنے آپ سے ہوں بے خبر / ہولِ رستا خیز کا ہوگا کہاں دل پہ اثر

یک نظر بر حالِ ما۔ اے مہرِ اوجِ افتخار / یک شبے یاد داشتہ۔ زیرِ لعلِ شب ہائے تار

گوشۂ تاریک خلوت میں یہ مجھ پر کھل گیا / کیمیا کا حکم رکھتی ہے نگاہِ اولیا

چار چیزیں عاشقوں کے واسطے ہیں حرزِ جاں / دردِ دل۔ سوزِ جگر۔ جوشِ جنوں، آہ و فغاں

میری قسمت میں ازل ہی سے لکھی تھی میکشی / بے سبب اے ناصحِ ناداں نہیں ہے بیخودی

زندگی بھر جو رہا بیگانۂ خوفِ خدا / رحمتِ باری سے ہوگا وہ نہ ہرگز آشنا

رشکِ صد غربال ہیں عشاق کے دل اور جگر / چارہ گر مرہم رکھیں گے ان کے کس کس زخم پر

جذبات

(۱)

توبہ کی۔ پھر توبہ کی۔ ہر بار توبہ توڑ دی / اس تری توبہ پہ توبہ توبہ توبہ کہہ اٹھی

موجبِ عز و شرف ہیں مغربی علم و ہنر / ہو بہت محتاط احکامِ شریعت میں مگر

گر خدائے پاک پہ کامل یقیں رکھتا ہے تو / سائلِ اغیار ہو کر کھو رہا ہے آبرو

نوعِ انساں کی اگر بہبود پیشِ نظر ہے / محملِ پہلو میں تیرے لیلیٰ مقصود ہے

گوشِ مسلم پر گزرتی ہے گراں بانگِ نماز
کچھ نہ پوچھ ناپاک آخر ہو ہی جاتا ہے بشر
ہم محمد را ہے خواہی و ہم بوجہل را
نوعِ انساں کی بھلائی کے لئے ہو مضمحل
گر رخِ زیبائے عصیاں پر نہ ہو گا شیفتہ
دولت و ثروت میں تیرا مرتبہ ہو اس قدر
دُور سے کرتا ہے سیّد سنگِ اسود کو سلام

اس کے دل میں اب نہیں ہے حمد سعی زود گداز
چھوڑتے ہیں کس کو مکروہاتِ عالم بے ضرر
دُور شو ہاں دُور اے گم گشتہ راہِ ہُدا
زخمِ دل ہونے نہ پائے تیرا ہرگز مندمل
روکشِ خورشید ہو گا حشر میں چہرہ ترا
کوہ و دریا بھی ہوں تجھ سے سائلِ لعل و گہر
خلق کے بوسوں سے ہیں رخسار جس کے نیل فام

(۲)

زیر بارِ منتِ محسن نہیں ہیں وہ بشر
میکشی میں رند اور زاہد کا یکساں ہے عمل
بادۂ حبِّ وطن سے جو بشر مخمور ہیں
ترکِ بادہ کی عبث تکلیف سے ڈرتا ہے تو
دل زمیں کا کانپ اٹھتا ہے تری بیداد سے

دست و بازو کی کمائی ہو جنہیں پیشِ نظر
جام در دستے ایک ہے اور دُوسرا زیرِ بغل
بارگاہِ خالقِ اکبر میں وہ منظور ہیں
کام جو کرنا ہے آخر کیوں نہیں کرتا ہے تو
زلزلہ اپنے گماں میں تو سمجھتا ہے جسے

(۳)

مفتیانِ دینِ حق کا دیکھئے فکرِ رسا
ارتداد اور شرک کے پھندے میں ہیں جو مبتلا
کل جو قصرِ خوشنما تھا رشکِ گلزارِ جناں
جو بشر ہو کر کہے اپنے تئیں ربِّ انام
جادۂ حسنِ عمل پر جو رہے ثابت قدم

فتوائے قتلِ مسلماں دیں بلا جرم و خطا
کیوں بناتا ہے انہیں تو پیشوا اور راہنما
آج روئے دہر پر اس کا نہیں نام و نشاں
اسفلِ سافلیں میں ہو گا تا ابد اس کا مقام
کھول دینگے قبر میں اس پر درِ باغِ ارم

زینتِ اورنگِ عظمت وہ رہے تا زندگی
عزم و ہمت میں رہی جن کو جہاں پر برتری

ارتکابِ معصیت خلوت میں گر کرتا ہے تُو
برسرِ بازار ہو گا خوار اور بے آبرو

مومن اور رعایا پرور بادشاہ

اے شہِ فیاض و عادل منبعِ جود و سخا
اے نگہبانِ جہاں اے یاورِ خلقِ خدا

لطف و احساں میں تو رشکِ ابرِ رحمت بار ہے
اہلِ دنیا کا تری چشمِ کرم پر آسرا

تیرا دربارِ معظم روکشِ ہفت آسماں
عرش سے بالا کہیں تیرا درِ دولت سرا

کر سکیں تعریف تیری کس طرح اہلِ زمیں
جب زبانِ اہلِ گردوں ہے تیری مدحت سرا

دامنِ طوبےٰ سے ہے اہلِ خلد کو سایہ تیرا
اہلِ عالم کے لئے پرتو ترا ظلِّ ہما

چہرۂ روشن ہے تیرا نور افشاں رات دن
مہر او مہ ہیں ظہور و اختفا میں مبتلا

صورتِ خورشید ہے تو زینتِ چرخِ بریں
آسمانِ دہر پر مثلِ قمر تیری ضیا

کشتِ گیتی کے لئے تو ابرِ گوہر بار ہے
گلشنِ آفاق میں غیرت دہِ بادِ صبا

خاتمِ دل نقشِ عدل و داد کا منت پذیر
کامگاری میں سلیماں کا ہے تُو ہم مرتبہ

زیرِ بارِ منت و احساں ہیں تیرے بحر و بر
خضر اور الیاس ہیں تیرے غلاموں پر فدا

ہے کہیں طوبےٰ سے بار آور ترا نخلِ مراد
چشمۂ آبِ بقا کی اس پہ ہے چشمِ عطا

کہکشاں کا دامنِ حاجت ترا منت پذیر
کاسۂ خورشید میں تیری سخاوت کی ضیا

مور و ماہی کا ترے خوانِ کرم پر ہے ہجوم
تیرا دسترخوانِ نعمت نقشۂ خوانِ خدا

ہمت و جرأت کا تیری ہر طرف شہرہ ہوا
رستمِ ایراں کے دل پر چھا گئی حسرت کی گھٹا

مژدۂ جاں بخش ہے تیری نگاہِ لطف و مہر
ہے غضب اور قہر تیرا صورتِ پیکِ قضا
نُور ہے فرماں روا اور خلق ہو فرماں پذیر
قادرِ مطلق سے ہے گوشہ نشیں کی التجا

پھول اور اس کے کانٹے

صنعتِ صناعِ مطلق کی ہے تو ادنیٰ مثال
بے بدل تیرا جمال اور بے مثل تیرا کمال
تیرے پتے پتے میں نازآفرینی کا وفور
ہے رگ و ریشہ میں تیرے قدرتِ حق کا ظہور
زیورِ گلزار تو آرائشِ برگ و ثمر
مایہ دارِ حُسن و خوبی۔ زینتِ شاخِ شجر
غیرتِ مشکِ ختن ہے دہر میں تیری شمیم
تجھ سے ہے مرغوبِ جاں گلزارِ عالم میں نسیم
بلبلِ مضطر کا ہے تجھ پر مدارِ زندگی
چہرۂ زیبائے دل کی تجھ سے ہے تابندگی
خوبیوں میں ہے اگرچہ معدنِ لعل و گہر
زیرِ دامن چند کانٹے بھی تو رکھتا ہے مگر
جس کا دل گنجینۂ اوصاف ہو گوشہ نشیں
نکتہ چینی اس کے عیبوں پر تجھے اچھی نہیں

رزّاقِ عالم

مور و ماہی کا کفیلِ رزق ہے پروردگار
یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح ہے آشکار
پیٹ بھر لیتے ہیں زاغ و کرگس و خوک و شغال
سیر ہو کر کھا رہے ہیں گاؤ، بز، آہو، غزال
مار و کژدم پر درِ روزی رکھا جاتا ہے وا
بہہ رہا ہے چشمۂ رزقِ خدا صبح و مسا

کوہ و صحرا میں اگرچہ عمر ہو تیری بسر!
رزق مل جائیگا تجھ کو بیش و کم شام و سحر

شریفانہ لباس میں ڈاکو!

مورِدِ قہرِ الٰہی ہوں نہ کیوں اہلِ جفا!
ظلم سے وہ کر رہے ہیں خلق میں محشر بپا

دیکھنے میں ہیں رئیسوں کے سے انگریزی ڈھنگ
ان کے گھر کے ساز و ساماں کا امیرانہ ہے رنگ

گفتگو ان کی اگرچہ ہے معمہ چیستاں!
صاف کرتے ہیں غرض کیوقت وہ مطلب بیاں

ہیں بظاہر پارسا رکھتے ہیں شیطاں کے چلن
دام میں آتے ہیں جاہل دیکھکر ان کی پھبن

گو وہ قرآں کی تلاوت بھی کریں شام و سحر
ان کے دِل پر ہو کہاں خوف خدا کا کچھ اثر

عمر کر دیتے ہیں روبہ بازیوں میں وہ بسر!
لومڑی کا زیرِ پہلو رکھتے ہیں دل اور جگر

لاف و ہرزہ گوئی سے لبریز ان کی گفتگو
شیخ چلّی کا ہیں وہ زندہ نمونہ ہُو بہو!

سود میں وہ چھین لیتے ہیں یتیموں کے مکاں
سینکڑوں بیکس ہیں ان کے ظلم سے نالہ کناں

رکھتے ہیں صاحب سلامت بالاثر حکّام سے
تاکہ بد اندیش ان کا خائف و ترساں رہے

وعدہ شکنی کو سمجھتے ہیں وہ اصلِ زندگی
طاقِ نسیاں پر وہ رکھ دیتے ہیں فرمانِ نبیؐ

آخر ان کی شیطنت کا راز ہو جاتا ہے فاش
آئینہ ہوتا ہے ان کی آبرو کا پاش پاش

نمک حرامی

(طوطی سے مراد وہ شخص ہے جو محسن کا احسان بالائے طاق رکھدے)

خدمتِ مردِ خدا میں ایک بشر حاضر ہوا
نذر کی صورت میں لایا طوطیٔ رنگیں نوا

طوطیٔ خوش رنگ کا حسنِ یگانہ دیکھ کر
ایک کیفیت ہوئی طاری دلِ درویش پر

اس قدر وہ طوطیٔ شیریں سخن تھا خوش ادا
آشنا اس کا مردِ پارسا کا دل ہوا

پرورش میں اس کی رہتا منہمک شام و سحر — جوشِ الفت سے کبھی اس کو بٹھاتا ہاتھ پر
خود سبق اس کو پڑھاتا تھا وہ مردِ باصفا — کچھ کسر تعلیم میں اس کی اٹھا رکھتا نہ تھا
ایک دن یادِ خدا میں مردِ عارف محو تھا — دانہ طوطی کو کھلانے میں تساہل کر دیا
آگیا جوشِ غضب میں یہ کیا احساں کا پاس — کاٹ کھائی چونچ سے انگشتِ مردِ حق شناس
مردِ عارف نے کہا۔ آزاد کرتا ہوں تجھے — ہے سبق آموز یہ حرکت تری میرے لئے
گو رہا بھی عمر بھر تو ہر طرح سے بے نیاز — مبتلائے رنج تجھ کو بھی کرے گا کارساز
گردشِ دوراں۔ دلائیگی تجھے خوں بالضرور — ناخنِ پا کو ترے غلہ کرے گا چور چور
اہلِ دل ہرگز کبھی حق سے نہیں ہوتے جدا — حق بدل دیتا ہے ان کے واسطے حکمِ قضا
جو کہا تھا مردِ عارف نے وہی صادر ہوا — عمر بھر طوطی گرفتارِ الم پھرتا رہا

صنعت و حرفت

صنعت و حرفت زبانِ حال سے کہتی ہے یہ — ہے مجھی سے آبرو اور کامگاری ان دنوں
بوالہوس سے کوئی کہہ دے دیکھے آنکھیں کھول کر — ہے فقط گولر احمر دستکاری ان دنوں
نوکری سمجھی گئی ہے آج کل وجہِ معاش — اس مرض میں مبتلا ہے خلق ساری ان دنوں
صنعتِ اغیار کی ہو انڈیا کو احتیاج — کس قدر ہم سے ہوئی غفلت شعاری ان دنوں
نقشۂ خلدِ بریں ہیں اہلِ حرفت کے محل — جھونپڑی قسمت میں ہے لیکن ہماری ان دنوں
قصرِ حمرا۔ روضۂ ممتاز اور دیوارِ چیں — کیا ہوئیں وہ صنعتیں پہلی ہماری ان دنوں
خدمت و خواری، پریشانی، غلامی احتیاج — ان سے نخلِ ہند کی ہے آبیاری ان دنوں
اہلِ مغرب جاگتے ہیں محوِ جد و جہد ہیں — موت کی ہے نیند لیکن ہم پہ طاری ان دنوں

آہ اپنوں سے چھپایا ہند نے علم و ہنر
رنگ کیا لائی ہے اس کی رازداری ان دنوں

وضعداری، عزت و توقیر، آزادی، خوشی!
خوبیاں یہ ہو گئیں کافور ساری ان دنوں

بیکن، نیوٹن، اسٹیفن سن محبِ قوم تھے
دیکھ لے عالم میں ان کی سحرکاری ان دنوں

بن گیا ہے آسماں اہلِ ہنر کی سیرگاہ
یہ ملی علم و ہنر کو کامگاری ان دنوں

قحط و افلاس و وبا، انفلوئنزا، پلیگ
کر رہے ہیں ہند کی تیمارداری ان دنوں

نعش کو تیری ملے جاپان و یورپ کا کفن!
ہے یہ خودداری تری اور وضعداری ان دنوں

عقل جو مغرب کو دی ہم کو وہی فطرت نے دی
عزم سے ہم کو نہیں ہے سازگاری ان دنوں

اہلِ ہمت کو ادا کرتا ہے مقصد کا گہر
چھوڑ بیٹھے ہیں مگر ہم جاں نثاری ان دنوں

اہلِ مغرب سیر ہو کر کھائیں دن میں چار بار
فرض مشرق پر ہوئی ہے روزہ داری ان دنوں

اہلِ صنعت ہیں جہاں میں مالکِ تاج و سریر
ہے نصیبوں میں ہمارے خاکساری ان دنوں

بیوطن رکھتا ہے اہلِ ہند کو فکرِ معاش
ہے بہت ناگفتہ بہ حالت ہماری ان دنوں

صنعت و حرفت میں پنہاں زندگی کا راز ہے
کیوں نہیں ہے ہند میں یہ رسم جاری ان دنوں

صنعت و حرفت ہی سے ہے سرمایۂ عز و شرف
لیکن ان سے ہند کو ہے شرمساری ان دنوں

خون کے آنسو بہاتا ہی رہونگا قبر میں
گر نہیں سنتے ہو میری آہ و زاری ان دنوں

ہند کے ناداں! سفر کر بہرِ تحصیلِ ہنر
بے ہنر کے واسطے ازبس ہے خواری ان دنوں

آئینہ پر تیری صنعت کے بلا خوف و خطر!
دیکھ کیسی ہو رہی ہے سنگباری ان دنوں

کب سہارا مرد کو زیبا ہے دستِ غیر کا!
ہند والو! کیا ہوئی غیرت تمہاری ان دنوں

دامِ تعلق

کیا جال تعلق کا جہانگیر بچھا ہے | پھندے میں ہر اک مرغ بُری طرح پھنسا ہے
بیسود تڑپتا ہے تُو اے طائرِ ناداں | یاں روزِ ازل ہی سے ہر اک پشت بپا ہے

ہمارے بزرگ

تھے بزرگانِ سلف فرخ سِیَر اور نیک نام | فخر ان کی ذات پر کرتے رہینگے خاص و عام
بزم میں ہر ایک کے تھے وہ انیس و مہرباں | رزم میں وہ بہرِ اعدا خنجرِ آتش فشاں
حکمت و تدبیر ان کی کارگر ہوتی سدا | وہ دیارِ عقل و دانش کے رہے فرماں روا
تھے حمایت پر غریبوں کی دل و جاں سے فدا | معدنِ فیض و کرم تھے منبعِ جود و سخا
زندگی بھر وہ رہے تصویرِ ایمان و عمل | شوربختی کو وہ دیتے تھے خوش نصیبی میں بدل
خوف کھاتے تھے نہ اظہارِ حقیقت میں ذرا | تھے وہ مومن ۔ اہلِ ہمت اور مردانِ خدا
عزم و استقلال میں وہ آپ تھے اپنی مثال | تھے ہمیشہ موردِ لطفِ خدائے لایزال
کھیل تھا ان کی نظر میں ساز و سامانِ عدو | تادمِ آخر وہ رہتے جاں سپار و جنگجو
بارِ احساں سے کبھی جھکتی نہ تھی ان کی کمر | تھی فقیری میں بھی خودداری انہیں مدِنظر
خارزارِ کوہ و صحرا کو سمجھتے گلستاں | ہمتِ دل کے شجر پر وہ بناتے آشیاں
جانتے تھے آبِ تیغِ موت کو آبِ حیات | منکشف تھا انکے دل پر رازِ پنہانِ ممات
وہ نہ رکھتے تھے کبھی دل اور زباں میں اختلاف | بے دھڑک وہ بات کہہ دیتے تھے منہ پر صاف صاف
محنتِ شاقہ سے دیتے تھے غریبی کو شکست | مسندِ ثروت تھی انکے واسطے جائے نشست

جب کسی منزل پہ ہوتے تھے وہ جا کر خیمہ زن — دوسری منزل کی انکے دل میں لگ جاتی لگن
مشعلِ تدبیر تھی ان کی ہمیشہ راہنما — راہبر تھی انکے ہر اک کام میں عقلِ رسا
فقر اور افلاس میں بھی وہ گدا پیشہ نہ تھے — ہاتھ پھیلاتے نہ تھے ہرگز وہ لقمہ کے لئے
رزق کی خاطر بچھاتے تھے نہ وہ دامِ فریب — ان کے دل میں تھا نہاں گنجینۂ صبر و شکیب
اُن کی آنکھیں حادثاتِ دہر میں رہتی تھیں وا — ان سے عبرت کا سبق لینے کے عادی تھے سدا
ابروئے جاناں کے وہ محراب میں پڑھتے نماز — تیر ہوتے وہ کبھی آشفتۂ زلفِ ایاز
اب مسلمانی کی کوئی بات بھی تم میں نہیں — ہے پریشاں یہ مصیبت دیکھکر گوشہ نشیں

محسن کشی

متفق ہیں اس حقیقت پر جہاں کے راہنما — ہے خدا کے بعد ارفع محسنوں کا مرتبہ
محسنوں سے سرکشی کرنا نہ ہو عادت تری — ہو ترا شیوہ اطاعت انکساری اور وفا
قعرِ ذلت میں گرا دے گی تجھے محسن کشی — کام آئے گا نہ تیرے حشر آہ و بکا
راکھ ہو جاتا ہے جل کر خرمنِ کبر و غرور — دیکھتا ہے قہر سے جب شعلۂ برقِ بلا
محسنِ صادق کے دل کو پھاڑ کر نازاں نہ ہو — تلخ ہو جائے گی تیری زندگی اے بیوفا
ہیں گرفتارِ حوادث سرفرازانِ جہاں — درد و غم کے داغ سے جلتا ہے دل جنتا کا
محوِ نالہ ہیں زمانہ کے ستم سے اہلِ زر — رو رہے ہیں انقلابِ آسماں سے اغنیا
ہے سبق تیرے لئے افسانۂ عاد و ثمود — قصۂ شدادِ بد انجام ہے عبرت فزا
جو اسیرِ ستم کرے گا محسنوں کو ایک پل — وہ رہے گا عمر بھر رنج و الم میں مبتلا
تو سمجھتا ہے جسے اے بےخبر بزمِ نشاط — ہے نگاہِ اہلِ دل میں عبرت ماتم سرا

راحتِ دارین ہو احسان مند کے نصیب | بارگاہِ حق سے ہے گوشہ نشیں کی التجا

دُعائے بزرگاں

ہے دعا ماں باپ کی اے جانِ من۔ جادو اثر | سنگریزوں کو بنا دیتی ہے یکدانہ گہر
زندگی اس کی نہ ہو کیوں پیکرِ حزن و ملال | جس پہ ہو ماں باپ کی نامہربانی کی نظر!

شمشیر اور قلم

گو بظاہر تخت پر جلوہ نما تھے شہریار | اصل میں فرماں روا تھے رستم و اسفندیار
گر قلم کو آنکھ کریں فرض تو ہوگا بجا | ہمت و قوت کو گر شمشیر کہدیں ہے روا
آنکھ سے گو دیکھ پائیں دُور سے ہم شیرِ نر | ہمت و قوت سے ہوتی ہے مگر اس پر ظفر

شامتِ اعمال

گر رکھے جور و ستم خلقِ خدا پر تو روا | ریت پر ہے تیرے قصرِ شان و شوکت کی بنا
تیرا دل خوگر ہوا غضب و خیانت کا اگر | عمر بھر مثلِ گدا پھرتا رہے گا در بدر
ہے اگر تو ایک مُدت سے گرفتارِ بلا | مل رہی ہے یہ تجھے تیرے گناہوں کی سزا
خرچ تو کرتا ہے گر اولاد پر مالِ حرام | کیوں رہے علم و ہنر سے وہ نہ بے نیلِ مرام

عالمِ حیات

چشمِ بینا عہدِ طفلی میں ہمیں گرچہ ملی | لیکن اچھے اور بُرے کی کچھ تمیز ہمکو نہ تھی

طاقتِ گفتار قدرت سے ہوئی ہم کو عطا
حافظہ ہر بات میں شام و سحر بڑھتا گیا

خانۂ تن میں خرد کا ہو گیا روشن چراغ
علم کی ضو سے منور ہو گئے دل اور دماغ

ہمتِ دل بن گئی ہر اک قدم پر رہنما
عزم نے حقِ رفاقت کر دیا پورا ادا

تھا ہمارا خلوت و جلوت میں مونس اتقا
بے نیاز ہم کو توکل نے فقیری میں کیا

مہرباں رہتا تھا ہم پر خالقِ ارض و سما
تھی ہماری حامی و یاور دعائے مصطفےٰ

دست و بازو میں ہمارے اشتیاقِ جنگ تھا
خوف کھانا ابتلا سے باعثِ صد ننگ تھا

جب ہمارے تن میں پیری نے کیا اپنا عمل
ہم نے ہمت سے دیا اس کو جوانی میں بدل

مردانِ راہ

لطفِ حق کی دمبدم ہے اہلِ باطن پر نظر
ہے نزولِ ابرِ رحمت بار ان کی ذات پر

ظاہرا وہ دیکھتے ہیں جلوۂ اسرارِ حق
لوحِ دل ان کا ہے یکسر مظہرِ انوارِ حق!

محرمِ اسرار ہو کر وہ ہمیشہ ہیں خموش
اہلِ عالم کی خطاکاری کے ہیں وہ پردہ پوش

ہو نہ کیونکر ان کی لوحِ عرشِ اعظم پر نظر!
حال و استقبال و ماضی سے ہیں جب وہ باخبر

خود خدا سے عالمِ امکاں ہے ان کا کارساز
سینکڑوں ابوابِ رحمت ان پہ ہو جاتے ہیں باز

خود خدا لیتا ہے ان کے دشمنوں سے انتقام
اس طرح ان کا بڑھاتا ہے جہاں میں احترام

خاتمِ عالم پہ ان کا نام ہے مثلِ نگیں
ہے دلِ مردانِ ہمت گنجِ ایمان و یقیں

مشاہدہ

یہ حقیقت صورتِ مہرِ منور ہے عیاں
فاسقوں کے گھر ملوثِ فسق سے ہیں بیگماں

کام ہے جن ظالموں کا قتلِ انساں صبح و شام — بے زن و فرزند ہو جاتے ہیں آخر لاکلام
جل گیا ہے خانۂ ظالم اگر تو کیا ہوا — کیا جلایا تھا نہ اس نے دل کسی مظلوم کا
زاہدانِ پاک دل اور عابدانِ باصفا — جھیلتے ہیں سہل انگاری و غفلت کی سزا

الوداع

گلے لپٹے ہیں تیرے پھول کس جوشِ محبت سے — خبر اُن کو ملی ہو گی ترے یثرب کو جانے کی
ترے تیرِ جدائی سے ہوا ہے میرا دل گھائل — ملی پاداش یہ مجھ کو ستمگر دل لگانے کی
جگر سوزِ محبت سے ہوا ہے کوئلہ جل کر — یہ تجھ پر خوب روشن ہے نہیں حاجت بتانے کی
وہ کہتے ہیں کہ بھیجیں گے تسلی کو تری فوٹو — نرالی یہ انہیں سوجھی مرے دل کے دُکھانے کی

خوشی کا سماں

بحرِ نشاط ہے رُخِ خورشید کی چمک — موجِ طرب ہے چاند کے رخسار کی دمک
اس جوش پر ہے نشۂ صہبائے انبساط — عالم کا ذرہ ذرہ ہے جشن خانۂ نشاط
گلزار میں مسرت و شادی کی ہے بہار — دشت و جبل میں قلزمِ راحت ہے آشکار
کیا تازگی کی لہر ہے روحِ طیور میں — نغمہ سرا ہزار ہے جوشِ سرور میں
رونق ہے آج چہرۂ زیبائے شمع پر — پروانہ جاں نثار ہے یہ دیکھ دیکھ کر
رندوں میں آج ساغر و صہبا کا دور ہے — زاہد کا حال جوشِ عبادت میں اور ہے

ظاہر جہاں میں ہر طرف ہے شانِ کردگار
ہر سو دکھائی دیتی ہے فردوس کی بہار

دُعا

تجھ پر مدام لطفِ خدائے جلیل ہو
بدخواہ روسیہ ترا خوار و ذلیل ہو

اقبالِ لازوال رفیقِ طریق ہو
دونوں جہاں میں خواجۂ یثرب شفیق ہو

جنّات

ایماں جس کے خاتمِ دل کا نگیں ہوا
قرآں کے حرف حرف پہ جس کا یقیں ہوا

تاویلِ بیہدہ کو سمجھتا ہے وہ خطا
احکامِ دیں کی کرتا ہے۔ مردانہ اقتدا

کون و مکاں پہ رکھتی ہے کامل جو اقتدار
خلاقِ انس و جاں ہے وہی ذاتِ کردگار

جنّات جب ہیں شاملِ مخلوق لاکلام
کیونکر نہ ہوں وہ اشرفِ مخلوق کے غلام

اِنساں خدائے پاک کا نور و ظہور ہے!
انساں حبیب و دلبرِ ذاتِ غفور ہے

اِنساں خدا کی روح ہے اِنساں کلیم ہے
قربِ خدا کے ملک میں شاہِ عظیم ہے

اِنساں کے آستاں پہ فرشتوں کا سر ہے خم
انسان پادشاہ ہے۔ باقی ہیں سب حشم

اِنساں کا رعب طاری ہے۔ ہر ایک چیز پر
لرزاں ہے اس کے خوف سے جنگل میں شیرِ نر

ہر ایک دِل ہے رفعت و عظمت کا آفتاب
ہر اک جگر ہے سطوت و حشمت کا ماہتاب

ہر ایک سینہ عزم و شجاعت کا مایہ دار
ہر ایک روح توسنِ ہمت پہ ہے سوار

فضلِ خدا سے دہر پہ رکھے جو اقتدار
حیرت ہے گر ہراس کا ہو وہ کبھی شکار

نیویارک کے قریب تھا اک خوش نما مکاں
جس پر تھا سب کو خانۂ جنات کا گماں

رہتے تھے اس مکان میں اشخاص بدسیر
بدکاریوں میں کرتے وہاں رات دن بسر

اُس سمت راہ گیر اُٹھاتا اگر قدم
مثلِ شغال چیخنے لگتے وہ ایک دم

مُنہ سے وہ شعلے آگ کے پیہم نکالتے
جنّات کے وہ وہم میں ہر اک کو ڈالتے

لوگوں کو وہ ڈراتے تھے شکلیں بدل بدل
ماہر تھے خوب بھیس بدلتے ہیں بدعمل

لاتے تھے تازہ نعش کہیں سے وہ کھود کر
اور سُرخ رنگ ملتے تھے مردہ کے جسم پر

پھر بند بند نعش کا کر دیتے تھے جدا
اور راہِ عام میں انہیں دیتے تھے وہ گرا

بالجملہ کرتے سینکڑوں وہ حیلہ سازیاں
جنّات کا مکاں ہے وہ لوگوں کا تھا گماں

آخر تمام کھل گیا وہ رازِ مستتر
تھے لوگ جس کی اصل و حقیقت سے بےخبر

طلبِ حاجت

پروردگار[1] و ربّ و علیم و خبیر تُو
واحد۔ صمد۔ قدیر و سمیع و بصیر تُو

اظہار کیا کروں کہ کہاں تک ہے اضطرار
مضطر ہے برق وار جگر دل ہے بیقرار

قادر وکیل محسن و منعم ہے تیری ذات
تجھ کو پکارتے ہیں پئے حلِ مشکلات

عصیاں نے کر رکھا ہے مجھے خوار کو بہ کو
توّاب و کردگار و غفور و رحیم تُو

یارب بحقِ عظمتِ سلطانِ دوسرے
بے یار و غمگسار کا پورا ہو مدعا

سمندر کا قطرہ

(قطرہ سے انسان اور سمندر سے خداوندِ عالم اور خورشید سے مُراد معرفت ہے)

بحرِ بے پایاں میں جب رکھتا تھا میں اپنا مکاں
قطرۂ ناچیز تھا۔ معدوم تھا میرا نشاں

دل میں پنہاں تھی قیامت کی تڑپ اور اضطراب
شکلِ فوارہ اچھلتا تھا میں سوئے آسماں

[1] پیغمبر زادہ عملیات کے مطابق سے جو ابدال نیز گولڑا دراس کا وردِ ضعیف ہو سکتا ہے ۱۲

جذبۂ دل آزمایا گرمئ خورشید نے
آتش نظارہ سے اُٹھتا گیا میں دُود ساں

تھی فضائے گلشن عالم مرے زیر قدم
عرش سے نیچے کہیں ملتا نہ تھا میرا نشاں

جوش زن آخر مرے دل میں ہوئی حبِ وطن
کر دیا پھر بحر میں اپنے تئیں میں نے نہاں

مرضیٔ مولےٰ از ہمہ اولیٰ

بیشتر سرو کو باغِ جہاں میں سربلندی ہے
نہیں تاب و توانائی سمن کو سر اُٹھانے کی

پڑے ہیں قعرِ دریا میں ہزاروں سیپ و پتھر
کہاں مثلِ گہر اُن میں صفت جوہر دکھانے کی

مقدر نے رکھی ہے مہرِ انور میں خصوصیت
کہ گرد اُس کے ہے سیاروں کو خو چکر لگانے کی

تفنگ و تیر اعدا پاس تک پھٹکے نہ اکبر کے
قضا نے ٹھان رکھی تھی لیے سلطاں بنانے کی

وہ خود ہی مٹ گیا یوں حرفِ باطل صفحہ ہستی سے
لگا تدبیر جو کرنے مسلماں کے مٹانے کی

چراغِ دینِ احمد سے منور ہو گیا عالم
ہزاروں آندھیوں نے جہد کی اسکے بجھانے کی

وہ برجِ آتشیں اُڑ کر سوئے افلاک جاتا ہے
جگر میں آگ ہو جسکے نہاں جوہر دکھانے کی

نہ موسےٰ کا خدا نے بال تک ہونے دیا بیکا
بہت تدبیر کی فرعون نے تو ان کے مٹانے کی

شب تاریک نے باندھا اسی دم بوریا بستر
سحر سے جب سنی اس نے خبر سورج کے آنے کی

خدا نے بوالبشر کو دی فضیلت علمِ مخفی سے
ہوئی تاکید اہلِ آسماں کو سر جھکانے کی

بٹھایا ایک خدمتگار کو تختِ ہمایوں پر
تھی عبرت خیز اور طرفہ فسوں سازی زمانے کی

بنے فرعون دنیا میں کئی اور مٹ گئے سارے
یہ تھی خلقِ خدا کے ایک صورت آزمانے کی

محسوسات

کیا تجھے مجھ ایسے لیے خود کا ٹھکانہ مل سکے
خضر اور الیاس بھی ڈھونڈے سے نہیں پاتے جسے

کوئی قیسِ عامری کو بات پہنچا دے مری
لیلیٰ دل منتظر ہے تیرے پہلو میں تری!

شیخ کو حورانِ جنت کی ہوس اور آرزو
رند کو لیکن نگارِ معرفت کی جستجو

کس طرح مرغوب ہو اے باغبان تیرا چمن
ہیں وہی قمری و بلبل اور وہی شاخِ کہن

ہے مقامِ ساغر و مینا پہ دستار عبا!
دیدیا ہے شیخ کو مے خانہ کا کس نے پتا

بادہ خواروں کو سنا دو مژدۂ راحت فزا
ہوگیا ہے محتسب بھی آج پیرِ میکدہ

ہم برا کیونکر کہیں صیاد کو۔ اے آسماں
جو سکھاتا ہے۔ عنادل کو نئی طرزِ فغاں

نیست ما را اختیارِ گلبن و سرو و سمن
گوشۂ تاریکِ ما را ہست صد صحنِ چمن

راسخ الدیں برہمن سے ہم نہیں رکھتے عناد
دشمنِ دیں ہے مسلمانِ ضعیف الاعتقاد

ہوچکا جب دفن مرکشتۂ پیکانِ ناز
آگیا وہ شوخ بھی پڑھنے جنازہ کی نماز

عرب

اے عرب کی خاکِ پاک اے مسکنِ شاہِ جہاں
کعبۂ جن و بشر ہے قبلۂ کروبیاں

ذرہ ذرہ تیری گرد راہ کا مہر آفریں
عرشِ اعظم سے کہیں ارفع ہے تیری سرزمیں

خارج از وہم و گماں ہے اس زمیں کا مرتبہ
زیب و آرائش ہیں جس کی انبیا اور اصفیا

دیکھتا ہے سرنگوں سب کو یہاں گوشہ نشیں
کیوں نہ ہو۔ کیا مسکنِ سلطانِ انس و جاں نہیں

گوشہ نشین

اک صاحبِ عرفاں سے کہا میں نے کہ اے پیر
ہے گوشہ نشیں کون۔ ذرا کیجئے تفسیر

ارشاد کیا رکھتا ہوں میں اس سے تعارف
بے لوث و غرض کھینچتا ہوں اس کی میں تصویر

بیدار ہے، ہشیار ہے، گلِ باغِ نقی ہے
آزاد ہے خوش باش ہے خوددار ہے خوش مہر

احکامِ شریعت کو سمجھتا ہے بخوبی
تدبیر کا شیدا ہے۔ نہیں منکرِ تقدیر

کرتا ہے عمل اس پہ جو کہتا ہے زباں سے
ہے راست کہ ایمان و عمل کی ہے وہ تصویر

گو اس کی نظر لطف و کرم پر ہے خدا کے
ہرگونہ مساعی میں نہیں کرتا ہے تقصیر

تادیبِ تلامیذ میں مصروف ہے دن بھر
ہے رات کو شغل اس کا مگر نالۂ شب گیر

قدرت ہو مخالف تو وہ ہٹ جاتا ہے پیچھے
اس صورتِ حالت میں یہی اس کی ہے تدبیر

ہے پرسشِ اعمال کے اندیشہ سے لرزاں
چہرے پہ ہیں آثارِ الم رنگ ہے تغییر

وہ بلبلِ دل کے ہے ترنم کا فدائی
آوازِ زغن ہے۔ اسے بربط کا بم و زیر

بے حیلہ و حجت ہے گرفتارِ عقائد
بھولے سے نہیں منزلِ وسواس کا راہگیر

منظور کریں خدمتِ دیں شاہِ دو عالم
اس شوق میں بیتاب ہے بےچین ہے دلگیر

ہے اس کا سخن بزمِ جہاں کیلئے زینت
افشاں پہ ہے تانیث ہے طرّہ پہ ہے تذکیر

ہے برق صفت اس کا ہر اک شعر اثر میں
دل سوز کہیں نالۂ بلبل سے ہے تقریر

بے مکر و ریا اس کے بسر ہوتے ہیں ایّام
جوں مکڑی نہیں گوشہ خانہ میں مگس گیر

ہمدرد

مطلب کا جو تو یار ہے۔ ہمدرد نہیں ہے
مکّار ہے، عیّار ہے، ہمدرد نہیں ہے

ہے سنگ دلی میں تو اگر نازشِ چنگیز
انساں کیلئے عار ہے۔ ہمدرد نہیں ہے

گلزارِ جہاں میں ہے۔ اگر موجبِ ایذا
تو خارِ پُر آزار ہے۔ ہمدرد نہیں ہے

گر تیرے قدم اُٹھتے نہیں بہرِ عیادت
ہمدردی سے بیزار ہے ہمدرد نہیں ہے

محروم ہے دِل تیرا اگر حُبِّ وطن سے
تو صورتِ مردار ہے۔ ہمدرد نہیں ہے

پروردۂ نعمت ہے اگر اور تنِ آساں
تو ہیچ ہے۔ بیکار ہے۔ ہمدرد نہیں ہے

ہے تیری خیانت میں اگر گرمیٔ بازار
رسوا سرِ بازار ہے۔ ہمدرد نہیں ہے

گر خوان پہ غیروں کے تری آنکھ لگی ہے
تو وحشیٔ پُر خوار ہے ہمدرد نہیں ہے

مومن پہ اگر رکھتا روا جور و ستم ہے
تو دشمنِ ابرار ہے۔ ہمدرد نہیں ہے

کرتا ہے اگر ناز دادا وقت پڑے پر
عورت ہے دل آزار ہے ہمدرد نہیں ہے

کاشانۂ ملّت کی جو کج رکھتا ہے بنیاد
بے تجربہ معمار ہے ہمدرد نہیں ہے

بدخواہِ وطن ہے۔ تو اگر شاہ کی خاطر
پروردۂ دربار ہے ہمدرد نہیں ہے

راعی کو رعایا سے جو کر دیتا ہے بدظن
وہ موجبِ آزار ہے ہمدرد نہیں ہے

جو شاہ رعیّت سے نہیں کرتا مدارات
نااہل جہاندار ہے ہمدرد نہیں ہے

ضحّاک صفت ظلم اگر کرتا ہے سلطاں!
در شکل بشر مار ہے۔ ہمدرد نہیں ہے

گر حکمِ "تبزن" رہتا ہے سلطاں کی زباں پہ
اک خنجرِ خونخوار ہے ہمدرد نہیں ہے

ہے خدمتِ انساں سے اگر گوشہ نشیں دُور
بے عطر وہ عطار ہے ہمدرد نہیں ہے

اسیرانِ قفس

باغِ عالم میں ہے تجھ سے رنگ و بوائے باغباں
تیری قدرت کا ہے ڈنکا چار سُو اے باغباں

آبیاری کشتِ عالم کی ہے تیری ذات سے
خوانِ نعمت بچھ رہا ہے سُو بسُو اے باغباں

جاننے والا دلوں کا کون ہے تیرے سوا
محرمِ رازِ نہاں ہے ایک تُو اے باغباں

سخت گیری کا کریں صیاد کی کیونکر بیاں
کھو چکے ہیں اختیارِ گفتگو اے باغباں

محوِ نالہ ہیں قفس میں وہ طیورِ گلستاں!
چہچہاتے تھے جو کنارِ آبِ جُو اے باغباں

مضطرب ہیں نیم جاں ہیں ہم نفس ملتا نہیں
ناتواں ہیں زار ہیں دم در گلُو اے باغباں

تھا ہمارے چہچہوں سے گونجتا گلشن کبھی
اب قفس کے تار ہیں خارِ گلو اے باغباں

تھا کبھی افلاک کا گلشن ہماری سیرگاہ!
اب گرفتارِ قفس ہیں ۔ مُو بمُو اے باغباں

چہرۂ صیاد پہ جس سے ہے سرخی کی جھلک
وہ رگِ جاں کا ہماری ہے لہو اے باغباں

پھانس لیتا ہے طیورِ گلستاں کو دام میں
رازِ صیادی میں ماہر ہے عدو اے باغباں

رشکِ فردوسِ بریں تھی جس چمن کی سرزمیں
لٹ گیا ہے وہ ہمارے روبرو اے باغباں

لطفِ گلگشتِ چمن کیا اور کہاں ذوقِ شراب
ہاتھ میں اپنے نہیں جام و سبو اے باغباں

ہو گرفتارِ ستمِ صیاد ۔ ہم آزاد ہوں
ہے اسیرانِ قفس کی آرزو اے باغباں

عجزِ ناپسندیدہ

خراب و رسوا ہم خوار ہستم!
خسے در ساحتِ گلزار ہستم

جہانے از وجودم لب بفریاد
بشاخِ گل بشکلِ خار ہستم!

فخرِ پسندیدہ

غلامِ احمدِ مختار ہستم گدائے خانۂ احمرا ہستم
سندد بر شاخِ طوبیٰ آشیانم کہ مرغِ گلشنِ ابرار ہستم

قطعہ

رہ دشت نوردی میں سدا گامزن اے قیس کام آئے گی محشر میں ترے آبلہ پائی!
سرگرمِ عمل ہو کہ سمجھ جائے گا اک دن کیا عالمِ اسباب کی ہے نیت غائی
جو خالق کو نہیں سے رکھتے ہیں۔ محبت محبوب نظر آتی ہے سب ان کو خدائی
ہے زاہدِ مکار سے رہزن کہیں بہتر موقوف ہے مردانگی پر جس کی کمائی
اے گوشہ نشین دل پہ عبث ناز ہے تجھکو ہو سکتی۔ ہے کب چیز تری چیز پرائی

بہادر سولن

جب بہادرانِ ایتھنز کو جاں سپاران مگارا نے پے در پے شکستیں دیں تو اہلِ ایتھنز نے مگارا والوں کی اطاعت اور غلامی اختیار کر لی اور اہلِ ایتھنز نے ایک قانون وضع کیا کہ جو شخص پھر اہلِ وطن کو مگارا کے خلاف لڑنے کی ترغیب دیگا ستوجب سزا ہوگا۔ ایتھنز کا قابل قانون دان سولن اس بے غیرتی اور بزدلی کو گوارہ نہ کر سکا وہ دانستہ پاگل بن گیا۔ اور جب اس کے دیوانہ پن کا اہلِ ایتھنز کو یقین ہو گیا۔ تو اس نے ایک دن ایک پرجوش نظم مگارا کے خلاف تصنیف کی اور ایک بلند مقام پر پھٹے پرانے کپڑے پہنکر کھڑا ہو گیا۔ اور ایسے موثر لہجہ

میں نظم کو پڑھا کہ بہادرانِ انجمن کے دل میں داغِ غلامی کو چہروں پر سے ہمیشہ کے لئے دھو ڈالنے
کا ایسا جوش پیدا ہوا کہ چند ہی دنوں میں انجمن نتیجۃً اغیار سے آزاد ہو گیا۔

ناوکِ آلام کر دے پارہ پارہ گو جگر — اہلِ ہمت کے مگر دل پر نہیں ہوتا اثر
خرمنِ دہقاں پہ گرتی ہے جو برقِ شعلہ ور — تازیانہ ہے وہ بہرِ عبرتِ اہلِ نظر
اس سے عبرت کا سبق لیتا نہیں انساں اگر — مادرِ قدرت سمجھتی ہے اُسے جاہل پسر
لوحِ قدرت پر لکھا جاتا ہے جو حرفِ جلی — چشمِ بینا پر ہے اس کا رازِ پنہاں منجلی
وہ بہادر سولن اور وہ مایۂ صد افتخار — تھا بظاہر ایک دیوانہ مگر تھا ہوشیار
اہلِ انجمن کو ملی اس کی بدولت زندگی — ہو گئی اہلِ مگارا کے ستم سے مخلصی
ذلت و خواری کے پھندے میں ہے گر دائم اسیر — عقل والے تجھ کو پاگل سے سمجھتے ہیں حقیر

شعر و سخن کا شجر

گرچہ رشکِ خلد ہے گلزارِ عالم کی فضا — باغ کے سب نوجوانوں کو نہیں حاصل بقا
ہے نظارہ دل سے خزاں کی چشمِ شبنم اشکبار — ہے گلِ لالہ کا دل رنج و الم سے داغدار
زینتِ صحنِ چمن تھے سینکڑوں سرو و دال — کر دیا بادِ فنا نے ان کو بے نام و نشاں
اس ستم پر بھی خزاں کے جس شجر پر ہو بہار — اس کی ہستی پر طیورِ بوستاں ہو جاتے نثار
لہلہاتے ہیں جو گلزارِ جہاں میں نونہال — ان پہ ہے لطفِ خدائے ذو المنن بے قیل و قال
ہو فنا اک کو۔ بقا ہو دوسرے کو کیا سبب — کوئی آغازِ نمو ہی میں فنا ہو کیا سبب
گر خزاں کے جور سے محفوظ ہو کوئی شجر — ہے یہ حسنِ تربیت اور لطفِ فطرت کا اثر
گلشنِ حبِ وطن سے لائیں اک پودا اگر — آبیاری کے لئے ہو گر اخوت کی نظر

گر حریمِ صدق سے وہ سر بسر محصور ہو
گر تعصب کی سمومِ جاں گزا سے دور ہو

آفتابِ علم کی اس پر ہو گر چشمِ کرم
ہو اگر سیراب نیسانِ عمل سے دمبدم

لطفِ خالق کی چلے گی اس پہ پھر بادِ بہار
پاسباں ہوگی نگاہِ مصطفٰے لیل و نہار

دمبدم پودا بڑھے گا اور شجر ہو جائے گا
سدرہ و طوبےٰ کو بھی وہ ایک دن شرمائیگا

تثلیث

خالق و عیسےٰ و روح القدس ہیں گر ایک شے
ایک ہی پھر چیز ہیں۔ ساقی۔ پیالہ اور مے

ہے دلِ مومن جہاں کے میکدہ میں مثلِ جام
انبیا اور اصفیا ہیں صورتِ بادہ تمام

مے نہ ہو ساغر نہ ہو اور ہو نہ میخانہ اگر
ہو نہیں سکتا دلِ ساقی پہ اس کا کچھ اثر

پیرِ میخانہ الگ ہے اور جدا جام و شراب
فرقِ ان تینوں میں ظاہر ہے مثالِ آفتاب

خیالات

ملک کی جو آبرو پر جان و دل کر دیں فدا
نام ان کا ہوگا زیبِ وزینتِ لوحِ بقا

سیلِ اشکِ بیکساں اٹھے گا اے بیداد گر
بیٹھ جائیں گے ترے کاشانہ کے دیوار و در

ہے یہ میدانِ دغا ہیں خواہشِ دانش وراں
قبرِ مقتل کی زمیں ہو لوحِ تربت آسماں

جب کبھی ہم دشت پیمائی پہ آمادہ ہوئے
بہرِ استقبال خارِ دشت استادہ ہوئے

یادِ در شغلِ ہوس ہوگا نہ بھولے سے کبھی
پرورش گو شہد سے اس کی کریں تا زندگی

تیری مشتِ خاک کو برباد کرنے کیلئے
بادِ صرصر آ رہی ہے وادیٔ اغیار سے

وہ ہزارِ خوش نوا ہے اب قفس میں نیم جاں
شاخِ طوبےٰ پر رہا جس کا ہمیشہ آشیاں

تھیں زمانے میں یہی چیزیں ہماری کارساز | تیغ ہندی، رمح خطی اور پیکانِ دراز

پند سودمند

وہ بات کہتا ہوں جو بہت استوار ہے | تم مانو یا نہ مانو تمہیں اختیار ہے
انساں کو جیسے انساں سے حاصل ہے امتیاز | ممتاز اک سے دوسرا ویسے دیار ہے
برطانیہ کا دولت و ثروت میں ہے شرف | علم و ہنر پہ جرمنی کو افتخار ہے
ایجاد میں ہے ارضِ کولمبس کو برتری! | جاپان دستکاری سے سرمایہ دار ہے
عزم اور سرفروشی میں مشہور ہے عرب | کابل کا اہلِ قہر و غضب میں شمار ہے
ایران ہے ذہن اور ذکاوت میں بے عدیل | یونان فلسفہ میں بہت نامدار ہے
ہندوستاں کی حالتِ زار و نزار کو | جو آنکھ دیکھ پاتی ہے وہ اشکبار ہے
اس مملکت کو دیتی ہے قدرت یہی سزا | ہر لحظہ جو نفاق و حسد کا شکار ہے
اہلِ فرنگ رکھتے ہیں وہ علمِ کیمیا | جن پہ ہزار جان سے دولت نثار ہے
علم و ہنر کے دشت میں جوں قیسِ عامری | دیوانہ وار پھرتے ہیں۔ یہ آشکار ہے
سو سو نفوس کا ہے تجارت میں اشتراک | ہر اک کو دوسرے پہ یقینِ اعتبار ہے
صنعت کو وہ سمجھتے نہیں پیشہ۔ ذلیل | عقل و خرد پہ کاموں کا ان کے مدار ہے
نخلِ عمل کو سینچتے ہیں آبِ عزم سے | باغِ امل میں ان کے ہمیشہ بہار ہے
ان کا اگر اسیرِ مصیبت ہو ایک فرد | اس سے تمام قوم کا دل داغدار ہے
مذہب میں ان کے لاکھ ہوں باہم گو اختلاف | میدانِ حفظِ دیں میں ہر اک جانثار ہے
افلاس کو وہ دیتے مشقت سے ہیں شکست | تقدیر ان کی دوست ہے اور بخت یار ہے
نقشِ قدم پہ ان کے اگر ہند بھی چلے | اک روز یہ بھی ان کی طرح کامگار ہے

فردوسِ بریں

پیکِ قضا کے آنے کی جس دم خبر ملی ! ‏ مارے خوشی کے روح بدن سے نکل پڑی
کروبیوں نے نعش کا غسل و کفن کیا ‏ گلہائے باغِ خلد سے مدفن کو بھر دیا
منکر نکیر پاسِ ادب سے خموش تھے ‏ مرحوم بھی تو خادمِ پیرِ سروش تھے
رحمت کے سایہ میں اسے دیکھا جو دور سے ‏ رضواں نے بڑھ کے ہاتھ ملایا حضور سے
حوریں ہزار جان سے اس پر تھیں نثار ‏ غلمان بوسے لیتے تھے پاؤں کے بار بار
کرتے تھے رقص ساغرِ کوثر ادھر ادھر ‏ تھے چشمِ انتظار کی تصویر سر بسر
انگلی اٹھائے کہتی تھی طوبیٰ کی شاخ شاخ ‏ صد مرحبا - بہارِ گلستانِ خلد و کاخ
برگ و ثمر و فورِ طرب میں اچھل پڑے ‏ اشجارِ خلد از پئے تعظیم خم ہوئے
تحفہ کو لاتے ریشم و دیبا و پرنیاں ! ‏ صدقہ میں صد ہزار لٹے گنجِ شائگاں
جائے نشست مسندِ قربِ خدا ہوئی ‏ پہلو میں اس کو شاہِ دو عالم کے جا ملی
نورِ جبیں سے اس کے منور ہوئی بہشت ‏ جوشِ خوشی سے ہنس پڑی جنت کی خشت خشت

قطعہ

ہے لوحِ دل پہ نقش مرے نامِ مصطفےٰ ‏ گویا یہ دل ورق ہے کلامِ مجید کا
جو نا سپاس ہو ترے احسان و فیض کا ‏ وہ مستحق نہیں ترے لطفِ مزید کا
ہوں اقربا اگرچہ عقارب، صفت ترے ‏ کیوں توڑتا ہے سلسلہ گفت و شنید کا
شاکر نہیں غریب کی نعمت کا جو بشر ‏ وہ رد کتا ہے گویا عطیّہ لعبید کا
صد قیس ایک تارِ گریباں کے ہیں اسیر ! ‏ دیکھو مجھے جو شوق ہو مجنوں کی دید کا

جو بینوا فقیر ہیں تیری نگاہ میں!
وہ کر رہے ہیں سودا جہاں کی خرید کا

گوشہ نشیں پہ ساقیٔ کوثر[۱] ہے مہرباں
مرشد کو پاس ہونا ہے اپنے مرید کا

عشق مجازی

(۱)

ہم آستانِ دیر پہ گردن جھکائیں گے
نامِ حرم زباں پہ نہ بھولے سے لائیں گے

مٹی ہماری ہجرِ صنم میں خراب ہے
کب تک وہ دیکھیں خاک ہماری اڑائیں گے

دل کی مراد کوئی بھی پوری نہ ہو سکی
ارماں ہماری قبر پہ آنسو بہائیں گے

دل کو فریب دیتا ہوں یہ کہہ کے دم بدم
مضطر نہ ہو۔ کہ وہ تجھے آکر منائیں گے

مانا کہ ان کے حسن کا ہمسر کہیں نہیں!
وہ بھی تو مجھ سا چاہنے والا نہ پائیں گے

کرنا نہ بھول کر کبھی خفا ان کو میں کبھی
میں جانتا نہ تھا۔ کہ وہ جا کر نہ آئیں گے

توبہ ہے۔ لاکھ توبہ ہے۔ توبہ ہے بار بار
کم سن صنم سے ہم نہ کبھی دل لگائیں گے

ہم وحشیوں کا گھٹتا ہے دم اس ہجوم میں
ہم اک مقام شہر سے باہر بنائیں گے

اس بے وفا کے سامنے خم ہے سرِ نیاز
جس سے سوائے ناز کے ہم کچھ نہ پائیں گے

رو رو کے ہجرِ یار میں آنسو بہا دیئے
کب تک وہ اور دیکھیئے ہم کو رلائیں گے

گھر میں ہمارے آنے کو راضی ہوں وہ اگر
ہم سر کے بل حضور کے لینے کو جائیں گے

وہ لاکھ بار آنے کا وعدہ کریں مگر
ہرگز نہ آئیں گے کبھی حاشا نہ آئیں گے

کچھ پھل نہ پایا شیخ سے نذر و نیاز کا
ہم برہمن کو آج سے مرشد بنائیں گے

[۱] حضرت علی علیہ السلام

تسبیحِ شیخ سے رہو بچ کر کہ شیخ جی!
اس دامِ پُر فریب میں تم کو پھنسائینگے

خود داری راہِ شوق میں دیوار بن گئی
جب سن لیا وہ کہتے ہیں کہدو نہ آئینگے

غیرت کا ہو رہا ہے ہوس سے مقابلہ
اس کشمکش میں عقل کو ثالث بنائینگے

گو ہیں بتوں سے حضرتِ گوشہ نشیں نفور
ہر رنگ میں وہ عشق کے جوہر دکھائینگے

(۲)

عشق میں جو محو ہو کر بے نشاں ہو جائے گا
وہ گلِ یکتائے باغِ لامکاں ہو جائے گا

مصحفِ رخ سے اٹھائے گر کبھی دلبر نقاب
آئینہ سا محوِ حیرت سب جہاں ہو جائے گا

ہے یقیں مجھ کو مرے خورشید رُو کو دیکھ کر
زرد چہرہ ماہِ کامل بے گماں ہو جائے گا

آج مسجد کو چلا ہے حورِ پیکر خوش خرام
زاہدانِ پاک دل کا امتحاں ہو جائے گا

گر نگاہِ لطف سے دیکھے مجھے وہ نازنیں
مجھ پہ گویا مہرباں سارا جہاں ہو جائے گا

گوہرِ مقصود سے ہو جائے گا وہ بہرہ ور
جس کا دل نا محرمِ سود و زیاں ہو جائے گا

رخصتِ اظہارِ دردِ دل نہ دے مجھکو کہ تو
سرگزشتِ عشق سن کر مہرباں ہو جائے گا

رکھ تسلی ہو نہ اتنا مضطرب گوشہ نشیں
تجھ پہ آخر وہ ستمگر مہرباں ہو جائے گا

(۳)

کیا نگاہِ یار ہے۔ کیا ابروئے دلدار ہے
یہ ہے تیرِ خوں چکاں وہ خنجرِ خونخوار ہے

دل ہی دل میں شیخ و مرزا سب اسیرِ زلف ہیں
ایک سیّد ہے۔ کہ رسوا سرِ بازار ہے

ہم بشر ہو کر اسیرِ زلفِ جاناں کیوں نہ ہوں
جب خدائے پاک کو بھی عشق کا آزار ہے

تھے زلیخا۔ قیس اور فرہاد سب خستہ جگر
کیا ہوا سیّد بھی الفت کا اگر بیمار ہے

شیخ سے مطلب نہیں ہے اور نہ کعبہ سے غرض
ہم فدائے دیر ہیں اور برہمن سے پیار ہے

آنکھ اس کی دلستاں ہے غمزہ ان کا جانستاں / کس قدر رنا دان ان کا طالبِ دیدار ہے
ہجر میں روتا ہے بچوں کی طرح گوشہ نشیں / کیا کسی کم سن کی الفت کا اسے آزار ہے

(۴)

وہ ہمارے دل کو وقفِ یاس و حرماں کر چکے / جن پہ صد امید سے ہم جان قرباں کر چکے
بیچ ہیں اپنی نگاہوں میں حسینانِ جہاں / جب سے ان کے عشق کا ہم عہد و پیماں کر چکے
وہ ہمیں چیونٹی سمجھ کر روندتے ہیں پاؤں میں / ہم جنہیں دل کی قلمرو کا سلیماں کر چکے
رشکِ ویرانہ رہے گا تا دمِ یوم الحساب / جس دلِ آباد کو وہ شوخ ویراں کر چکے
حضرتِ گوشہ نشیں کا کب ہے دل پر اختیار / وہ اسے روزِ ازل سے نذرِ جاناں کر چکے

(۵)

خوشی جو نیک کاموں میں ہے بدکردار کیا جانے / جو راحت سیدھا چلنے میں ہے کجرفتار کیا جانے
مریضِ عشقِ جاناں ہوں مسیحا سے کوئی کہدے / لبِ اعجاز کو یہ لا دوا آزار کیا جانے
خدا نے حسنِ یوسف میں رکھی تھیں گرمیاں کیا کیا / زلیخا جانتی تھی مصر کا بازار کیا جانے
دلِ عاشق کو ابرو کے اشارے نے کیا گھائل / وہ خنجر، تیر، ناوک، نیمچہ، تلوار کیا جانے
خراباتِ ازل سے جو ہوا ہے فیض مستوں پر / کہاں ذی ہوش کو اسکی خبر ہشیار کیا جانے
قفس میں بلبلِ خاموش پر جو کچھ گزرتی ہے / گلستاں کا اسے مرغِ ترانہ بار کیا جانے
گزارے عمر کو دیندارِ بے زر جس مسرت سے / اسے بیگانۂ ایمان و دیں زردار کیا جانے

(۶)

جب نظر گلزار میں آئے نہ وہ گلرو ہمیں / لطف دے کیا خاک اے قمری تری کوکو ہمیں
لوٹتے ہیں آتشِ فرقت میں ہم مثلِ کباب / چین آتا ہی نہیں دم بھر کسی پہلو ہمیں

وائے برجورِ فلک وہ دن ہمارے کیا ہوئے
جب ہمیں ہنستا تھا سزاوارِ تہمت تو ہمیں

محوِ اس بت کی پرستش میں ہمیں یوں دیکھ کر
کیا عجب خلقِ خدا کہدے اگر ہندو ہمیں

کہہ رہے ہیں لوگ ہم کو قیس کی زندہ مثال
دیکھ کر آوارہ و آشفتہ سر ہر سو ہمیں

ناصحا۔ ترکِ خیالِ یار پر تیار ہیں
تو اگر ان سا دکھا دے کوئی بھی خوش رو ہمیں

کہدیا بیدرد نے بیدؔ کو روتا دیکھ کر
آنسوؤں سے تیرے آتی ہے ریا کی بو ہمیں

(ر)

رہوں گا سر بسجدہ آستانِ کوئے جاناں پر
کبھی تو رحم کھائیں گے مرے حالِ پریشاں پر

جہاں نشو و نما پاکر ملی اس گل کو رعنائی
گذر بادِ خزاں کا ہو نہ یارب اس گلستاں پر

مرا آہو خرام اک دن سوئے صحرا جو آ نکلے
غشی حیرت کی طاری ہو غزالانِ بیاباں پر

قدم وحشت گہِ الفت میں رکھا با تنِ عریاں
جنوں نے ہاتھ ڈالا ہے عبث میرے گریباں پر

پشیمانی و حیرانی۔ پریشانی و ویرانی
ملا کیا کیا فدا ہو کر تری زلفِ پریشاں پر

عصا ہے بوریا ہے اور اک مٹی کا برتن ہے
گری کیا دیکھ کر بجلی ہمارے ساز و ساماں پر

خدا بھی گر بشکلِ بت کرے عہدِ وفاداری
کبھی ہم کو یقیں آئے نہ اس کے عہد و پیماں پر

بچارا اسے ترے کوچہ کی الفت کھینچ لاتی ہے
نہیں جور و ستم جائز مسافر اور مہماں پر

تجھے کیا اس لئے پالا تھا آغوشِ محبت میں
کہ تو تیغِ ستم رکھدے ہماری ہی رگِ جاں پر

نہ مل۔ بے رحم مجھ سے تا دمِ آخر نہ مل ہرگز
گزر جاتی ہے ہر مشکل جو پڑ جاتی ہے انساں پر

کہاں جائے گا تو بچ کر بروزِ حشر اے قاتل
نشاں اس خونِ ناحق کا رہیگا تیرے داماں پر

مری آہوں سے اے ظالم نہ ہو بےخوف ڈرتا ہوں
کوئی آفت نہ آ جائے تری بزمِ چراغاں پر

پھٹے زخمِ جگر بیدؔ۔ ہوا جب سائلِ مرہم
رکھا اس سنگدل نے ہاتھ ملکر نمکداں پر

(۸)

ہرگز نہ وہمِ گیسوئے لیلیٰ کرے کوئی
سانپوں کو آستیں میں نہ پالا کرے کوئی

وہ ہنس رہے ہیں دیکھ کے زخمِ جگر مرا
ایسی ہنسی سے مجھ کو نہ دیکھا کرے کوئی

ابرو کی تیغ کو ہے سمجھتا ہلالِ عید
نادانیوں کا دل کی تماشا کرے کوئی

لیلیٰ نہ ہو گی خواب میں بھی مائلِ کرم!
تا عمر رہ نوردئ صحرا کرے کوئی

یہ کہہ رہے ہیں دولتِ ایماں وہ چھین کر
بے کار چیز کا نہ تقاضا کرے کوئی

آئے نہ رحم اس بتِ افعی سرشت کو
حلقہ میں مارِ زلف کے تڑپا کرے کوئی

زخمِ جگر بصورتِ غنچہ ہے پاش پاش
اس پر نمک نہ قہر سے چھڑکا کرے کوئی

یہ بت وہ ناخدا ہیں کہ جن کو نہیں خیال
بحرِ غمِ فراق میں ڈوبا کرے کوئی

ہیں تاجرانِ حسن نہایت گراں فروش
یارب یہاں نہ رخ پئے سودا کرے کوئی

وہ آ گئے تو آبرو اپنی چلی گئی!
کہہ دو ہمارے پاس نہ آیا کرے کوئی

عاشق کو کیا پڑی ہے۔ اجل کو خرید لے
تا زندگی جب اس کو نہ پوچھا کرے کوئی

ناکامِ عشق دیکھنا منظور ہو اگر
گوشہ نشینِ زار کو دیکھا کرے کوئی

حضرتِ عمّار

تیرے در پہ ہے شجاعت کا سرِ تسلیم خم
رستمِ ایراں ترا ناچیز سا دربان ہے

عزم و استقلال میں تو آپ ہے اپنی مثال
دل ہے ایمان و عمل کا اور وفا کی جان ہے

محوِ حیرت قوتِ ایماں پہ تیرے ہے زمیں
جرأت و ہمت پہ تیری آسماں حیران ہے

جو مصائب کو ترے پیشِ نظر دائم رکھے
مشکلوں کا سامنا اس کے لئے آسان ہے

سختیاں جھیلیں نہ کھلایا مگر وعدہ شکن | پائمردی پہ تری گوشہ نشین حیران ہے

سلطانِ عادل

جبکہ تو عالم میں ہے ظلِ خدائے بےمثال | ہے زبانِ خلق پر تیری ثنا امرِ محال
تو جہانِ عدل کا ہے بے بدل فرمانروا | تیرے دم سے ہے عروسِ دہر کا حسن و جمال
تو رعایا پروری میں شہرۂ آفاق ہے | کہہ رہا ہے مرحبا نوشیروانِ خوش خصال
کانپتا ہے آفتابِ پرحشم وقتِ طلوع | دیکھ کر تیرے رخِ پر رعب کا جاہ و جلال
مخزنِ جود و کرم ہے معدنِ لطف و عطا | مسترد ہوتا نہیں در سے ترے دستِ سوال
ہے ترا لطف و کرم سایہ فگن مخلوق پر | پھولتا پھلتا رہے تیری مرادوں کا نہال
خالقِ کون و مکاں سے یہ ہے سید کی دعا | ہو ترا اقبال قائم اور دولت بے زوال

کلیدِ کامیابی

وہ نسخہ ہم بتاتے ہیں بہرِ رفاہِ عام | جس کی تلاش کیمیا گر چار سو کریں!
موجِ بلا میں دیکھیں جو بحرِ نشاط و عیش | اپنے لہو میں شوق سے جو شست و شو کریں
چھڑکیں جو بار بار نمک دل کے چاک پر | زخمِ جگر کو نوکِ سناں سے رفو کریں!
جوشن کے جا نماز پہ پڑھتے رہیں نماز | خنجر کی آب سے جو ہمیشہ وضو کریں!
سارا بدن اگرچہ ہو زخموں سے پاش پاش | پھر بھی ہزار زخموں کی جو جستجو کریں
مقتل کے میکدہ کے ہوں میخوار جو مدام | جن کی تلاش ساقی و جام و سبو کریں
مر جائیں تو شہیدوں میں جن کا شمار ہو | ماریں تو نام غازیوں میں شستشو کریں

زنجیر کو جو پہنیں بصد افتخار و ناز — طوقِ گراں خوشی سے جو زیبِ گلو کریں
انجام کار ہوں گے وہی فائز المرام! — گرچہ جہاں کی سلطنت کی آرزو کریں

شجاعت

دل ہو اگر تمہارا شجاعت میں شیر ساں — خوف و ہراس آنے نہ پائینگے خواب میں
تم پر عیاں ہو جائیں گے وہ راز ایک دن — قدرت نے جو رکھے ہیں ابھی تک حجاب میں
اس گوہرِ مراد کو پاؤ گے بالیقیں — روپوش جو پڑا ہے صدف کے نقاب میں
خرمن کا دانہ دانہ اٹھاؤ گے بے خطر! — نام و نشاں نہ برق کا ہوگا سحاب میں
ہر ذرہ ہوگا دہر کا خورشید آفریں — قلزم ہزار دیکھو گے موجِ سراب میں
آنکھوں سے آئینہ کی طرح دیکھ لو گے تم — سامانِ بحرِ بیکراں اک اک حباب میں
قاصد کا ہوگا کوئے صنم میں یہ احترام — آجائیں گے وہ آپ ہی خط کے جواب میں
دل آشنائے کاہشِ ہجراں نہ ہو کبھی — ہرگز نہ رات ہوگی بسر اضطراب میں
لکھا رہے گا نام تمہارا ابد تلک — نام آورانِ دہر کی زریں کتاب میں
اہلِ وطن کا دل ہو شجاعت کا مایہ دار — سیتا کی التجا ہے خدا کی جناب میں

کلامِ شاعر

ایماں کا مرقع ہو عمل کی بھی ہو تصویر — شاعر کا سخن گویا ہو قرآن کی تفسیر
اس پھول سے ہو باغِ جہاں طبلۂ عطار — نافہ سے بھی بڑھ کر ہو اثر اس کا جہانگیر
ہر ایک ورق اس کا ہو گنجینۂ عرفاں — ہر بات ہو اسرارِ پسِ پردہ کی تعبیر

ہر شعر ہو انوار ہو جوں عقدِ ثریا
ہر بیت ہو صد وادیٔ کشمیر کی تصویر
ہر لفظ میں آباد ہو اک عالمِ معنے
ہر حرف میں اسرار و حقائق کی ہو تنویر

جامۂ نو

ہیں شاہدانِ گلشنِ آفاق بے شمار
دیتا ہے سب کو جامۂ نو موسمِ بہار
بادِ بہار کا ہے گل و برگ پر اثر
وقفۂ خزاں ہے لمنِ بیضا کا اک شجر

حقیقت

ناتوان و زار رہنا ہے حقارت کی دلیل
بےکس و بے یار رہتا ہے زمانہ میں ذلیل
شاہِ شطرنج کی عزت دغابازی میں ہے
بادشاہوں کی جہانگیری زباں سازی میں ہے
گر کسی نااہل کے سر پر رکھیں تاجِ طلا
چومتی ہے اسکے پاؤں شوق سے خلقِ خدا
ہو جہاں مسلک بشر کا خود فروشی کی لکیر
خوار اور رسوا ہوا کرتے ہیں واں اہلِ ضمیر
عین اغلب ہے کہ ہو جائے گدا شاہِ زمیں
کھیت سیفِ ظلم کا سرسبز ہو ممکن نہیں
قبر سے نپولین کی یہ بلند آواز ہے
صیدگاہِ دہر میں کنجشک ساں شہباز ہے

شادی خانہ آبادی

جب ہوا مقصود عقدِ فاطمہ کا اہتمام
ٹمٹما اٹھا خوشی سے چہرۂ خیر الانام!
چند اصحابِ پیمبر تھے فقط زیبِ برات
تھا نہ کچھ ہر نمائش جھمگٹا اور اژدحام
مختصر تھی دعوت اور تھا وقتِ دعوت مختصر
سیدھی سادھی اور آساں تھیں اس میں تمام

شبِ دُنیا

زیبا ہے تیرے سر پہ ہو گر تاجِ خسروی
آرام و امن سے ہو بسر تیری زندگی

ثروت میں تجھکو غلبہ ہو منصب میں برتری
آئے نہ نام کو بھی ترے پاس تیرہ زری

شہرہ ہو تیری تیغ کا عالم میں اس قدر
تھرائیں تیرے نام سے شاہانِ بحر و بر

علم و ہنر میں رتبہ ہو تیرا بہت بلند
عز و وقار کا ترے پُر زور ہو سمند

انساں میں آبرو کا ہیں موجب یہ خوبیاں
راضی ہے ان تمام سے خالقِ انس و جاں

یہ سب بجا ہے اسمیں نہیں جائے گفتگو!
یہ بھی درست ہے مرے غمخوارِ کم نمو

نورِ سحر سے رکھتا ہے الفت ہر اک بشر
ظلمت پہ ہیں فریفتہ دزدانِ بدگہر

فردوس کے خیال سے دل سب کا شاد ہے
کیا جاں گداز نارِ جہنم کی یاد ہے

کیا موجبِ نشاط ہے پختہ ہو جو شکم
دردِ گراں ہے بہرِ شکم خام ہو اگر

مہمان سرائے دہر میں رہنا ہے ایک رات
ہرگز نہ بن سکے گی شکم پروری میں بات

اس ایک شب میں کام وہ کر کے ہمیں دکھا
تا حشر لوگ کہتے رہیں تجھ کو مرحبا

شاعر اور حاسد

جس سخنور کا ہو سینہ لا الہ سے پاش پاش
دل ہو جس شاعر کا زخمی تیغِ الا اللہ کا

نورِ عرفاں سے ہو جس کا چہرہ رشکِ آفتاب
سامنے جس کے ہو پھیکا رنگ روئے ماہ کا

ہو رواں سینہ میں جسکے قلزمِ قربِ خدا
ہو جسے عز و شرف حاصل فنا فی اللہ کا

کشف سے جو بحرِ گوہر خیز کا غواص ہو
ضوفشاں ہو نور جس کے قلبِ حق آگاہ کا

ہو بشکل مہر عالمتاب جو روشن ضمیر
دم بھرے عالم کا ذرہ ذرہ جس کی چاہ کا
جو محبت میں نبی کی شمع ساں جلتا رہے
ہو جو پروانہ صفت عاشق رسول اللہ کا
لاکھ حاسد ہوں گر اُسکے معترض ہوں گر ہزار
وہ رہے گا عمر بھر مداح اہل اللہ کا

دستارِ سلطنت

قرآں کو پڑھا غور سے تفسیر کو دیکھا
تاریخ و سیر اور رسائل میر کو دیکھا
لوگوں سے روایات زبانی بھی سنی ہیں
دستار شہنشاہوں کا شمشیر کو دیکھا

دامِ حسن

تھا عجم میں اک فقیر نامدار
ثقہ۔ عابد۔ متقی پرہیزگار
اک حسینِ ماہرو کو دیکھ کر
آنکھ اس کی رہ گئی وا مہر دار
تھی ادا غارت گرِ ہوش و حواس
حسن و غمزہ رہزنِ صبر و قرا
گو اسیرِ حسنِ جاناں تھا فقیر
دل گرفتارِ جمالِ کردگار

ہم گماں رکھتے تھے اے گوشہ نشین
فقر دامِ حسن سے ہے رستگار

حصّہ دوم

حکومت

تاجدارِ برطانیہ

لائقِ حمد و ثنا ہے ذاتِ پاکِ کردگار — ذرّہ ذرّہ سے ہے ظاہر جس کی شانِ اقتدار
ہے سزاوارِ ثنا شاہنشہِ ہندوستاں — جس کے دم سے اس گلستاں میں ہی جنت کی بہار
چترِ عدل و داد اس کا رحمتِ ربِّ کریم! — دستِ لطف و فیض اس کا نعمتِ پروردگار
اس کے احسان و کرم سے یہ زمینِ سرنگوں — سربلندی کے ثریّا پر ہے شمعِ نوربار
ہے رواں ہر سمت اس کا قلزمِ علم و ہنر! — ہے گلِ جود و سخا اس کا وفا پر مشکبار
ہے دعا سید کی خالق فضل سے اپنے رکھے — لازوال اقبال اس کا دولت اس کی پائدار

فرمانروائے برطانیہ

یہ اماں یہ امن یہ آرام یہ علم و ہنر — اے شہِ برطانیہ اے خسروِ عالی جناب
اک ترے دم سے ملا ہے سرزمینِ ہند کو — حشر تک ہم پر رہے ضوپاش تیرا آفتاب
حق رکھے دل شاد تجھ کو اے شہِ گیتی نواز — چہرۂ اقبال پر تیرے رہے رنگِ شباب

جس طرح تو شان و شوکت میں نہیں رکھتا نظیر
ہے اسی صورت قلم میرا سخن میں لاجواب

توشۂ عرش احترام اور توشۂ گردوں حشم
لرزہ بر اندام تجھ سے ہے فلک کا انقلاب

شاہجہاں، دارا، سکندر، غزنوی ہلو تیمر دلیر
رشک سے ان کی نگاہیں ہیں بہن انصطراب

شہنشاہِ برطانیہ

یہ دورِ شاہِ لندن ہے مبارک یہ زمانہ ہے
درخشاں مہر و مہ سے اس لڑی کا دانہ دانہ ہے

کرم اور عمل میں یہ شہ نظیر اپنی نہیں رکھتا
ہمائے دولت و اقبال زیب آسماں اس کا

شہ برطانیہ ایسا نہ دیکھا ہے جہاں پرور
سمندر میں نہ معدن میں کہیں بادوں میں یہ گوہر

ہے نیسانِ عطا اس کا گہر افشاں جہانوں میں
مثال اس کی نہیں ملتی ہمیں سارے زمانوں میں

اسے دہقاں تو بس کا اک نبیں با وفا ہو جا
ترا دربارِ عزت تاجداروں سے بڑا ہوگا

تعاون سے وفا سے خیرخواہی سے اطاعت سے
تو اس شاہِ کرم گستر سے دل کا مدعا لیلے

اگر یہ شاہ تیری جان اور دولت کا خواہاں ہو
بلا حجت تری جاں اور دولت اس پہ قرباں ہو

کبھی بھولے سے بھی محسن کشی کرنا نہ اے ہتقاں
رہیگا تجھ پہ ساری زندگی تک مہرباں یزداں

ادب اور انکساری ہو تری سب التجاؤں میں
نہایت عجز و حرمت ہو ترے سب مدعاؤں میں

بس اس شاہ کی الفت میں ساری زندگی کردے
دلِ گوشہ نشیں کو فرحتوں کے جام سے بھر دے

وکٹوریہ آنجہانی

تمام مصرعوں کے پہلے الفاظ کے پہلے حروف کو ملا کر پڑھنے سے وکٹوریہ آنجہانی بنتا ہے

و ورق پہ مصحفِ روزِ ازل کے

ک — کیا تھا کلکِ قدرت نے یہ تحریر!
ت — ترے سیپارۂ لطف و کرم کی!
و — وضو کر کے کریں گے لوگ تفسیر
ر — ریاضِ عدل کے تصویر گھر میں
ی — یگانہ ہو گی تیری ایک تصویر
ا — ادب آموز ہو گا حلم تیرا
ا — ادائے رحم ہو گی بحر و بر گیر
ن — نہالِ زر ترا ہو گا ثمر بار
ج — جواب اس کا نہ ہو گا نخلِ اکسیر
ہ — ہلالِ عید بن کر ہوں گے ضو ریز
ا — اماں۔ آسائش۔ امن۔ آرام توقیر
ن — نہ کچھ احسان ہو گا مہر و مہ کا
ی — یہاں تک ہو گی تیرے رخ کی تنویر

تاجدارِ معظم جارج پنجم

اے حضورِ جارج پنجم اے شہِ عالم نواز — پڑھ رہے ہیں تیرے در پر شکرِ نعمت کی نماز
امن کو ہے ناز تجھ پہ عدل کو ہے افتخار — اے ہنر کے کردگار اے علم کے پروردگار
کار پردازانِ قدرت ہیں ترے مدحت سرا — خندہ زن ہے آبِ حیواں پر ترا نخلِ بقا
ایک ذرہ پر نگاہِ لطف تو ڈالے اگر — روشن اس کے نور سے ہوں انجم و شمس و قمر

گر ترے مہرِ غضب کی اک کرن ہو آشکار | محو ہو چرخِ حسد کی شوکتِ نقش و نگار
اے فلک تو ہی بتا دے عرش کی تجھ کو قسم | کون ہے ایسا جہاں میں صاحبِ جاہ و حشم
صورتِ شہ میں نظر آتا ہو جب شہ آفریں | "ربِ ارنی" کی کرے کیوں التجا گوشہ نشیں

جارج پنجم اور ملکہ میری کے حق میں دعا

جب تک ہے رخِ گل سے رواں رس کا سیلاب | جب تک ہے صبا سازِ چمن زار کو مضراب
جب تک ہے شبِ دہر پہ ضو ریزیِ مہتاب | جب تک ہے ضیا بخشِ قمر مہرِ جہاں تاب
ہے گوشہ نشیں کی یہ دعا حق سے شب و روز | راتیں ہوں شبِ قدر انہیں روز ہوں نوروز

جشن سلور جوبلی جارج پنجم

پیرِ گردوں کر رہا ہے سر پہ خم مجھ کو سلام | عزت و تعظیم سے ہے عرش مجھ سے ہم کلام
ہیں مرے پینے کے ساغر آفتاب و ماہتاب | اک صراحی ہے مری یہ کہکشانِ پیچ و تاب
یہ ستارے ہیں مری صہبا کے پیمانے تمام | ہے مرا اک میکدہ یہ آسمانوں کا نظام
ناصیہ فرسا ہے میرے آستانے پر دوام | خضرؑ اور الیاسؑ پر واجب ہے میرا احترام
مجھ کو یہ سب نعمتیں کیونکر نہ دے ربِ قدیر | جارج پنجم کے درِ دولت کا ہوں ادنیٰ فقیر
اے شہِ فیاض و عادل اے شہِ گردوں حشم | نام پر تیرے بقا کی ہے شہنشاہی رقم
ہے ترے فتراک کی صیدِ زبوں کیخسروی | اک مگس راں ہے ترے دربار کی خوش اختری
مرحمت کرتا ہے دارا کو علم تیرا قلم | گوہر افشاں ہے سکندر پر ترا دستِ کرم
عدل کا تیرے ہے وہ آفاق میں دریا رواں | بہ گئی ہے جس کی رو میں شہرتِ نوشیرواں

تیرے بحرِ جود سے سیراب ہے ساری زمیں
خاتمِ حاتم کو تو نے کر دیا ہے بے نگیں

ہو مبارک تجھ کو سلور جوبلی کا افتخار
لاکھ جبلی سے کرے تجھ کو مشرف کردگار

چشم نے دیکھا نہیں تجھ سا کہیں صاحب جلال
سیرت اور تاریخ ہیں گوشہ نشیں کے ہم خیال

آہ شہزادی وکٹوریہ[1]

یہ پیامِ غم قضا سے کم نہیں
بے کلی دل کی دعا سے کم نہیں

آہ وہ وکٹوریہ[2] کی یادگار
یہ گلا ہمکو خدا سے کم نہیں

سب وفورِ رنج سے بے ہوش ہیں
یہ گھڑی روزِ جزا سے کم نہیں

ہو گئے نذرِ تہِ بحرِ الم!
ورطۂ غم ناخدا سے کم نہیں

ایک دل اور لشکرِ غم کا حصار
ہر نفس آہ و بکا سے کم نہیں

آہ وہ شاہِ[3] معظم کی بہن!
بھائی کو جو دلربا سے کم نہیں

ہاں صحیح تو نے اسے جنت دیا
یہ کرم تیرا جفا سے کم نہیں

باپ[4] کی ہے ہم نشیں یہ بھی درست
لطف یہ بھی ابتلا سے کم نہیں

یہ بھی مانا تھی یہی تیری رضا
یہ رضا پیکِ قضا سے کم نہیں

جارج پنجم صبر سے ہوں ہمکنار
اضطرابِ جاں بلا سے کم نہیں

سلطنت ان کی سدا قائم رہے
اس چمن[5] کو یہ صبا سے کم نہیں

[1] ہر رائل ہائینس شہزادی وکٹوریہ کا پیغامِ وفات ۱۲
[2] ملکۂ معظمہ وکٹوریا آنجہانی۔
[3] شہنشاہ معظم جارج پنجم۔
[4] شہنشاہ معظم ایڈورڈ ہفتم آنجہانی۔
[5] ہندوستان۔

یہ ہنر یہ علم اور یہ نعمتیں
بارشِ سیم و طلا سے کم نہیں

جو کرے سب کو عطا امن و اماں
چترِ وہ چترِ خدا سے کم نہیں

جو بنادیں ہند کو رشکِ ارم
وہ نگاہیں کیمیا سے کم نہیں

جس کے سایہ میں ہوں لاکھوں تاجدار
تاجِ زر اس کا ہما سے کم نہیں

ہے بجا اہلِ خرد کا یہ سخن
تاجِ در ظلِ خدا سے کم نہیں

ہم کہیں گے برملا گوشہ نشیں
تو کسی نکتہ سرا سے کم نہیں

آہ جارج پنجم

رو رہا ہے آج یورپ ہند ہے گریہ کناں
بحر و بر پہنے ہوئے ہیں جامۂ آہ و فغاں

آسماں ملبوسِ غم ہے خاک بر سر ہے زمیں
ہو گئے ہیں جارج پنجم زینتِ باغِ جناں

آج لندن کی زمیں پر حشر ہے کیوں رونما
سرزمینِ ہند پر ہے آج کیوں محشر بپا

کس لئے یورپ نے پہنا ہے لباسِ ماتمی
آج کیوں ڈوبا ہوا ہے بحرِ غم میں ایشیا!

کیوں اسیرِ رنج و غم ہیں آج شیخ و برہمن
نقشۂ دیر و حرم ہے آج کیوں بگڑا ہوا!

تعزیت کی کیوں قیامت سے بپا کہسار میں
مرثیہ خواں وادیوں میں اس قدر ہے کیوں ہوا!

کیوں صفِ ماتم بچھی ہے آج سطحِ آب پر
ہے لبِ امواج پر کیوں نغمۂ آہ و بکا

آنسوؤں سے پر ہے کس کے رنج میں چشمِ حباب
ساحلوں پہ آج کس کے ماتم میں دریا ہے رو چکا

کس لئے ہے آج طوطی کا ترنم ناگوار!
کیوں بھلی لگتی نہیں ہے آج قمری کی صدا

ہے مزا سے کیوں معرا آج غنچوں کا جمال
لطف کیوں دیتی نہیں ہے آج پھولوں کی ادا

کیوں اداسی کا مرقع ہیں عروسانِ چمن!
کیوں ہمیں بھاتی نہیں ہے نکہتِ بادِ صبا

جب دلِ انساں مصیبت اور الم کا ہو ہدف — سب جہاں اس کو نظر آتا ہے اک ماتم بھرا
ہے یہی دل کی ہمارے کیفیت اے ہم نشیں — جارج پنجم آنجہانی کے ہیں غم میں مبتلا

آہ وہ لطف و مروّت کے فلک کا آفتاب — آہ وہ عدل و کرم کے ملک کا فرمانروا
آہ وہ جود و سخا کے کارواں کا راہبر — آہ وہ خلق و محبت کے جہاں کا ناخدا
آہ وہ بستانِ احساں کا گلِ عنبر سرشت — آہ وہ باغِ وطن کو چشمۂ آبِ بقا
آہ وہ پروانۂ ہمدردیِ نوعِ بشر — آہ وہ ابرِ بہارِ گلستانِ انڈیا

وہ رہا قرباں ہماری بہتری پر عمر بھر — ہم رہیں گے زندگی بھر تاج پر اس کے فدا
راحتِ خلدِ بریں ہو مرحمت مرحوم کو — ہند[1] کے ہے ہر بشر کی حق تعالیٰ سے دعا
نعمتیں اس سلطنت کی گن نہیں سکتی زباں — کر دیا جس نے خرابہ کو ریاضِ دل کشا
تیرے قول و فعل سے روشن ہو مثلِ آفتاب — تو درِ درگاہِ محسن[2] کا ہے اک ادنیٰ گدا
بے غرض ایثار کا ہو خوں تری رگ میں اگر — خیر مقدم کو ترے آئے گا بڑھ کر مدعا
تیرے دامن کو کیا اس نے عطا دُرِّ مراد — کون ہے ایسا جہاں میں ذی کرم تو ہی بتا
ابرِ ہمتی حبیبِ ملک سیّد پہ ہے سایہ فگن — خامۂ گوہر فشاں ہے اور تبلیغِ وفا

تاجپوشی شہنشاہِ معظم جارج ششم

کسی کو ادّعا مجھ کو غزل گوئی میں قدرت ہے — مسدّس میں سمجھتا ہے کوئی اپنے تئیں ماہر

[1] ہندوستان۔ [2] سرکارِ برطانیہ

قصیدہ میں کسی کو نکتہ آرائی کا دعویٰ ہے
کوئی لکھتا ہے اپنے آپ کو تضمین کا زیور!

مخمس میں کوئی ہے مدعی جادو بیانی کا
کسی کو ہے گماں یکتا رباعی کا ہے وہ گوہر

ہمیں تو بات بس گوشہ نشیں کی ہے پسندِ دل
قلم وہ ہے جو ہر مضموں میں برپا کر سکے محشر

جارِ ج سلطانِ ششم کو حق نے کی نعمت عطا
تاجپوشی کے ہیں جلسے آج دنیا میں بپا

بلبلانِ گلستاں ہیں سرخوشِ جامِ نشاط
وجد میں ہے آج رقصاں نکہتِ موجِ صبا

نشۂ جوشِ طرب میں جھومتا ہے ہر شجر
ہر شجر پہنے ہوئے ہے حور کی سی اک قبا

ذرہ ذرہ ہے ترنم بار فرطِ شوق سے
پتا پتا بن رہا ہے بربطِ جادو نوا

مسکراتا ہے زمانہ۔ محوِ خندہ ہے جہاں
کیا خوشی کی محفلوں کے ہیں نظارے جا بجا

چہرۂ مہتاب سے ہے کیفِ عشرت آشکار
دیدۂ خورشید میں ہے جامِ فرحت کی بہار

شمع زارِ قصرِ گردوں آج ہے کیا نور بار
بہ رہی ہے کیا ستاروں کی فلک پر آبشار

نازاں ہے مریخ کو زہرہ کے رقصِ ناز پر
کہکشاں کے حسن پر ہے مہر و مہ کا افتخار

جنت الفردوس کی ہیں قمریاں مستِ نوا
عرش کے طائر ترنم کے صنم سے ہمکنار

راحتوں نے شاخِ مینا پر بنایا آشیاں
دخترِ رز کا ہے چہرہ نور کا اک گلستاں

فرحتوں کے قلزمِ مواج ہیں ہر جام میں
خم کے ہونٹوں پر تبسم کی ہیں رقصاں بجلیاں

دستِ ساقی سے برستے ہیں مرادوں کے گہر
دامنِ میخوار میں ہیں سینکڑوں گنجِ گراں

میکدہ کا بوستاں ہے آج جنت کا جواب
آج زاہد کا بھی ہے رخ میکشی کا ترجماں

کیا طرب میں اٹھ رہے ہیں آج موجوں کے قدم | ساحلوں کی دیدنی ہے شوکتِ جاہ و حشم
ہے گہر افشاں سحابِ رحمتِ حق ہر طرف | مہرباں ہے ہر صدف پر آج نیسانِ کرم
بادۂ عشرت سے ہے سرشار کیا چشمِ حباب | ہے الف اہلِ سخن کا جس کی مدحت میں قلم
یہ صبا یہ گلستاں اور یہ عنادل کی نوا | ہے جواب اس کا بساطِ بحر و بر پر کالعدم

جارج ہے اسمِ مبارک اور حشم تیرا مقام | سر بہ خم ہو کر تجھے کرتا ہے گردوں بھی سلام
کوہ و صحرا کی زباں پر تیری مدحت کا ہے ذکر | اور لبِ دیوار و در پر منقبت کا ہے کلام
یہ تری رزاقیت کا ایک بحرِ بیکراں | عرش سے نازل ہے گویا من و سلوا کا طعام
یہ تری جود و سخا کی بارشیں آفاق میں | حاتم و ایسے ہزاروں تیرے در کے ہیں غلام
یہ ریاضِ ہند اور علم و ہنر کے یہ سحاب | ہو چکا ہے اب جہالت کے فلک کا انہدام
اکبر و اشوک، دارا، غزنوی، نپولین | مہر کے آگے نہ پہ ہو کیوں کر ستاروں کا قیام
آج تک دیکھا نہیں خورشید ایسا چرخ نے | رفعتیں، نورانیت، توقیر، شوکت، احتشام
شفقتیں وکٹوریا کی اور ایڈورڈ کی عطا | جارج پنجم کا کرم، یہ وصف تجھ میں لاکلام
رحم کو ہے ناز تجھ پر، عفو کو ہے افتخار | لے نشاں تیرے گلستاں سے ہی خارِ انتقام
ہے بقا کے باغ کی زینت ترا حسنِ عمل! | تیرے اقبال اور دولت کو ابد تک ہے دوام
دشمنوں سے بھی روا رکھتا ہے تو لطف و کرم | قتل کرتی ہے انہیں تیری مروت کی حسام
اہلِ عالم کہہ رہے ہیں عدل تیرا دیکھ کر | ہم نے دیکھا ہی نہیں تجھ سا عدالت التزام
کس قدر ہے جانفزا اے آہوئے برطانیہ | ہند کے دل کے ختن میں یہ ترا نازِ خرام
شاد ذی اے شاہِ عادل اے شہِ عالم نواز | مانتا ہے دہر احسانات کا تجھ کو امام

ہم کو تو اقبالؔ[1] کے ارشاد سے ہے اتفاق | خامۂ گوشہ نشیں پر ہے وفا کا اختتام

برکاتِ عہدِ برطانیہ

گلستانِ ہند میں ہے۔ عیش و عشرت کی بہار | حسن ہے سرو و سمن کا غیرتِ حسنِ نگار
ہے ترنم ریز شاخِ دل پہ راحت کا ہزار | ذرّہ ذرّہ ہے خوشی میں ناچتا مستانہ وار

گا رہے ہیں ہر شجر پر طائرانِ بوستاں!
ہے عروسانِ چمن پر وجد کا طاری سماں

ہے مساجد کے لبوں پر مسکراہٹ کا وفور | مندروں کے بام و در پر ہے مسرت کا ظہور
ہیں کلیسا میں ترانہ بارِ عشرت کے طیور | ہے رخِ آتش کدہ پر کھیلتی موجِ سرور

بادۂ عیش و طرب سے مست ہیں پیر و جواں
نغمہ پیرا ہے خوشی میں بلبلِ ہندوستاں

ساغرِ گیتی مئے مقصود سے معمور ہے | آج میخانہ سراپا شاد اور مسرور ہے
راحتوں کی مے سے پیمانے کا دل مخمور ہے | ہالۂ عشرت سے ماہِ میکدہ محصور ہے

آج دنیا ہے عروسِ آرزو سے ہمکنار
ہر شجر[2] امید کا ہے پُر ثمر اور پُر بہار

شکرِ نعمت میں جھکی ہے۔ رودِ گنگا کی جبیں | دیدۂ دل سے بہاتے آبِ زمزم[3] کی زمیں
جوشِ راحت سے ہی خدمتِ علیؔ گردن نشیں | عرشِ اعظم کے ہیں منت کش جہانوں کے مکیں

اٹھ رہے ہیں ساکنانِ ہند کے دستِ دعا

---

[1] پنڈت اقبال نرائن [2] ہنود [3] مسلمان

ہم ہیں سایہ میں تیرے اے شہ برطانیہ

تو نے ویرانہ کو میرے کر دیا ہے اک ارم!
ہیں خوشی کی راہ پر میری مرادوں کے قدم
ابرِ فیضانِ مقدر ہے ترا گویا قلم
مہرباں ہے میرے دامن پر ترا دستِ کرم

نکہتِ امن و اماں سے شاد ہے ہر اک دماغ
ہیں فروزاں راحت و آرام کے گھر گھر چراغ

دُر فشاں ہے دہر پر کیا تیرے احساں کا سحاب
خلد برگوش ہے کیا عدل کا تیرے رباب
نور افشاں ہے جہاں پر کیا کرم کا آفتاب
ہے عذارِ ہند پر کیا شعلۂ حسن شباب

لوحِ دل سے مٹ گیا ہے۔ اب مرے خوفِ خزاں
سب مسرت بار ہیں میرے چمن کی قمریاں!

ہے ہمیشہ تجھ کو میری بہتری پیشِ نظر!
گا رہے ہیں طائرانِ باغ بے خوف و خطر!
تیری نگہِ فیض سے ہیں بارور میرے شجر!
تازہ و شاداب ہیں گلزار کے برگ و ثمر!

ہے نشاں صیاد و گلچیں کا سراسر کالعدم
گلشن ہندوستاں ہے غیرتِ باغِ ارم

ہم خدا کے فضل سے ہیں اشرفِ خلقِ خدا
ہیں ہمیں اس کشتیٔ کون و مکاں کے ناخدا
ہے فرشتوں سے کہیں بڑھ کر ہمارا مرتبا
ایک دنیا دانش و بینش کی ہے ہم کو عطا

تا حشر تجھ ایسے محسن کے ہیں اک ادنیٰ غلام
ہم فلاحِ ہند کا تجھ کو سمجھتے ہیں امام

تو رہے ہندوستاں پر تا قیامت حکمراں
ہو جبین اہلِ عالم اور تیرا آستاں!
شادکامی کے ثریا پہ ہو تیرا آشیاں
حامی و یاور ہو تیرا خالقِ کون و مکاں

تو رہے دائم ہمارا دستگیر و غمگسار
ہم وفاداروں کی صف میں ہوں سپاہی جانثار

ہے عطا ہم کو ازل سے بازوئے رستم فگن
ہم کو حق سے مرحمت ہے ذوالفقارِ صف شکن
آب و گِل میں ہے ہمارے اعتصامِ کوہکن
ہم وفا کو جانتے ہیں لطفِ حق کا پیرہن

جب تمہارے دم سے ہے ہند کے گلستاں میں بہار
تیرے دم کے ساتھ گزرے گی یہ عمرِ مستعار

حکّام

لارڈ لنلتھگو گورنر جنرل ہند

اے شہِ فیاض۔ اے فخرِ زمیں
عمل کی خاتم میں تو ہے اک نگیں
حکم ہے ہر ایک تیرا دل پسند۔
ہر ترا ارشاد جامِ انگبیں!
ہاتھ کو تیرے دُر افشاں دیکھ کر
بادلوں نے خاک پر رکھ دی جبیں
دیکھ کر ہندوستاں کا گلستاں
آگیا ہے مجھ کو جنت کا یقیں
جب سے دیکھا ہے ترا جاہ و حشم
ہیں نظر میں ہیچ شاہانِ زمیں
اللہ۔ اللہ چہرۂ دولت ترا
چاند یہ افلاک نے دیکھا نہیں
یہ ترے اقبال کا روشن چراغ
ماہتاب اور آفتاب اس کے رہیں
مہرِ عالمتاب ہے تیرا جمال!
ماہِ گردوں تاب ہے تیری جبیں!

تخت تیرا بحر و بر میں سربلند | سلطنت تیری جہاں میں بہتریں
زُہد تیرا اہلِ باطن کا شرف | اور عرفاں نازشِ اہلِ یقیں !
رحم کا دریا ترے دل میں رواں | لُطف کی دُنیا ہے سینہ میں مکیں
یہ قصیدہ یہ تری شانِ سخن | مرحبا اے خامۂ گوشہ نشیں

ہز ایکسیلنسی سر سکندر حیات خاں

گورنر پنجاب

گوشہ نشیں بمدحِ تو اسکندرِ زماں | آید سخنورانہ بہ بزمِ سخنوراں
از بارشِ جواہرِ حمد و ثنائے تو ! | کردم زمینِ شعر چو گلزارِ کہکشاں
خورشیدِ دہر تابی و ماہِ جہاں فروز | نیسانِ گنج بار و سحابِ گہرفشاں
اے کعبۂ جہانیاں دولت سرائے تو | آقائے خلق پرور و مولائے مہرباں
شہبازِ فکر ریختہ بال و پرِ عروج | جائیکہ ہست طائرِ بخت تو پر فشاں
اقدامِ حریمِ عشقِ تو حاشا نہ کردہ ایم | آتش زدہ جمالِ تو در خرمنِ دلاں
مثلِ تو گاہ کوکبِ فرخندہ و منیر | دیدہ نہ چشمِ مہر منوّر بہ صد قراں
بر سنگِ آستانِ تو تا سر نہادہ ایم | ما کردہ ایم ترکِ سرِ گنجِ شائگاں
علم از تو پائدار و عمل از تو استوار | ہستی تو مثلِ روحِ مجسّم منوّراں
اے عدلِ تو پناہِ یتیم دیدہ و ضعیف | اے رحمِ تست بر سرِ بے سایہ سائباں
عہدِ تو ہست عہدِ مرادات و انبساط | مفقود ہست رنج و ملال است بے نشاں
خلقیم بارگاہِ تو از خدمت و خلوص ! | چوں خضر چیدہ اند گلِ عمرِ جاوداں !

آں کیست تا نہ زندۂ خرابات فیض تست | آں کیست کو نکرد بہ مے چہرہ ارغواں
اے آنکہ نام تست گل گلشن بقا | وے آنکہ یاد تست چمن زار بے خزاں

ہستیٔ جمال چہرۂ آں شاہ دادگر | بہرش تبسم اہل جہان است چوں دواں
لبریز نور گشت وطن از شعاع او | شد نثار زار از نگہ لطف او جناں
پروانہ دار طائف آں مشعل ایم ما | دانش وراں فدائے سیر او زماں زماں
ما بندگان حلقہ بگوشیم بے قرار | چوں کبک بہر جلوۂ آں ماہ دلستاں
شیدا اسیر دام وفا و محبت است | تا ہست نغمہ زن بوجودش ہزار جاں

سر چھوٹو رام وزیر ترقیات

اے شہسوار عرصۂ دنیا سے انتخاب | اے تجھ پہ زندگی کے ہیں اسرار بے حجاب
اے ابر لطف سے ترے پنجاب فیضیاب | اے بہر عز و شان و مروت پہ آفتاب

دہقاں کی بہتری میں ترا دل گداز ہے
اصلاح اس کے درد کی تیری نماز ہے

علم و ہنر کی بزم کی ہے تجھ سے آبرو | ادراک و عقل و فہم کو ہے تیری جستجو
تیری تلاش عزم و شجاعت کو کو بکو | ضیغم ہے ایک ہمت دل میں تو ہو بہو

پروانہ وار تجھ پہ ہیں اہل وطن فدا
اے نا خدائے کشتیٔ مقصود و مدعا

سر چھوٹو رام اسمِ مبارک تجھے بلا
دہقاں کے قافلے کو ترا ہمسخن درا
مخلوق پر ہے سایہ ترا سایۂ خدا
خلقِ خدا کو ذات تری چشمۂ بقا

دیر و حرم میں نور کا تو اک چراغ ہے!
شاداب تیرے دم سے ہی یہ باغ و راغ ہے

اے افتخارِ ہندیاں اے نازِ خانداں!
قند و نبات کا ہے سمندر تری زباں
قلزم ہے انگبین و شکر کا ترا دھاں
جادو کا ایک بحرِ رواں ہے ترا بیاں

یکتائی منہ کو ڈھانپ لے تقریر سے تری
نقشِ کمال محو ہو تحریر سے تری

زندہ کیا ہے دہقاں کو تیرے دماغ نے
ظلمت کو نور کر دیا تیرے چراغ نے
گاڑا ہے خیمہ صحنِ چمن میں فراغ نے
گلشن سے آشیانہ اٹھایا ہے زاغ نے

ضرب لگائی تو نے۔ فلاکت کے ناگ پر
کوشش کی نہر چھوڑ دی دوزخ کی آگ پر

اے چرخ تجھ کو عرش کی توقیر کی قسم
اے ماہ تجھ کو مہر کی تنویر کی قسم
اے دہر تجھ کو کاتبِ تقدیر کی قسم
اے ہند تجھ کو رام کی تصویر کی قسم

سر چھوٹو رام ایسا دکھا دے کہیں کریم
پھر اس پہ ایسا خدمت و ایثار میں عظیم

حق تجھ کو جاہ و حشمتِ دارا کرے عطا
اقبال ہو سکندر و آشوک سے سوا
جمشید سے زیادہ ہو ثروت میں مرتبا
اکبر سے ہو بلند ترا اخترِ رسا

خادم ہو سب جہاں ترا اے خادمِ انام

گوشہ نشیں رہے ترا مدحت سرا مدام

خان بہادر ملک محمد زمان مہدی خاں ڈپٹی کمشنر

اے ملک مہدی زماں خاں اے جہاں کے راہبر
یہ شجر تیری نگاہِ لطف سے ہے بارور
ہو عطا تجھ کو وہ عزت وہ نشاں وہ سروری
جس سے خیرہ ہو فلک کے تاجداروں کی نظر

یا الٰہی ہو عنایت وہ مجھے حسنِ بیاں
ہو یہ نظمِ پُر عقیدت پابہ زنجیرِ قیود
مانی و بہزادِ اقلیم نقوشِ شاعری
ابلقِ ایام ہو سرگشتۂ حیرانگی
شعر سن کر کہہ اٹھیں تحسین وزہ بیساختہ
سہل۔ آساں اور نکتہ خیز ہو میرا کلام
ہو نہ ذرّہ بھر مرے دل اور زباں میں اختلاف
بادۂ طبعِ رسا میں ہو وہ کیفِ زندگی
ہو عطا وہ طاقتِ پرواز میری خاک کو!
ہو ترا لطف و کرم اس رنگ میں ذرّہ نواز

لال جس کی منقبت میں ہو فصاحت کی زباں
ہو جہانِ فکر پر شاہِ شریعت حکمراں
نظم کی ہر شاخ پر دیکھیں ہنر کا آشیاں
اشہبِ جودت کی میرے دیکھ کر جولانیاں
انجم و شمس و قمر۔ نظمِ ثریا کہکشاں
ہو سلاست اور جدّت کا نرالا گلستاں
ہو یہ اک صدق و صفا کی روح پرور داستاں
آبِ حیواں کا ہو اس کے قطرہ قطرہ پر گماں
درطۂ حیرت میں ڈوبے دیدۂ کرّوبیاں
جلوہ گر تختِ سلیماں پر ہو۔ مورِ ناتواں

تیری قدرت کی ہو وہ ادنیٰ سی اک جلوہ گری　　کاہ کو دیکھے حسد سے شوکتِ کوہِ گراں
تو اگر چاہے نہیں اس میں مجالِ گفتگو　　ایک قطرہ سے ہوں صدہا بحرِ بے ساحل رواں
وہ کرے معجز نمائی الغرض رحمت تری　　ہو علم بردارِ معنی یہ گدائے بے نشاں
المدد اے قادر و ستار و رحمان و رحیم　　المدد بخشندۂ اورنگ و صمصام و سناں
المدد اے دلبرِ حق اے حبیبِ کبریا　　المدد اے نخل بندِ گلستانِ کن فکاں
المدد اے سرِّ موجوداتِ رازِ ممکنات　　المدد رمز و عالمِ معنئ کون و مکاں
المدد قرآنِ ناطق المدد نورِ مبیں!　　المدد شاہِ ملائک تاجدارِ انس و جاں
المدد کنزِ ازل را گوہرِ گیتی فروز　　المدد گنجِ ابد را دُرِّ نایابِ گراں
المدد مشکل کشائے انبیا و اولیا　　المدد اے ناتواں را مایۂ تاب و تواں
المدد اے مقصدِ تخلیقِ بزمِ کائنات　　المدد مولائے آدم خواجۂ روحانیاں
المدد اے نورِ تو از نورِ حق پیدا شدہ　　المدد پیدا ز نورِ چہرہ ات کون و مکاں!
المدد اے برتر از ادراکِ ذاتِ پاکِ تو　　المدد اے کنہ تو بالاتر از وہم و گماں
اے زباں مہدی امیر سفتِ اقلیمِ کرم　　اے مہِ گردونِ نعمت اے خدائے بندگاں
بوستانِ عدل میں ہے تو نسیمِ پُر بہار　　گلشنِ جود و سخا میں تو بہارِ بے خزاں
کعبۂ عظمت کا تیرے کر رہے ہیں سب طواف　　اہلِ ہمت اہلِ دل اہلِ نظر اور قدسیاں
آفتابِ دولت و اقبال تیرا لازوال　　ماہتابِ عزت و توقیر تیرا بے زیاں
ہے دلِ آگاہ تیرا کنزِ نکتائے رموز　　مخزنِ اسرارِ حق تیری نگاہِ نکتہ داں
تیرے دم سے محفلِ ناقوس میں رقصِ نشاط　　تیرے صدقہ سے نوائے زندگی بخشِ اذاں
بلبلِ ادراک تیرا زینتِ باغِ سما　　طائرِ عقل و خرد زیبِ فضائے لامکاں

سروِ احساں ہے ترا آرائشِ گلزارِ دل
گلبنِ خلق و محبّت زینتِ بستانِ جاں

اللہ اللہ مصحفِ رخ کی ترے شانِ جلال
سر نجم ہے سامنے تیرے ادب سے آسماں

کہکشاں کہتی ہے جس کو دیدۂ گردوں شگاف
آسماں پر ہے ترا عکسِ کفِ گوہر فشاں

ایک ذرّہ پر اگر ڈالے کرم کی تو نظر
مات ہو اس کی ضیا سے آفتابِ ضَو فشاں

ہو نہ کیوں رشکِ ثریّا وہ دیارِ خوش نصیب
ہو جہاں تجھ سا امیرِ عدل فرما حکمراں

ان دنوں اس جوش پر ہے دورِ صہبائے سکوں
انقلابِ چرخ کا ناپید ہے نام و نشاں

ہے کجا خورشیدِ عالمتاب اور جگنو کجا!
مٹ گیا ہے آج نقشِ شہرتِ نوشیرواں

ہے ترا دیدار۔ دیدارِ شہِ برطانیہ
حسنِ گل میں دیکھتے ہیں ہم جمالِ گلستاں

شادزی اے نائبِ سلطانِ کیواں بارگاہ
شادزی۔ قائم مقامِ شاہِ شاہانِ جہاں

شادزی۔ شان و شکوہِ خسروِ عرشِ احترام
شادزی۔ طبعِ کریمِ محسنِ ہندوستاں

شادزی۔ دستِ عطائے منعمِ دریا نوال
شادزی۔ قلبِ دلِ سلطانِ معطیِ امن و اماں

شادزی۔ اے نازشِ سلطانِ گردوں احتشام
شادزی فخرِ جہاندارِ ثریّا دودماں

ہم مبارکباد دیتے ہیں تجھے گوشہ نشیں
تجھ کو فطرت سے وفا کا ہے عطا طبل و نشاں

(۲)

بلبلِ طبع ہے وارفتۂ شوقِ گفتار
نغمہ زن ہے مرا ہر تارِ ربابِ اشعار

گوہر افشاں ہے مرے ذہنِ رسا کا نیساں
غرقِ سیلابِ لآلی ہے جہانِ گلزار

طوطیِ فکر نے اربابِ ہنر کے آگے
قند و مصری کے لگا رکھے ہیں صدہا انبار

آبِ حیواں کا ہیں چشمہ یہ حروف و الفاظ
مشک و عنبر کی یہ مصرعے ہیں دل افزا تہار

ہے ملک مہدی زماں خاں وہ کرم کا مخزن
ہیں کریمانِ جہاں درج گہر وہ معدن

اس سے زنہار طلب قیصر و اسکندر و جم
اس کا ہے دامِ حشم اور ہما کی گردن

ابرِ الطاف سے اس کے ہیں سراسر سیراب
بحر و بر، دشت و جبل وادی و صحرا و دمن

چترِ انصاف نے اس کے کیا سایہ جس پر
ہے وہ بیدادِ زمانہ کے غضب سے ایمن

مجھ کو مقصود ہے محبت کا وطن پر اتمام
بر ملا کہنے کی کرتا ہوں جسارت اقدام

باخبر عقل ہے اس سے کہ ہیں قدرت کی عطا
تاج و اورنگ و حشم گنج و عصا و صمصام

کلکِ نقاشِ ازل نقشِ قضا سے پہلے
خال و خط کرتی ہے شہباز و ہما کے ارقام

حقِ ایثار و وفا تم پہ ہے اس کو حاصل
مرحمت جس نے کیا امن و اماں کا انعام

اس مسیحا کا ادا تم سے نہ احساں ہوگا
جس نے امراضِ بلا سے کئے آزاد اجسام

عزت و حرمت و طاعت کا سزاوار ہے وہ
ہے قدح خواروں پہ جس پیرِ مغاں کا اکرام

اس حسیں کا در دولت نہ ہو قبلہ کیونکر
جس کے کوچہ کے حسینانِ جہاں ہوں خدام

تم سے اب گوشہ نشیں کو ہے بس اتنا کہنا
یہ صنم اصل ہے اور نقل ہیں دیگر اصنام

ٹھاکر للت چند ڈپٹی کمشنر

جب لگا یا کان میں نے پردۂ افلاک سے
منشیِ[1] گردوں کے خامے کا یہ کہنا تھا صریر[2]

حضرتِ ٹھاکر کا روز افزوں بڑھے جاہ و حشم
شاد کام ان کو رکھے تا زندگی ربِّ قدیر

یہ رعایا پروری کے چرخ پہ ہیں آفتاب
عدل و احسان و کرم ان کا نہیں کچھ نظیر

[1] عطارد ستارہ [2] وہ آواز جو قلم سے لکھتے وقت نکلتی ہے۔

زیر لب ان کا تبسم۔ ایک برقِ دل نواز ‏ ‏ خوش کلامی ان کی جوئے پرنیاں موجِ حریر
زیبِ سرتاجِ حکومت۔ زینتِ قُل اتقا ‏ ‏ شکل ظاہر میں یہ منعم اور باطن میں فقیر
جو سمجھتا ہو فریب و مکر کو رازِ ظفر ‏ ‏ وہ بشر ان کی نظر میں ہے بہت خوار و حقیر
تاجداروں کی ہے ان کا دودماں اک یادگار ‏ ‏ ہر بشر اس خانداں کا ہے امیر ابنِ امیر
مشورے اور رائے کی ان کو نہیں ہے احتیاج ‏ ‏ تجربہ ان کا ہے ہر اک کام میں ان کا مشیر
ہیں گرفتارِ کرم ان کے مسیحائی ہنود ‏ ‏ اور مسلماں ان کے دستِ زرفشاں کے ہیں اسیر
تاج سے ان کو عطا ہے ایک تاجِ زرنگار ‏ ‏ یہ شہنشاہِ معظم کے ہیں نائب اور وزیر
ہو خزاں دیدہ شجر ان کی نظر سے بار ور ‏ ‏ یہ خدا کے فضل و احساں سے ہیں خورشیدِ منیر
ایک ذرہ کو بنا دیں مہرِ عالمتاب یہ ‏ ‏ ان کی نگہِ فیض کا اس پر جو ہو عُشرِ عشیر
ان کے میخانے کو میں نے میکشوں سے بھر دیا ‏ ‏ دیدۂ انصاف سے دیکھیں اسے برنا و پیر
کیں بہت میری وفا کے اسپ نے جولانیاں ‏ ‏ اور اس پر بھی کرے گا شوخیاں یہ راہ گیر
لکھ چکا ہوں میں وفا کے نثر میں صدہا سطور ‏ ‏ یہ مرے آغاز کی ہے ایک دھندلی سی لکیر
ڈھونڈتی ہے ابتلائے دہر سیّد کو عبث ‏ ‏ حضرتِ ٹھاکر ہیں اس کے پاسباں یاور نصیر

(۲)

خدایا سب جہاں تیرا پرستار ‏ ‏ تیری الفت میں بحر و بر گرفتار
تری دشت و جبل ہے بادشاہی ‏ ‏ اسیرِ دامِ احساں مور و ماہی
یہ سارا سلسلہ شاہ و گدا کا ‏ ‏ کرشمہ ہے یہ تیری اک ادا کا
یہ مرغانِ سحر کی خوش نوائی ‏ ‏ ہے تیری ایک شانِ خود نمائی

گلوں کا یہ جمالِ محشر آثار — تری ترچھی نظر ہے یہ دل افگار
رخِ لالہ کی یہ آتش فشانی — ترے جوبن کا ہے رنگِ جوانی
بتوں کا یہ مقامِ بے نیازی — یہ ہے تیرا ہی اندازِ ایازی
یہ ابرو اور نگہ کی تیر باری — یہ شوخی ہے ترے غمزہ کی ساری
مہِ انور کا یہ حسنِ دل آرا — یہ ہے تیری جبیں کا اک شرارا
خرامِ ناز یہ کبکِ دری کا — یہ عشوہ ہے تری جلوہ گری کا

جو ہیں تیری طرف سے بہ جہانگیر — تری رزاقیت کی ہیں یہ تصویر
یہ قبلہ حضرتِ ٹھاکر خوش اطوار — نکو صورت نکو سیرت نکوکار
یہ شمعِ خاندانِ تاجداراں — چراغِ دودمانِ شہریاراں
ہیں یکتا یادگارِ تاجِ شاہی! — یہ ہیں آرائشِ عالم پناہی
رہا چترِ علم کا اِن پہ سایہ — رہا شاہوں سے بڑھ کر ان کا پایہ
یہ بزمِ دہر میں مسند نشیں ہیں — جہانبانی کے خاتم کے نگیں ہیں
یہ سلطانِ جہانِ اتقا ہیں — یہ اربابِ نظر کے پیشوا ہیں
سخن فہمی انہیں حق سے عطا ہے — دماغ ان کا سخنور آشنا ہے
رموزِ شاعری پہچانتے ہیں — دقائق شعر کے سب جانتے ہیں
سخنور گو نہیں ہیں پر سخن ور — انہیں تسلیم کرتے ہیں ہنرور
مروّت رحم و ہمدردی بھلائی — ازل سے ان کے حصہ میں ہے آئی
حرم اور دیر پہ یہ مہرباں ہیں — رعیّت کے چمن کے باغباں ہیں

دل ان کا ہے تعصب سے بہت دور — رعایا پروری ہے ان کا دستور
کرم اور عدل سے ان کو سروکار — گناہوں کی کفایت ان کا دیدار
خدا آباد رکھے یہ گھرانہ — رہے ان کا نفر دورِ زمانہ
دعا گوشہ نشیں کی ہے یہ سو بار — رہے اقبال ان کا مونس و یار

(۳)

اے گوشہ نشیں سنتے ہیں تو بھی ہے سخنور — اور زیورِ سخن[ل۵] کا ترے دامن میں ہے گوہر
تو رنگ بھرے آج وہ تصویرِ سخن میں — قدموں کو ترے چوم لے ہر ایک سخنور
ہو بندشِ الفاظ میں وہ آئینہ بندی — آنکھوں کو کرے بند خجل ہو کے سکندر
دریائے قلمکاریِ معنی وہ بہا دے — ہو مانی و بہزاد کا بے آب سمندر
اس رنگ سے ہو مرغِ قلم تیرا انواریز — بلبل کے ترنم سے طبیعت ہو مکدر
اونچا ہو یہاں تک ترا شہبازِ تخیل — رفعت کو پہنچ سکتا نہ ہو اس کا تصور
منظر وہ دکھا قدرتِ خامہ کا جہاں کو — دنیائے سخن کا ہو خضر دار تو راہبر
وہ ذوق تپش تیرے ہر اک حرف سے ٹپکی — ہیجان کے جس میں ہوں نہاں سینکڑوں محشر
غواصِ قلم تیرا نکالے وہ جواہر — سب اہلِ سخن تیری بد دلت ہوں تونگر
مداح ترا خامہ ہو ان اہلِ کرم کا! — جو قلزمِ فیضان و عطا کے ہوں شناور
بچھ جائے دل و دیدہ نہ کیوں راہ میں انکی — جو دشتِ جگر تاب میں ہوں چشمۂ کوثر
ہو خاکِ قدم ان کی ہر اک آنکھ کا سرمہ — ہو جن کی کفِ دست میں اکسیر کا جوہر
ارباب نظر ان کو کہیں پیرِ زمانہ — ہو مشعلِ دل جن کی مہ و مہر کی ہمسر
اس نظم کا برتر ہو نہ کیوں عرش سے پایہ — پڑھتی ہے مزے لے کے سخندانی داور

[ل۵] امیر الشعرا ۱۲

اے مہرِ جہانتاب و جہاندار و جہانگیر
کیوں آج خوشی کی ہے ترے چہرے پہ تنویر

اے غنچہ ترے لب پہ ہے کیوں جوشِ تبسّم
کیوں آج نظر آتا ہے تو حسن کی تصویر

اے پھول ترے ہونٹوں پہ کیوں آج ہنسی ہے،
کیا حق سے عطا تجھ کو ہوئی دولت اکسیر

اے موجِ صبا تو ہی بتا مجھ کو خدارا
کیوں تیرا خرام آج ہے تسخیر کی زنجیر

اے ابرِ طرب خیز و طرب ریز و طرب بار
للہ بتا دے مجھے اس عیش کی تفسیر

کیا تو بھی نہیں جانتا اے بلبلِ خوش گو
برپا ہے ہر اک گوشہ میں کیوں نغموں کی تعمیر

کچھ تو بھی خبر رکھتی ہے اے نظمِ ثریا
تاروں میں بٹی آج ہے کیوں رقص کی جاگیر

کیوں حسرت و غم کا ہیں شکار آج حوادث
کیوں رنگِ رخِ پیرِ فلک آج ہے تغییر

یوں آج چمکتا ہے یہ کیوں کوکبِ مسعود
کیوں اخترِ نحس آج ندامت کا ہے نخچیر

کیوں شپّرکِ خیرہ نظر آج ہے معدوم
کیوں مہرِ سعادت کی ہے آفاق میں تنویر

تم سب نے جو چپ سادھی ہے تو مجھ سے سنو تم
کیوں آج ہے مطلوبِ ازل حسن کی تخچیر

آقائے فلک جاہ للّت چند بہادر
ہے جن کے گل و آب میں تعدیل کی تخمیر

خالق نے بنایا ہے انہیں ڈپٹی کمشنر
یہ مہ سے ہوئے مہرِ خوشا خوبیٔ تقدیر

جاں بخش ہو جس مرغِ خوش الحاں کا ترنّم
پاس اس کے چلا آتا ہے خود خوشۂ انجیر

کچھ ان کی ملک سیرتی کچھ شیریں کلامی
موہ لیتی ہے دل روح کو کر لیتی ہے تسخیر

یہ جود و سخا، صدق و صفا کا ہیں نمونہ
کیوں کر نہ جہاں ان کی کرے عزت و توقیر

یہ مسلم و ہندو کے بھی خواہ ہیں دل سے
مخلوق اطاعت کی ہے پابستۂ زنجیر!

جب کوئی ستم دیدہ نظر آتا ہے ان کو
یہ اس کی اعانت میں نہیں کرتے ہیں تاخیر

ہو ان پہ کرم اور بھی اے خالقِ اکبر
مدحت میں کریں ان کی جہاندار بھی تقریر

پبلک کی طرف سے ہوا نہیں لاکھ مبارک
سب زہر نکل جائے گا حاسد کے دہن سے
پیشانی پہ جس کی ہے وفاداری کی تحریر
اشعار میں سیّد کے ہے تریاق کی تاثیر

(۴)

ثنائے حضرتِ ٹھاکر کروں میں
بڑھا کر بات کرنے سے ڈروں میں
کہوں وہ بات جو ہو عیب سے پاک
نہ ہو کچھ دودھ میں آلائشِ خاک
زرِ بے نقص رکھوں میں کان پر
دکان میری دکانوں کا ہو زیور
مرا باغ اک بہارِ بے خزاں ہو
شبابِ حسن میں رشکِ جناں ہو
مرا مہرِ منور ہو جہاں تاب
مرا گوہر زمانے میں ہو نایاب
مرا نیساں ہو عالم پر گہربار
مرے احساں کی دنیا ہو گراں بار
ہو رشکِ کیمیا ہر اک مرا حرف
تجسّس میں ہو جس کی زندگی صرف
مرا تاجِ سخن زیبِ لقا ہو
ہما اک طائرِ رشتہ بپا ہو!
مرے گردوں کے تارے ہوں لقا زیب
جنہیں کچھ صدمے سے پہنچے نہ آسیب
مرا آبِ بقا ندرِ بشر ہو
سکندر کا یہاں آساں گزر ہو

یہ ہیں اک یادگارِ تاجداراں
ہیں نازِ شاہ ۔ فخرِ شہریاراں
یہ رشکِ حضرتِ نوشیرواں ہیں
رعیّت کے چمن کے پاسباں ہیں
کہاں ان سا کوئی فردِ بشر ہے
کرم ان کے چمن کا اک شجر ہے
جہانِ [illegible] فرماں روا ہیں
انہیں مشفق وہ درد آشنا ہیں
لرزتا ہے ستم ان کے حشم سے
گریزاں ہے جفا ان کے قلم سے

عطا کے بحر کے گوہر یہی ہیں!
یگانہ دہر میں جوہر یہی ہیں

مسیحا ہیں یہ دردِ لادوا کو
خوشی ہیں دیں بدل آہ و بکا کو

سپہرِ جود پر یہ اک قمر ہیں
مسلماں اور ہنود اِن کے نفر ہیں

تعصب سے ہے دامن پاک ان کا
مبرّا ظلم سے فتراک ان کا

کوئی ایسا دکھا تو دے جہاندار
حرم اور دیر ہوں جس کے پرستار

دوامِ نام کی تصویر ہیں یہ
بقا کے ماہ کی تنویر ہیں یہ

دلِ غربت زدہ کے غم ربا ہیں
دوائے درد ہیں دل کی شفا ہیں

متاعِ خُلق سے ہیں بہرہ اندوز
شعارِ زندگی ان کا دل افروز

دَنی دُنیا کے دلدادہ نہیں ہیں
خریدِ سنگ پہ آمادہ نہیں ہیں

رخ ان کے بخت کا ہشاش بشاش
ہلالِ دولت ان کا ایک فرّاش

نہایت بردبار اور خوش سیَر ہیں
نکوئی کے جہاں میں اک بشر ہیں

یہ ہیں اوصاف ان کے امتیازی
وفائے عہد جرأت پاکبازی

زبانِ قندبار ان کو عطا ہے
ازل سے یہ کرم ان پہ ہُوا ہے

ضمیر ان کا ہے روشن دِل منوّر
خیالِ ان کا بھلائی کا مصوّر

رکھے ربِ جہاں دل شادان کو
ملے اقبال مند اولاد ان کو!

رفیقِ زندگی ہو تندرستی
انہیں عمر ہو جمشید بختی

ظفر ان کے جلو میں اک نفر ہو
دل پر فلک زیر و زبر ہو

پسندِ دل ہے سیّد کی تجھے بات
کہ دِن کو دِن کہیں اور رات کو رات

(۵)

حضرت ٹھاکر کی مدحت سے ہے عاجز یہ قلم
کر سکے ذرہ کہاں شانِ شہِ خاور رقم

قلزمِ مواج کی شوکت بتائے کیا حباب
مور کیا جانے سلیماں کے حشم کی آب و تاب

لالۂ صحرا بیاں کیا کر سکے شانِ چمن
کر سکے نا اہل وا کب عقدۂ رازِ سخن

گردِ راہ پہچان سکتی ہے کہاں اکسیر کو
کب پہنچ سکتا ہے قطرہ ابرِ عالمگیر کو

ہے کجا پامال سنبل اور کجا سروِ سہی
ٹاٹ درباں کا کہاں ہے اور کہاں تختِ شہی

دردِ ہجراں اور شے ہے وصلِ جاناں اور شے
دُرد ہے کچھ اور شے اور اور شے ہے جامِ مے

چیز ہے اک اور عسرت اور عشرت اور چیز
شاہزادی کی نہ ہمسر ہو سکے اس کی کنیز

ہے مرض کا بیتِ ماتم قصرِ صحت سے جدا
نشۂ رندی سے ہے کیفِ زہد سے کب ہمنوا

بخت کی ظلمت ہو کیونکر شمعِ قسمت کی مثیل
کس طرح تشنہ لبی ہو آبِ شیریں کی عدیل

زلفِ لیلیٰ سے شبِ دیجور کی نسبت کہاں
ہو دُرِ بے آب کوہِ نور سے کب ہم عناں

عشق ہو سکتا ہے کیونکر ہمسرِ حسنِ جمال
شیر سے رزم آزما کس حوصلے پر ہو غزال

لا سکے کیونکر کتاں تابِ جمالِ ماہتاب
موسیٰ دل کے لئے بجلی ہے حسنِ بے حجاب

جانِ پروانہ ہو کیونکر شمعِ سوزاں کی حریف
آگ کا شعلہ اُدھر ہے اور اِدھر کاہِ ضعیف

کیا علاقہ آسماں کو ہو زمیں سے الغرض
ہے کہاں خالِ دل آرا اور کہاں داغِ مرض

میں تو اتنا جانتا ہوں۔ یہ ملا کہتا ہوں میں
نام اس کا سرِ خم شام و سحر لیتا ہوں میں

سردار اقبال سنگھ ڈپٹی کمشنر

ہر مصرعہ کے پہلے اور آخری حرف کو ملاحظہ فرمائیں چار مرتبہ سردار اقبال صاحب بہادر نکلتا ہے۔

س	سدا وردِ لبشر ہے ان کو محسوس	س	س	سخاوت ہے ہمیشہ ان کا ملبوس	س
ر	رہِ احساں کی ہے زیب ان کا رہوار	ر	ر	رفیق عمران کا بختِ بیدار	ر
د	دل اِن کا سوزِ الفت سے ہے آباد	د	د	دوامِ[1] نام سے ہیں تا ابد شاد	د
ا	ادب کے ملک پر ہیں حکم فرما	ا	ا	انھیں تاجِ ظفر مندی ہے زیبا	ا
ر	رخِ اقبال ان کا ہے منوّر	ر	ر	رہیگا زیب اورنگ ان کا اختر	ر
ا	امان وامن کا ہیں یہ ستارا	ا	ا	الٰہی ہو نہ ظلم ان کو گوارا!	ا
ق	قبولِ دل ہے ان کا طرزِ اخلاق	ق	ق	قیامت تک رکھے خوش انکو خلّاق	ق
ب	بہت روشن ہے انکے دل کا مہتاب	ب	ب	بھلائی ہے زمانہ بھر میں نایاب	ب
ا	اذیّت کا بجھا دیں یہ شرارا	ا	ا	الم کا کردیں ٹکڑوں میں غبارا	ا
ل	لطیف و دلستاں ہیں ان کے اقوال	ل	ل	لبھائیں دل کو ان کے نیک افعال	ل

س	سکندر ان کی حشمت کا ہے محبوس	س	س	سرِ دارا و جم ہے ان کا پابوس!	س
ن	نریماں[2] عزم پر ہے ان کے قرباں	ن	ن	نہ کیوں ان کو کہیں ہم مردِ میداں	ن
گ	گوارا کب ہے ان کو باہمی جنگ	گ	گ	گدائے در ہیں ان کے اہلِ فرہنگ[3]	گ
ھ	ہزیمت یاب ہیں اربابِ کینہ!	ھ	ھ	ہے نورِ عفو سے پُر ان کا سینہ	ھ

ص	صدارت ذات سے ہے ان کی مخصوص	ص	ص	صف آرائے حسد[4] ہے انکا مبروص	ص

[1] کلیدِ سخن کی وجہ سے
[2] رستم کا دادا
[3] دانا لوگ
[4] حسد رکھنے والا

ا اصالت[۱] کا ہیں یہ روشن ستارا ا	ا ایالت[۲] کا ہیں گردون تاب تارا ا
ح حوادث ان کی شوکت کے ہیں مذبوح ح	ح حقائق کی ہے دنیا ان کی مفتوح ح
ب بصیرت ہے جہاں میں ان کی نایاب ب	ب بصارت ہیں ہیں شمع بزم پنجاب ب

ب بدی کے تار سے خالی ہے مضراب ب	ب برائی سے معرّا ان کا محراب ب
ہ ہنر ان کا ہے تابندہ تراز ماہ ہ	ہ ہے بوسہ گاہِ عالم ان کی درگاہ ہ
ا امیدوں کو ہے بس ان کا سہارا ا	ا امل ہے منحصر ان پر ہمارا ا
د دبستانِ امانت کے ہیں استاد د	د دیانت کا جہاں ہے ان کی ایجاد د
ر رعایا کا ہے شاداب ان سے گلزار ر	ر ربوبیت[۳] کے شاکر یار و اغیار ر

خواجہ عبدالمجید ڈپٹی کمشنر

یہ مرے سب شعر ہیں رشکِ دوام — سلکِ مروارید ہیں مصرعے تمام
میرے آقا خواجہ عبدالمجید — ذی کرم ذی معدلت ذی احتشام
سروری ہے ایک ان کی خادمہ — ہے ظفر اقبال اور دولت غلام
ہیں عمل کے ملک کے یہ پیشوا — علم کی اقلیم کے ہیں یہ امام
چومتا ہے مدّعا ان کے قدم — آرزو قربان ہے ان پر مدام
ان کے آگے سر بسجدہ ہے حشم — جاہ آتا ہے یہاں بہرِ سلام
رشک ان پر کھاتے ہیں اہلِ قلم — زہد و عرفاں میں ہے یہ ان کا مقام

۱ نجابت۔ ۲ سرداری۔ ۳ پرورش

ہے بشر کی بہتری کس بات میں | فکر رہتی ہے انہیں یہ صبح و شام
کام ہے ہر ایک ان کا دل پسند | نام کو ان کے ابد تک ہے قیام
ہے یہ ان کی مختصر سی منقبت | شاد اختر، شاد طینت، شاد کام
ہے یہ تھوڑا سا تعارف آپ کا | پاک صورت، پاک سیرت، پاک نام
ہوگئی حاتم کی شہرت کالعدم | جب ہوا ان کا قلم زیبِ خرام
جن کا جینا ہو نہ ان کے واسطے | اس کا جینا ہے شریعت میں حرام
نیکیوں کا تاجدارِ عرش نے | ذات پر ان کی کیا ہے اختتام
ہے دعا ساؔبد کی اے ربِّ جلیل | کعبہ سے بڑھ کر ہو ان کا احترام
ہو نگاہِ بوتراب ان کی انیس | اور ہو مونس نصرتِ خیر الانام

ایم۔ رستم کیانی شیشن جج

تشریف لائے ہیں میرے آقا زہے نصیب | حق کی طرف سے حق کا ہیں سایہ زہے نصیب
تھی اک بلا ئے جاں ہمیں یہ انتظار کیا

گوہر فشاں ہے جوشِ طرب میں سخنوری | صرّاف بن کے دیکھے ہے اس کو سکندری
شکلِ جواہرات بھی ہے خوشگوار کیا

نغمہ سرا ہے بلبلِ دل انبساط میں | اور گا رہا ہے طوطیِ جاں کیا نشاط میں
آئی ہے گلستان میں ہمارے بہار کیا

ہنستا ہے آسماں پہ مسرت میں آفتاب | دلشاد ہیں نجوم۔ خوشی میں ہے ماہتاب
آقا کے عہد پر ہے۔ فلک بھی نثار کیا

مستِ مئے سرور ہیں۔ گرداب اور حباب | اور بج رہے ہیں جا بجا امواج کے رباب
شیریں نوا ہے آج لبِ جوئبار کیا

کہسار کی زباں پر مبارک کی ہے صدا | خوش آمدید سے ہے لبِ بحر آشنا
خوشنود بزمِ دہر پہ ہے کردگار کیا

گلشن۔ بہار۔ ابرِ سکوں۔ نکہتِ صبا | یہ سب کرم ہے خواجۂ[1] ذی احتشام کا
ہے غنچۂ مراد مرا عطر بار کیا!

آرام و عیش۔ امن و اماں۔ معدلت کرم | شان و شکوہ عز و شرف تمکنت حشم
آقا کی ذات پر ہے۔ انہیں افتخار کیا

احسان و فیض وجود۔ مروّت رفاہِ عام | خندہ رخی۔ بشاشت و شیرینیٔ کلام
حق نے جہاں میں بھیجا ہے یہ شہریار کیا

عرفاں نگاہِ پاک۔ عمل۔ علم اور ہنر | تدبیر۔ کامیابی۔ خرد۔ آگہی۔ خبر
آقا پہ مہرباں ہے پروردگار کیا

ان کی ضیائے تاج سے پرنور ہے جہاں | نیسانِ تخت ان کا ہے دنیا میں زرفشاں
بدخواہِ تاج و تخت بھی ہے نابکار کیا

آقا کی ذات دہر میں ہے ایک آفتاب | حاسد کا دل ہے وقفِ غم آہ و اضطراب
ہے شپرہ کو مہر کی ضو سے فرار کیا

میرا کلام ہو نہیں سکتا ہے گم کبھی | حاصل ہے مجھ کو خواجۂ یثرب سے آگہی!
آقا کا ذکر بھی ہے مرے پائدار کیا!

---

[1] ایم۔ اعظم کیہانی

ہے خاکِ آستانۂ آقا زر و گہر | اور گوشۂ نگاہ ہے سرمایۂ ظفر

ایثار شادکامی سے ہے ہمکنار کیا

کوثر کا جام پیتا ہے ساقی کے ہات سے | بیٹھا ہے پاس اور مشرف ہے بات سے

سید ہمارے دیس کا ہے بادہ خوار کیا

جنابِ صدر[1] کا ہے یہ کرم اور عدل فرمائی | کہ پروانہ صفت ہے سب زمانہ ان کا شیدائی

دمِ اعجاز سے ان کے رعایا ہو گئی زندہ | رہیں گے دم بخود اب تو مسیحا اور مسیحائی

گہن میں آگیا خورشیدِ عالمتاب کا اختر | جب ان کے بخت کے انجم کی دیکھی اسنے رعنائی

ازل کے مانی و بہزاد کہتے ہیں انہیں دیکھو | اگر ہو دیکھنا مطلوب تم کو نقشِ یکتائی

ہوئی ہے مرحمت جن کو خدا سے دیدۂ بینا | وہ پیشانی میں ان کی دیکھتے ہیں عالم آرائی

ملا ہے ان کی ذاتِ پاک کو خالق سے یہ جوہر | فراست زیرکی تدبیر بینش اور دانائی

یہ قعرِ آبِ دریا سے نکالیں عدل کے موتی | یہاں تک دوربین ہے ان کی بینائی کی گہرائی

مبارک ہو انہیں لطفِ رعایا پروری دائم | مبارک ہو رعایا کو سدا ذوقِ جبیں سائی

گلِ علم و عمل ان کا یہاں تک عطر افشاں ہے | کہ گلزارِ نجف کی نکہتیں ہیں ان کی شیدائی

انہیں دنیائے دوں دامِ ہوس میں لا نہیں سکتی | انہیں معلوم ہے اس تیرہ دل کی علتِ غائی

جہاں کو مشعلِ معنی ملی ہے ان کی محفل سے | بنے آفاق ہے خورشیدِ عرفاں ان کی تنہائی

خدایا ہو عطا احباب کو ان کے سرافرازی | نصیبِ دشمناں ہو گردِ ذلت خاکِ رسوائی

کرے سلطانِ عالم مرحمت ان کو جہانبانی | عطا ہو تا جدارِ کن فکاں سے تاجِ دارائی

---

[1] ایم رستم کیانی۔

ہملسبے دولت ان کا آسمانوں سے اڑے اونچا — سرِ خ اقبال کو ان کے عطا ہو شانِ زیبائی
جبیں ان کی رہے خلاق کی دہلیز کی زینت — رہے مخلوق ان کے آستانے کی تمنائی
کبھی فرصت میں اے بلبل کیا ہی غور اس پر بھی — یہ کس کے دم قدم سے ہے ترنم ریز غوغائی
خوشی، امن و اماں آرامِ دل آسائش و فرحت — چمن کے باغباں[1] سے ہے چمن کی یہ دلآرائی
وفا گوشہ نشیں کی استقامت دیکھ کر بولی — تجھے حاسد بھی کہہ سکتے نہیں ہیں بار ہرجائی

خان بہادر شیخ دین محمد سیشن جج

ایم۔ رستم کیانی سیشن جج کے تبدیل ہو جانے پر خان بہادر شیخ دین محمد سیشن جج تشریف لائے۔

ہاں دیکھ شیخ دینِ محمد کا مرتبہ — ارفع ہے مہر و ماہ سے اس کا کہیں مقام
احسان و عدل و رحم کا اس پر ہے خاتمہ — فیضان و لطف و جود کا اس پر ہے اختتام
اس کا وجود نعمتِ عظمیٰ ہے دہر میں — آمد ہے اس کی آمدِ خورشید کا پیام
یاں دن کے بعد آیا ہے دن ہی بنے نصیب — حق سے جدا بھی رکھتے ہیں کچھ اپنا سم نظام
آئی یہاں بہار ہی بعد از بہار دیکھ — کیا خوشگوار اپنے چمن کا ہے انتظام
وہ مہر کے غروب و طلوع سے ہیں بے نیاز — ہو جن کے ایشیا کا مربی سے التیام

شیخ عبد الرحمن سیشن جج

(۱)

اس قدر لایا ہے نخلِ آرزو ان کا ثمر — ہے غریقِ بحرِ استعجاب طوبیٰ کا شجر
نام ان کا خاتمِ فرماں پہ ہے مثلِ نگیں — پڑ رہی ہے رشک سے ان پر سلیماں کی نظر

[1] شہنشاہ برطانیہ ۱۲

آسمانوں کی فضا پر اڑ رہا ہے وہ ہما
تھا کبھی جو انقلابِ دہر سے بے بال و پر

زینتِ بطنِ صدف تھا۔ جو کبھی دُرِّ یتیم
ضوفشاں ہے وہ شبیہ برطانیہ کے تاج پر

یہ نہیں ہیں درحقیقت آفتاب و ماہتاب
آسماں کے جل رہے ہیں رشک سے دل اور جگر

وہ نظر یوں آ رہے ہیں حلقۂ احباب میں
ہو نجومِ آسماں کے درمیاں جیسے قمر!

بُرجِ اول میں قدم رکھا ہے گو مہتاب نے
پھر استقبالِ برجِ آخریں ہی منتظر

آسماں جھک جھک کے ان کو دیکھتا ہی غور سے
سر اٹھا کر ہیں زمیں کے دیکھتے دیوار و در

ہے خلوصِ قلب سے گوشہ نشیں کی التجا
حافظ و ناصر ہو ان کا خالقِ جنّ و بشر

(۲)

لاکھ دنیا میں حسیں ہوں مثلِ مہر و مشتری
ماہِ کنعاں سے کوئی کب کر سکیگا ہمسری

زیبِ اورنگِ حکومت ہوں گے آخر کار وہ
ہے رقم جن کے لئے روزِ ازل سے سروری

گو نکلتے ہیں زمیں سے جا بجا دُرّ و گہر
ہے بدخشان و عدن کو سب جہاں پر برتری

قابلِ توقیر ہیں گو مسند و تخت و عصا
تاج کو ہے دستِ قدرت نے عطا کی سروری

گو چمکتے ہیں ستارے آسماں پر بیشمار
ماند کر دیتی ہے ان کو مہر کی ضو گستری

ایک کوہِ طور کو ہے سب پہاڑوں پر شرف
ایک کعبہ کو ہے جملہ معبدوں پر بہتری

جوہرِ قابل کا ہو سینہ نہ کیوں مدحت سرا
قدرِ زر زرگر بداند قدرِ جوہر جوہری

(۳)

تیری ہمت کا اگر حامی ہو فضلِ ذوالجلال
پاس چل کر آئے گا گنجینۂ مال و منال

جنت الفردوس کو ہے فخر ان کی ذات پر
ہے جنہیں علم و ہنر کے حور و غلماں کا وصال

انجمِ شب تاب سے وہ بن گئے ہیں آفتاب
قابلِ تقلید ہے تیرے لئے ان کی مثال

جوہری آنکھیں بچھا دیتے ہیں ان کی راہ میں! — جن کا دل ہو ردِ کشِ گنجینۂ دُرِّ کمال!
قربِ حق کا راز ہے اقبال مندی میں نہاں — ہے بجز علم و ہنر عز و شرف امرِ محال!
ساغرِ مسند نشینی ہے پیئے اہلِ ہنر — پائمالِ خلق ہے دلدادۂ جامِ سفال
انبساطِ جاوداں کا عزم پر ہے انحصار — منحصر علم و ہنر پر ہے نشاطِ لازوال
خالقِ ارض و سما سے یہ ہے سیّد کی دعا — پھولتا پھلتا رہے ان کی مرادوں کا نہال

(۴)

وہ قمر ہو تو بفضلِ خالقِ ارض و سما — مہرِ عالمتاب پر ہو خندہ زن جس کی ضیا
دادخواہوں پر کشادہ ہو ترا بابِ کرم — دار ہے مظلوم پر تیرا درِ دولت سرا
ہو ترے لطف و کرم پر اہلِ حاجت کی نظر — سائلوں کو ہو ترے فیض و عطا کا آسرا
اتفاق کے قافلہ کا قافلہ سالار ہو — ہو دیارِ خیر کا تو بے بدل فرمانروا
ہو ترا شہبازِ احساں خلق پہ پرتو فگن — سر پہ ہو مخلوق کے سایہ ترا مثلِ ہما
کر شگفتہ عدل سے مظلوم کے دل کا کنول — گلستانِ دہر میں ہو صورتِ بادِ صبا
ہو جہاں سیراب تیرے ابرِ رحمت بار سے — ہو ترا آفاق میں ضرب المثل جود و سخا
خادمِ انساں کو ملتی ہے مئے آبِ حیات — کاش تیرا نام بھی ہو زینتِ لوحِ بقا
کان میں مردہ دلوں کے قُم کہے تیری زباں — ہو تری آواز اہلِ خواب کو بانگِ درا
ہو وطن کی غمگساری تیرا دستور العمل — نازشِ ہندوستاں ہو اور فخرِ ایشیا
فیض اور احساں بھلا دینا نہ ہو عادت تری — ہو مربّی اور محسن کا انیسِ باوفا
الغرض تیری بسر ہو اس طرح سے زندگی — آشنا نا آشنا تیرے رہیں مدحت سرا
بحرِ قدرت سے عطا ہو تجھ کو مقصد کا گہر — ہے خدائے پاک سے گوشہ نشیں کی التجا

نواب محمدؐ اعتزاز الدین کپتان پولیس

اور

راجہ محمدؐ عبداللہ خاں

آج اے بیدؔ دکھا تو بھی ذرا شانِ سخن
جا بجا چرچا ہے تیری شوکتِ گفتار کا

ایک مصرعہ پر عطا ہوگی تجھے اک اشرفی
تو نفر ہے راجہ اور نواب کی سرکار کا

شاہ کے گھر شاہ فرمائے قدم رنجہ اگر
ہر قدم پر شاہ کے خدّام ہوتے ہیں نثار

ہے محمد اعتزاز الدین احمد کی طفیل
راجہ عبداللہ خاں کی بزم کے دل میں بہار

آج دو کپتان ہیں اس بزمِ ادب کا افتخار
دو قمر ہیں یہ فلک پر ایک جیسے تاب دار

آبرو کے تاج میں ہیں یہ گراں مایہ گہر
دو جواہر یہ نجابت کے ہیں یکساں شاہوار

چہرۂ حسنِ عمل پر ہیں یہ خالِ دلفریب
علم کے شانوں پہ ہیں یہ گیسوانِ مشکبار

دہر پر ان کا ہے نیسانِ کرم گوہر فشاں
ہے چراغِ عدل سے ان کے منوّر روزگار

دیکھ کر پہلو بہ پہلو راجہ اور نواب کو
گر گئے اپنی نظر سے فرقدینِ[1] نور بار

تھے انہیں کے باپ دادا۔ پوچھ لو تاریخ سے
بادشاہوں سے کہیں بڑھ کر تھا جن کا اقتدار

یہ نظر آتے ہیں اربابِ نظر کو اس طرح
جس طرح ہوں بدر اور خورشید انور ہمکنار

دیکھ کر ان کے شکوہ و شان کی پائندگی
داغِ ناکامی ہیں سینہ پہ فلک کے بیشمار

۱؎ دو ستارے جو قطب کے پاس ہیں اور شام سے صبح تک نمودار رہتے ہیں۔

دوستوں کے واسطے یہ ہیں حصارِ آہنی
بہرِ اعدا عفو و احساں کی ہیں یہ ذوالفقار

بتکدہ کو ہیں تعصب کے یہ دستِ حیدری
سر پہ ہیں دیر و حرم کے سایۂ پروردگار

مہر و مہ لیتے ہیں ان سے قرض روشن اختری
کہکشاں ماہ طلعتی لیتی ہے ان سے مستعار

عظمت ان کی فہم میں شاعر کے آسکتی نہیں
مرتبہ ان کا نہیں ذہن رسا پر آشکار

دولت و اقبال و حشمت ۔ امتیاز و برتری
ان کی ذاتِ پاک کے ہیں دم قدم سے بختیار

حق ہے ان کو مرحمت ہیں تاجِ زر تیغ قلم
ہوشیار اے شاہِ گردوں[۱] اے عطارد[۲] ہوشیار

گہ ہلالِ چرخ[۳] ہیں یہ گاہ ہیں بدرِ[۴] فلک
شاہ بھی ہیں شاہزادے بھی بفضلِ کردگار

ہم انہیں چاہیں نہ کیونکر الفتیں سب چھوڑ کر
چاہتا ہو جب انہیں دل سے حبیبِ کردگار

ہم درِ دولت پہ ان کے کیوں نہ پیشانی رکھیں
سر نجم جب سامنے ان کے ہو بختِ کامگار

ہر بشر پر اک نہ اک محسن کا ہے چترِ کرم
گلشنِ سید کو ہے ان کا قدم رشکِ بہار

سردار سنت پرکاش سنگھ کپتان پولیس

کی ہم پہ مہربانی کی خالق نے جو نظر
شاخِ مراد کو ہوا اپنی عطا ثمر

گردوں پہ ضو فشاں ہوا مقصود کا قمر!
سلطانِ آرزو نے پیا ساغرِ ظفر

بھیجا ہمارے ضلع میں اک حاکمِ رحیم
دل میں ہمارے چل پڑی امید کی نسیم

نکلا افق سے راحت و آرام کا ہلال
خورشیدِ انبساط کا ظاہر ہوا جمال

کافور بام و در سے ہوئی ظلمتِ ملال
جور و ستم کے مہ کو ملا غازۂ زوال

۱ آفتاب ۔ ۲ منشئ گردوں ۳ پہلی رات کا چاند یعنی شاہزادے ۴ چودھویں رات کا چاند یعنی بادشاہ ۱۲

باغِ نشاط و عیش کو نزہت ہوئی عطا
شادابیوں سے بھر گیا گلزارِ مدّعا!

خارِ نفاق ان کے چمن میں نہیں دخیل | اِن کی نگاہ میں ہے تعصب بہت ذلیل
نیکی میں خاندان ہے ان کا بہت جلیل | ان کا کرم ہے راحتِ مخلوق کا کفیل

خاک اِن کے آستانہ کی ہے کیمیا اثر
ان کے قلم کو چومتی ہے نصرت و ظفر!

یہ ملکِ عفو و رحم میں ہیں شاہِ بے نظیر | اعزاز کا عطا ہے انہیں تاج اور سریر
حق ان کی آرزو کا ہے۔ خود ضامن و نصیر | مظلوم و بے دیار کے ہیں یار و دستگیر

طبعِ کریم ان کی ہے حاتم صفت جمیل
نوشیرواں مثال ہے عدل ان کا بے عدیل

کم ظرفیوں کے جام سے ہے ان کو احتراز | روشن دلی میں اِن کو میسر ہے امتیاز
ان کا نشانِ ہمتِ عالی ہے سرفراز | اِن کی نگاہِ لطف ہے عالم کی چارہ ساز

دل میں ہے ان کے شعلۂ ہمدردیٔ بشر
ان کے چمن میں خارِ جفا کا نہیں گذر!

حق ان کو عمر بھر رکھے دل شاد و کامگار | ہو ان کی شمعِ دولت و اقبال نور بار
محسودِ روزگار رہو تمکین و اقتدار | ہو نامِ نیک ان کا زمانہ میں یادگار

مسلم ہنود ان کی مروت کے ہوں اسیر
گوشہ نشیں بھی ان کا رہے اِک نفر حقیر

سردار بہادر سردار سنت سنگھ کپتان پولیس

تشریف لائے ہیں یہاں سردار خوش سیر | جلوہ فگن ہے بزم میں گویا اک آفتاب
محسن ہیں یہ ہنود کے مسلم کے ہیں رفیق | جاہ و حشم پہ ان کے رہے تا ابد شباب

اقبال و آبرو کی ہے۔ دنیا انہیں عطا | تدبیر، فہم، زیرکی، اس پہ ہیں مستزاد
حق کا کرم ہے ان پہ کہ ان کا ہے ہر قدم | ناآشنائے راہِ دل آزاری و عناد

سردار ہیں بہادری ان کا ہے اشتغال | ملتی نہیں ہے عزم میں ان کی کہیں مثال
دل ان کا شمع علم سے روشن ہے جوں قمر | حسنِ عمل سے چہرۂ انور ہے پُر جمال
خوش طینتی کا ان کے گِل و آب میں خمیر | رشکِ فلک بلندیٔ اخلاق کا نہال
ہے دیدۂ کمال میں حیرت سے خیرگی | شعر و سخن میں ان کو ہے وہ مرحمت کمال
کہتا ہے ان کے ناوکِ احساں کا ہر شکار | آئے نہ میرے زخم کو تا حشر اندمال
جب سے ہُوا ہے ان کا حشم زینتِ سریر | دارا کی کر چکے ہیں ادا رسمِ ارتحال
کوئی پکارتا ہے انہیں دیوتا سروپ | کوئی سمجھ رہا ہے انہیں عید کا ہلال
مردِ خدا کی ایک انہیں تصویر دیکھ کر | شک ہے۔ ابھی نہیں ہوا نانک[1] کا انتقال
جو ایسے حکمراں کو نہ جاں سے رکھے عزیز | خون اس کا ہے مذاہبِ آفاق میں حلال
چشمِ ہنر شناس ہے حق سے جسے ملی | مدحت لکھے نہ ان کی وہ سو بار۔ کیا مجال

---

[1] حضرت گورو نانک صاحب

جو معترض ہو مدحتِ جائز پہ بے خبر — اس کے دماغ پر ہے مسلط کچھ اختلال
شاداب ان کا باغِ تمنّا رہے مدام — تا زندگی رکھے انہیں شاد لایزال
دورانِ روزگار ہو حسبِ مرادِ دل — دیکھیں نہ خواب میں بھی کبھی یہ رخِ ملال!
پہنائیں طوقِ زر اسے سردارِ مہرباں — سیّد بھی ان کے دشتِ عقیدت کا ہے غزال

لالہ دوارکا داس مجسٹریٹ درجہ اوّل

تجھے خالق نے دی ہے تاجداری — رہے تیرے حشم کو پائیداری
رعیّت تجھ پہ سو جاں سے فدا ہے — کہ تو اک رحمدل فرمانروا ہے
مرادِ دل کا حاصل ہو تجھے جام — کہ تو اک حکمراں ہے نیک فرجام
رہِ انصاف پر ہے پئے سپر تو — ہے بحر و بر میں اک روشن گہر تو
ہے تیرے آب و گِل میں عفو و احساں — جہاں کی مشکلیں ہوں تجھ سے آساں
سدا بڑھتا رہے اقبال تیرا — قدم ہر اک ہو فرخ فال تیرا
ملیں تیرے گلستاں کو بہاریں — بہاریں جو بہاروں کو ابھاریں

حصّہ سوم

تازیانۂ عمل

گامزن ہے بوستانِ نظم میں پھر سے بہار — شاعری کی نکہتیں ہیں پھر گلوں سے ہمکنار
قمریٔ معنی ہے پھر سے دلستاں، شکر فشاں — از سرِ نو بلبلِ رمزِ سخن ہے قند بار
گیسوئے جدّت کو شانہ کر رہا ہے پھر قلم — نافۂ پرواز ہے پھر دشت و در میں مشکبار
مانیٔ اسرار کا ہے پھر قلم محوِ رقم! — پھر عروسِ نقش کو حاصل ہے تختِ زرنگار
نجد کے صحرا کی زینت پھر ہوا قیسِ سخن — لیلیٔ تخئیل کا چہرہ ہے پھر سے آشکار
پھر در آئے خامہ سے ہے خوابِ صحرا میں جمل — جاگ اٹھے ہیں پھر قلم کے زمزموں سے کہسار
بندشِ الفاظ کی ہے پھر زلیخا بے نقاب — ندرتِ ترکیب کا یوسف ہے پھر زیبِ دیار[1]
تو بھی اے سیّد دکھا ہم کو ذرا زورِ قلم! — ہے ترے شعر و سخن کا بھی تو گوہر شاہوار

قدرت

خدایا نیستی سے تو نے کیا ہے ہست دنیا کو — یہ تیرے ہی تو منظر ہیں دکھاتی آنکھ ہے جو جو
تری صنعت کا شاہد ہے یہ ذرّہ ذرّہ دنیا کا — نظر کو جذب کرتی ہے تری نیرنگیٔ نقشہ
فلک کو دیکھ کر انساں کی حیراں ہے خردمندی — بنا دیتی ہے دیوانہ یہ مہر و مہ کی پابندی

[1] دیارِ مصر ۱۲

چمن کی دلہنوں کا دیکھ کر حسنِ جہاں آرا
وہیں ادراک کا ہوتا ہے زیبِ طاق سیپارہ

جہاں کے طائروں کی یادِ حق میں یہ گھر باری
یہاں تسلیم کر لیتے ہیں فہم و عقل ناچاری

بٹھلائے شاہ کو چشمِ زدن میں بوریا پر تو
گلِ افلاس کو کر دے عطا لعل و گہر کی بو

تو جو چاہے کرے مالک ہے تو اس کارخانے کا
ترا خم، میکدہ تیرا، ترا ساغر، تری صہبا

اشارہ ہو اگر تیرا چڑھے خورشید مغرب سے
نکلنے دے نہ تو مہتاب کو تا حشر عقرب سے

بنے گوہر صدف کے پیٹ میں بے منتِ نیساں
اُگائے منّ و سلوا کھیت سے بے منتِ دہقاں

بنی آدم بھی آدم کی طرح بن باپ ہوں پیدا
عنادل سرو پر اور قمریاں ہوں پھول پر شیدا

تری قدرت کے حلقے میں پھنسا ہے ماسوا سارا
یہاں دم مارنے کا جن و انساں کو نہیں یارا

نہیں ہے شاہدانِ قدس کو بھی تابِ سرتابی
رخِ مشہود پر تیری صبا سے ہے یہ شادابی

بھنور تو موج تو سیلاب تو اور بادباں بھی تو
جرس تو قافلہ سالار تو اور کارواں بھی تو

ڈاکٹر اقبال

کوئی دیدے خبر یہ حضرتِ اقبال کو جا کر!
کہ اک گلدستۂ معنی ہے سینہ نذر کو لایا

تری پرواز سے اقبال اونچی ہے ثریا سے
تخیل نے ترے ہے دیدۂ گردوں کو شرمایا

دلوں میں ہو چکی تھی جو خودی کی آگ افسردہ
اسے پھر دامنِ آہِ سحر سے تو نے سلگایا

ہلالِ عید دکھلایا ہمیں تیری بصیرت نے
ہماری آنکھ کو بھی دیکھنا تو نے ہی سکھلایا

بہت تحقیق سے مانا سخن کا تجھ کو پیغمبر
خدا کا ہے وہ فرمودہ جو تو نے ہم کو فرمایا

سخن کی اک نئی دنیا دکھاتی ہے ہمیں تو نے
تجھے ہم نے امامِ ایشیا اس رنگ میں پایا

ہمائے فلسفہ تیرا افلاک پر سایہ افگن ہے
ترے قولِ حکیمانہ کا بامِ عرش پر سایا

بہایا تیرے خنجر نے لہو سرمایہ داری کا
تری نوکِ سناں نے خونِ استبداد ٹپکایا

ترے خورشید نے ظلمت کا پردہ چاک کر ڈالا
پلٹ دی ساری دنیا کی ترے انوار نے کایا

بہائے اشک مزدوروں پہ اب سرمایہ داری نے
فغانِ صبحگاہی نے تری پتھر کو رلوایا

فلک کی کشتِ نخوت سے اُگا ہے عجز کا دانہ
زمیں سے آسماں پر ابرِ رحمت تو نے برسایا

گلستانِ عمل نذرِ خزاں تھا ایک مدت سے
اسے خلدِ بریں سے تُو نے بہتر کر کے دکھلایا

یقیں کی گر چکی تھیں جبکہ بنیادوں سے تعمیریں
پھر ان کے بام و در کو تا ثریا تو نے پہنچایا

عطا کی تو نے قطرہ کو سمندر کی ہے پہنائی
کیا ہے مرحمت ذرہ کو صد خورشید کا پایا

عجب کیا ہے جو رضواں کے نہ خُم میں ہو وہ کیفیت
ترے ساغر میں جو نشہ ترے رندوں نے ہے پایا

زیارت کو تری تھا تب۔ ظہیری رودکی آئے
ترے دیدار کو غالبؔ سا نکتہ آفریں آیا

امیرؔ و میرؔ و سوداؔ پر ہوئیں کیفیتیں طاری
ترا بلبل جو کیف آور غزل اک مرثیہ گایا

ترے اعجازِ خامہ کی تجلّی آفرینی نے
لباسِ شعلۂ سینا ہر اک ذرّے کو پہنایا

اتر آیا کوئی فرعون جب حق کی تباہی پر
تری ضربِ عصا نے اسکو خاک و خوں میں نہلایا

غرورِ صرصرِ بیداد کو تو نے ہزیمت دی
اخوت کے حصارِ عافیت میں تُو نے بٹھلایا

حقِ مدحت ترا گوشہ نشیں سے ہو ادا کیونکر
ترنم نے ترے داغ اور گرامی کو جو تڑپایا

اقبال اچھے پڑھ کے[۱] کہا اہلِ نظر نے
صد شکر کہ پھر زیست کا ساماں نظر آیا

دیکھا جو ترا نقشِ قدم خضرِ منازل
ہر مرحلہ انسان کو آساں نظر آیا

ہے ایک نفر تیرا بشہنشاہِ تخیل
سلطانِ معانی تیرا دربان نظر آیا

خود بادِ صبا بن کے چلا برگ و ثمر پر
گلزارِ وطن تجھ کو جو ویراں نظر آیا

ف ۱ تری تصنیف پڑھ کے ۱۲

اس دیو بشر خوار کو بسمل کیا تو نے
ہر ایک جگر جس سے کہ لرزاں نظر آیا

عرفاں کی جھلک صاف ہے پیمانے میں تیرے
ساغر میں ترے پرتوِ یزداں نظر آیا

قدسی بھی تری گردشِ مے کے ہیں فدائی
دوّار فلک ششدر و حیراں نظر آیا

قیمت میں دیئے تیری عرب، مصر، بخارا
سودا ہمیں اس پہ بھی ارزاں نظر آیا

نرگس نے تجھے محوِ دعا دیکھا ہے شب بھر
شبنم کو سحر گاہ تو گریاں نظر آیا

ناکامیِ گلچیں پہ تعجب ہوا تجھ کو
اک پھول بھی گلشن میں جو خنداں نظر آیا

چاک اپنا گریبانِ جگر کر دیا تو نے!
مفلس کا بدن تجھ کو جو عریاں نظر آیا

انساں کی بہی خواہی پہ مرتا ہو جو انساں
انساں کو کہیں ایسا نہ انساں نظر آیا

لی اس کی خبر شہپرِ اعجازِ قلم سے
چڑھتا جو فلک کو تجھے شیطاں نظر آیا

بے پردہ کیا تو نے رخِ عہد شکن کو
پیماں نہ کبھی اس کا جو پیماں نظر آیا

مقتل ہے وہ دراصل کھلا تیری بدولت
برسوں جو ہمیں کوچۂ جاناں نظر آیا

مرحب کو کیا تیرے قلم نے تہِ خنجر
حق تیری ہر اک ضرب پہ نازاں نظر آیا

وہ حرف کیا زیبِ زباں مثلِ قلندر
جو تجھ کو سخن سنج کے شایاں نظر آیا

جب کھولا لبِ خامہ ہدایت کی غرض سے
کیخسرو تجھے تا فلکِ ناداں نظر آیا

منہ بند کیا اس کا نمک داں الٹ کر
جو زخمِ جگر طالبِ درماں نظر آیا

گھائل ہیں ترے تیرِ محبت کے ہزاروں
اک پہلوئے سیّد میں بھی پیکاں نظر آیا

تجلیات

(۱)

تیرے دم سے ہے فروغِ محفلِ ارض و سما
یا امیر المومنیں یا تاجدارِ ہل اتیٰ[۱]

ڈوبتا کرب و بلا میں گر نہ زہرہ کا قمر!
دینِ حق معدوم ہو جاتا جہاں سے سر بسر

فاطمہ، شبیر، شبر، مرتضیٰ اور مصطفیٰ
حکمِ قرآں کے مطابق ہیں یہی آلِ عبا!

ہے تجھے زینب، سکینہ، شہربانو کی قسم
مومنوں سے دور کر یا مرتضیٰ۔ رنج و الم

دیکھ لے اے شیرِ حق دنیا تری شانِ جلال
مومنوں کو نرغۂ ادبار سے باہر نکال

تجھ میں اور خیرالوریٰ میں فصل اک رائی نہیں
ہے یہی ایمان اپنا اور یہی اپنا یقیں

قبر، کوثر، مغفرت، میزان، محشر، پل صراط
تیرے ہاتھوں میں ہے ان کا اہتمام و انضباط

زندگی جورِ فلک کے ہاتھ سے بیزار ہے
اے اجل۔ تیری لبِ جاں بخش اب درکار ہے

غسل دیں آبِ ندامت سے مجھے اہلِ وطن
ڈال دیں شرمِ گنہ کی گرد کا مجھ پہ کفن

ہم شبِ فرقت کے ہیں مرہونِ احسان و کرم
یا علی۔ یا مرتضیٰ کہتے ہیں جس میں دم بدم

(۲)

کس قدر ہے مہرباں ہم پر شہنشاہِ ازل
دولتِ ایماں عطا کی اور زرِ حسنِ عمل

چاہ میں یوسف کو پھینکا تھا پر اس سے بےخبر!
ایک دن ہوگا عزیزِ مصر یہ رشکِ قمر

ایک ہُو نے عرشِ اعظم پر دیا ہم کو مقام!
راز کے ابواب ہم پر کھل گئے دم میں تمام

اے دلِ بیمار۔ جنت کو خدارا کر سفر
عمر ساری ہو گئی تیری عیادت میں بسر

---

۱ آیۂ قرآنی۔

ذوالفقارِ عزم لے شاہِ جہاں[۱] سے مانگ کر
جس سے حاصل ہو جہاں میں تجھ کو اورنگِ ظفر

شیعہ و سُنّی نہیں یہ۔ ہیں یہ جنگ آور خرد میں
آ بسے ہیں سرزمینِ ہند میں جاپان و رُوس

تجربہ کی بات کہتا ہوں تجھے گوشہ نشیں
تھا ہلاکو خاں بھی بہتر حسن والوں سے کہیں

جذبۂ ایماں ہے اخوت دیکھ قرآن و خبر
بند کر چشمِ تعصب۔ دیکھ آنکھیں کھول کر

جل کے مئے دیتا ہے آبِ زہر ہر شام و سحر
کس قدر ہے مہرباں ہم پر سپہرِ بد گہر

کون کہتا ہے۔ ستارے ہیں یہ راتوں کو عیاں
ہے عرق افشاں ندامت سے جبینِ آسماں

(۳)

دل ترا اور رنگ زیبی ہند میں ہے بے مثال
ہم جہانگیری ہیں جاناں ہو عطا جامِ وصال

شاخِ ملت پر نہ رکھنا دین فروشی کا تبر
ورنہ عقبیٰ میں رہیگا بے ثمر تیرا شجر

اے طلبگارِ گلِ عنبر فشانِ یاسمن
ہے نہایت[۲] پست اور بے خارِ دیوارِ چمن

آہ وہ پہلا ہمارا اخترِ شوکت فروز
اب شبِ فرقت سے بھی تاریک ہے ہر ایک روز

لوگ کھاتے ہیں مری ہر دل عزیزی کی قسم
گاہ میخانہ میں گہ مسجد میں ہے اپنا قدم

بغضِ آلِ پاک سے رکھتا ہے جو شیطاں نہاد
ظلمتِ دل میں کہیں گے ہم اسے ابنِ زیاد

بلبلوں کا دل نہ ہو کیوں کر رہینِ اضطراب
ڈال رکھا ہو جو گل نے رخ پہ شبنم کا نقاب

سامنے رہنے دے اسکے جام و مینا و شراب
ایک شب کا میہماں ہے یہ مرا عہدِ شباب

اُس بتِ خوش قد نے کی برہم جو زلفِ پرشکن
ہے اشارہ۔ دیں مجھے بھی عزتِ[۳] دار و رسن

ترک کر خوابِ تساہل اے نگاہِ ہوشیار
دیکھ خورشیدِ سحر کے آئینہ میں عکسِ یار

---

۱ حضرت علی علیہ السلام۔ ۲ دیوار سے پھاند کر پھول حاصل کرنا آسان ہے۔
۳ قد کو دار سے اور زلف کو رسن سے تشبیہ دی گئی ہے۔

(۴)

ضعفِ پیری سے جھکا ہے کب یہ چرخِ نیلگوں
شدّتِ جور و جفا کی شرم سے ہے سرنگوں

دل ہُوا حسنِ عمل کی تاب سے ایسا گہر
فیضیابِ نور ہیں جس سے یہ خورشید و قمر

ظلمتِ عصیاں سے تیرہ ہوگیا سارا جہاں
اے چراغِ بزمِ احمد۔ مہدئ آخرزماں

جستِ اوّل میں رکھا واں فکر نے پائے جمیل!
ہوگیا تھا بے سکت جس جا پہ بالِ جبرئیل

کفر کی تیغیں دکھائے لاکھ دنیا کا یزید
سیرتِ شبّیر کی ہے ہاتھ میں اپنے کلید

بدنما ہے سینکڑوں داغوں سے لالہ کا جگر
ہے یہ احسانِ صبا کی ناگواری کا اثر

ہے محبِّ شاہِ مرداں زینت و زیبِ جہاں
ہے سزاوارِ جہنّم منکرِ شاہِ جہاں

بھاگ جائے ڈر کے تو جو سایۂ دیوار سے
ہے کہاں نسبت تجھے کچھ حیدرِ کرّار سے

ہوگئے مطعون ہم احباب سے اغیار سے
یہ ہمیں تحفہ ملا۔ دلدار کے دربار سے

اے ردائے مفلسی۔ ہم آہ بے ساماں ہوئے
پاؤں کو ڈھانکا۔ تو سینہ اور سر عریاں ہوئے

(۵)

پرسشِ سہو و خطا ہوگی حشر میں بالضرور
کھیل بچوں کا نہیں ہے مغفرت اے ذی شعور

جز ترے کوئی نہیں ہے بحر و بر میں یاحسن
شاہِ عالم۔ شاہِ عقبیٰ۔ شاہِ اقلیمِ زمن

روزِ اوّل سے ہے آلِ پاک کا ہم پر کرم
ہے فشارِ قبر ہم کو لطفِ آغوشِ صنم

اس لئے رزم آزما سیّد رقیبوں سے نہیں
خونِ کافر سے نہ ہو ناپاک[۱] تا خنجر کہیں

ہے مجھے تسلیم تو ہے خالقِ ارض و سما
میں نے بھی تو ہجر کی راتوں کو ہے پیدا کیا

ہم جوانمردی پہ ہوں قربان تیری اے قمر
تو مٹا دے منّتِ خورشید کا یہ داغ اگر

لہ تاکہ

نشۂ صہبا میں اے زاہد نہیں غرقاب ہم ! / حور کے بازو پہ سر رکھ کر ہیں مستِ خواب ہم

دیکھ آنکھوں سے صدف کو اے بخیلِ بدگہر / چاک کر دیتے ہیں موتی کیلئے اس کا جگر

پھول توڑا اور نہ گلشن میں بنایا آشیاں / خود چلے جاتے ہیں ہم برہم نہ ہو اے باغباں

مرغِ جاں بندِ قفس میں ہے گرفتارِ بلا / آب و دانہ کا بُرا ہو۔ اور ہوس کا ہو بُرا

(۶)

چادرِ مہتاب کا ہو نعش پر میری کفن / تھا قلندر سے کہیں آزاد تر میرا چلن

شمعِ حسن شبّر و شبیر کا ہوں میں قتیل / آئیں گے میری زیارت کو جنابِ جبرائیل

آتشِ گل کی تپش سے جل گیا دستِ صنم! / نازنیں کھائیں گے اس کی نازنینی کی قسم

ہجر کی شب خواب میں ان کا جو رخ آیا نظر / میں نے جانا ابرِ تیرہ سے نکل آیا قمر

شمع یادِ شبّر و شبّیر پہ ہیں جو فدا / پنجگانہ کے عوض کرتے صد گانہ ادا

ترکِ مے کر اے مری جاں خادمِ درگاہ ہو / بتکدہ تو نے بنا رکھا ہے بیت اللہ کو

جب پڑھا ہم نے نگاہِ غور سے تیرا کلام / ہم نے اے غالب تجھے دیکھا تخیّل کا امام

توسنِ تدبیر ہو یوں زیبِ میدانِ عمل / مرحبا سے گونج اٹھیں تقدیر کے دشت و جبل

جب ہوئی تقدیر کو تدبیر پہ فتح و ظفر / ہم نے جانا ہے تن آساں کس قدر نادان بشر

اے قلندر سن بگوشِ دل قلندر کا سخن / شافعِ محشر نہیں ہے کوئی بھی جز پنجتن

(۷)

چشمِ بینا پر ہے ظاہر تاجدارِ لامکاں / پردۂ فانوس میں روشن ہے شمعِ دلستاں

موت کے پیغام سے دلشاد ہو اے کامگار / دام سے ہو کر رہا گاتا ہے مرغِ ہوشیار

عزم نے پیری میں پھر زورِ جوانی بھر دیا / قوتِ دل نے کماں کو تیر پھر سے کر دیا

حسرتِ وصلِ صنم میں دن کٹے میرے تمام ۔۔۔ کارپردازِ ازل نے دی ہمیں آہِ دوام
دیدۂ و دل اس لئے حق نے کئے تجھ کو عطا ۔۔۔ دل میں ہو حبِّ علی آنکھوں میں ہو کیفِ ولا[1]

ہم بتائیں اک عمل کافور ہوں جس سے الم ۔۔۔ اسمِ اعظم ہے علی کا نام ۔ اللہ کی قسم
قد ہوا ہے انتظارِ موت میں اپنا دوتا ۔۔۔ موت کا آنا بھی مجھ کو یار کا آنا ہوا!
پنجتن کے عشق میں ہیں جو بشر بے خانماں ۔۔۔ خلد میں ان کو عطا ہوں گے زبرجد کے مکاں
تو سمجھتا ہے نوائے خوش جسے شام و سحر! ۔۔۔ یہ خزاں کی پتیوں کا شور ہے ناداں بشر
مرحمت ہم کو تصور نے کئے وہ بال و پر ۔۔۔ ہم شبانہ روز رہتے ہیں درِ دلدار پر

(۸)

ہے مجھے تاجِ حکومت سایۂ آلِ عبا ۔۔۔ دور ہو سر سے مرے اے سایۂ بالِ ہما
بلبلوں پر رحم کر اے نکہتِ بادِ صبا ۔۔۔ کھول دے اپنے کرم سے پھول کا بندِ قبا
اجتماعِ چار عنصر ۔ زندگی کی انجمن ۔۔۔ چار دیواری ہی گِر کر بن گئی اپنا کفن
ایک جلتے کوئلوں کا ڈھیر ہے بزمِ مجاز ۔۔۔ دامنِ جاں کو بچا اس آگ سے ناداں ایاز
آشنائے دل نہ تھی خارِ محبت کی خلش ۔۔۔ آہ لے آئی یہاں حسنِ ستمگر کی کشش
چھوڑ اب میرا گریباں اے جنونِ بے خبر ۔۔۔ دامنِ اعدا پہ کیا پڑتی نہیں تیری نظر
اٹھ سکے میرا جنازہ ۔ نازنیں تجھ سے کہاں ۔۔۔ جب ترے کاندھے پہ عکسِ زلف ہے بارِ گراں
تیرے گلشن کو عطا ہو گر اخوت کی بہار ۔۔۔ ایک لَے میں نغمہ زن ہوں فاختہ قمری ہزار
ہوں جوانی کے مزے پیری میں کب گوشہ نشیں ۔۔۔ خشک ٹہنی از سرِ نو سبز ہو سکتی نہیں!
شاعری کا ہمنشیں جب سے قلم رکھتے ہیں ہم ۔۔۔ گل کو سر پہ ۔ خار کو زیرِ قدم رکھتے ہیں ہم

[1] آلِ محمد کی محبت ۔

(۹)

حلقۂ افلاس میں ہے کب ہمارا دم خفا
ہے ہماری جیب میں شعر و سخن کی کیمیا!

بیڑیاں ان کی نگاہِ عزم میں ہیں گھاس پھوس
سُنّتِ سجاد پہ ہیں۔ کارفرما جو نفوس

دل میں میرے نقش ہے یادِ حبیبِ کردگار
آئینہ میں دیکھتے ہیں ہم رخِ پروردگار

اب تو اے خورشید رُو اپنا رخِ انور دکھا
دم ہمارا مہرو مہ کی شوخیوں سے ہے خفا

ہم سے اے زندانئے جور و ستم۔ سن لے خبر
چوم لے گی طوق اور زنجیر کو آخر ظفر

ہے سلامت گاہ دُنیا کے گلستاں میں کہاں
گر فلاخن تاک میں ہے گاہ میں تیر و کماں

ہے صراطِ حیدرِ کرار راہِ مستقیم!
قنبر[1] آسا ہیں غلامِ در براہیم اور کلیم

نفسِ پیغمبر[2] کہا حق نے تو ثابت کر دیا
ہیں شہِ مرداں امامِ مرسلین و انبیا

چھوڑ شیریں کو جو غیرت ہے تجھے ناداں بشر
لوگ کہتے ہیں اُسے خسرو کی منظورِ نظر

ہو ترے نقشِ قدم کی دہر میں وہ آبرو
دن کو تو احباب اور شب کو کریں سجدہ عدو

(۱۰)

کب بڑھایا ہاتھ ہم نے باغباں گل کی طرف
ساکنانِ گلستاں پر ہم کو حاصل ہے شرف

بیٹھتے اٹھتے بحالِ خواب و بیداری صنم
یاد کرتے ہیں تجھے ہم۔ حق تعالیٰ کی قسم

جسم زیبِ قبر ہے۔ اور روح ہے زیبِ جناں
زیبِ منزل ہے جرس اور راہ میں ہے کارواں

ہو جو حاصل حلقۂ زلفِ بتاں سے انفراغ
ہم جلائیں روضۂ اجمیر پر گھی کے چراغ!

ہو محبانِ علی کا مرتبہ کیونکر بیاں
جن کے سایہ میں ہما آ کر بنائے آشیاں

بحر کی تہ میں بنے کیونکر نہ مسلم کا مزار
اونگھ میں ہے ناخدا اور نیند میں ہیں سب سوار

---

[1] حضرت علی کا غلام ۔ [2] آیۂ مباہلہ

تھا علیؑ ہے بھی علیؑ - ہوگا علیؑ سب کا امام
ناخنِ نادِ علی[1] سے کھل گئے عُقدے تمام

پنجتن ہیں دفترِ کون و مکاں میں انتخاب
ذات اور اوصاف میں حق کی طرح ہیں لاجواب

مہرباں مجھ پر رہا تا زندگی وہ گلعذار
میری مرقد پر لگا ہیں نخل ہر اک پھولدار

دیکھ اے بغض و تعصب جہاں کے تاجدار
پھول کے پہلو میں ہے کس چین سے ہر ایک خار

(۱۱)

یہ مری طبعِ رواں کا ہے اِک ادنیٰ سا اثر
سرد جس کی موج سے ہے اہلِ کینہ کا شرر

ہم سیہ چہرہ، سیہ دل اور سیہ کردار ہیں
ڈھانپ کر منہ کو کفن سے حاضرِ دربار ہیں

چل دیئے جھوٹی قسم سے وہ چھوڑا کر آستیں
ہم نے سادہ لوح سے بدسا کہیں دیکھا نہیں

اے مسلمان تیری نادانی ہے دنیا میں دید
چند درموں پر ترا یوسف لیا بُت نے خرید

تفرقہ کی موج ہی بڑھ کر نہ اک سیلاب ہو
کشتیِ اسلام - ڈرتا ہوں - نہ غرقِ آب ہو

ہاں کہا تو نے تو مجھ پر ہوگئے سب مہرباں
اور "نہیں" سے پھر گیا مجھ سے وہیں سارا جہاں

اللہ، اللہ شوکتِ رندانۂ اہلِ کمال!
خادمِ صہباکدہ ہیں - محتسب اور کوتوال

تیرے دل میں ہی نہیں ہے عاشقانہ اضطراب
ذرّہ ذرّہ میں ہے ورنہ حُسنِ جاناں بے نقاب

گل نہ ہو نکہت نہ ہو - بلبل نہ ہو بُستاں نہ ہو
کُنجِ عزلت کا مگر باغِ طرب ویراں نہ ہو

ہوگئیں وہ بجلیاں دیکھو مقدر کا اثر
طائروں نے گھر بنا رکھے تھے جس جس شاخ پر

(۱۲)

کیا جئے جو ہم نواؤں میں جئے بے آبرو
بلبلِ دل آ - کریں گلزارِ نو کی جستجو

شام تجھ کو ہے اجل اور صبح مجھ کو ہے قضا
دیکھ، - چمنِ چنبری - یہ ہے مری صبح و مسا

---

[1] نادِ علی مظہر العجائب وغیرہ

کیا عجب۔ کر جاؤں۔ گر جوشِ طرب سے انتقال
اور "تھوڑی سی" کہیں گر وہ دمِ روزِ وصال

میری خاموشی کی علّت کب ہے خوف و اضطرار
ہے مجھے مولا علی کی۔ اے نکیرین انتظار

آستانِ مرتضٰی پر ہے اگر تیری جبیں
حشر تیری سیرگاہ ہے ایک راحت آفریں

دامنِ توبہ کو تر کر دو شرابِ ناب سے
زہد کے خس کو بہا دو۔ جام کے سیلاب سے

محوِ خندہ صورتِ تصویر ہوں شام و سحر
کچھ مرے دِل میں نہیں ہے شادمانی کا گزر

خوف تھا۔ کر دے نہ پیدا حشر میں اک انقلاب
سب کے آخر میں رکھا داورِ نے سیّد کا حساب

نذر دیتے ہیں وہاں پیشاب کی خر صبح و شام
دیکھ ابن معاویہ کی قبر کا اعلٰے مقام

سیر ہو کر بے زری ہم کو ستا لے دمبدم
پر نہ اُٹھّے گا درِ زر دار کو اپنا قدم

(۱۳)

ضعف سے میرے بدن میں آگیا وہ انقلاب
کیا عجب۔ فردوس میں مجھ پر نہ آئے پھر شباب

ابتلا کا ہم کریں گے خیر مقدم بے خطر
کربلا کے باغ سے ہم نے بھی کھایا ہے ثمر

جو تہِ دل سے پکاریں "یا علی مشکلکشا"
مشکلیں آساں کرے اُن کی شہِ ارض و سما

کوثر و تسنیم کہتے ہیں جنہیں اہلِ نظر
یہ غمِ شبیر میں دو اشک ہیں لذّت اثر

ہے عذابِ آخرت تیرے لئے۔ ناداں۔ اٹل
ہو جو برگ و بار سے خالی تری شاخِ عمل!

ذکرِ حق کے ہیں زمانہ میں ذریعے بیشمار
جامِ مے۔ وحسن صنم۔ مہتاب خلوت۔ جوئبار

بند کر دی ہیں تری آنکھیں قضا نے اے حباب
ہوگا نذرِ موج اک دن یہ ترا حسن و شباب

علّتِ ایجادِ عالم۔ داورِ روزِ حشر
اس طرح کے ہیں محمدؐ مصطفٰے بھی اک بشر[ف]

ہم ازل کے روز تیغِ ہجر سے گھائل ہوئے
روح سے پہلے بدن میں درد و غم داخل ہوئے

ف آیۂ قرآنی کی طرف اشارہ ہے۔

موت کا میری طرف اٹھتا نہیں ہے کیوں قدم | ہے اجل بھی گویا میرے واسطے وصلِ صنم

(۱۴)

ہوں نہ مجھ سے دل کشیدہ دیر کے اہلِ نظر | لے گئے ہیں جبر سے مجھ کو حرم میں کھینچ کر
اے شبِ معراج ۔ کہہ دے آج نعرہ سے ذرا | حق زباں میں کس بشر[۱] کی عرش پر گویا ہوا
میری مرقد کو اگرچہ دہر کر دے بے نشاں | پر رہے گا نام میرا ۔ زینتِ لوحِ جہاں
غم کے داغوں سے ہوا تاریک سید کا جگر | شیعہ و سنی کے یہ بے سود جھگڑے دیکھ کر
جو تونگر کی تگ و دو نے سمجھ لی انتہا | وہ ہماری بے زری کے ہے سفر کی ابتدا
شکرِ حق میں سرنگوں ہو ۔ اے سخی ۔ وقتِ سخا | سامنے ساغر کے رہتا ہے سرِ مینا جھکا
کر کفن زیبِ بدن اور شکریہ میں چوم لے | حق نے بھیجی ہے تجھے خلعت بلانے کیلئے
بھن رہا تھا ۔ آتشِ شکوہ سے عاشق کا جگر | کھل گئی دل کی گرہ زلفِ صنم کو دیکھ کر
شوق سے تشریف لائیں قبر میں منکر نکیر | گفتگو کا حوصلہ ہے کب انہیں پیشِ امیر[۲]
کیوں کرے مردِ خدا خوانِ تونگر پر نظر | دل کے ٹکڑوں پر کریگا ۔ عمر وہ اپنی بسر

(۱۵)

شیخ کو کعبہ دیا اور بتکدہ ہم کو دیا | جانیں ۔ حق نے شیخ سے کس بات کا بدلہ لیا
آخر ہم بھی بو البشر کے دور سے فرزند ہیں | کچھ نہ کچھ ابلیس کے احکام کے پابند ہیں
دہر کی زینت ہوئے ہیں نازنیں تجھ سے ہزار | ان کی قبروں پہ پڑا ہے حسرتِ دل کا غبار
ہے نہایت سہل ۔ اے مردِ جواں ۔ راہِ سفر | آبلوں کو مرحبا کہنا تری خو ہو ۔ اگر

۱؎ حق نے شبِ معراج رسولِ پاک سے حضرت علی کی زبان میں گفتگو کی۔
۲؎ حضرت علی ہر ایک مسلمان کی قبر میں بوقتِ سوالاتِ نکیرین تشریف لاتے ہیں۔

یاں صنم داں حور کس مشکل میں ہیں اہلِ جہاں
ہے تجھے تسکین دل کی جستجو کارِ فضول!

الاماں اے حُسن کی دنیا کے خالق ۔ الاماں
روزِ اول سے ہُوا ۔ اس کا نہ دنیا میں نزول

زندگی اس رنگ میں ساری ہوئی اپنی بسر
زعفراں کا کھیت رو پڑتا ہے ہم کو دیکھ کر

کچھ جو تھوڑا سا پتہ اپنا ہمیں تو نے دیا
اس پتہ پر منزلِ حیرت کو ہم نے پا لیا

ہم چمن میں پھول چننے کے لیئے بھیجے گئے
بوجھ کانٹوں کا مگر افسوس سر پر لے چلے

سربلندی میں کیا خالق نے وہ اعظم ہمیں
چرخ کہتا ہے ثریا اور زمیں انجم ہمیں

(۱۶)

حاملِ گندم ہے خطائے بوالبشر سے کیا زبوں
خوشہ خوشہ اس کا اب تک شرم سے ہے سرنگوں

قُم کہے عیسیٰ ہماری قبر پر گو لاکھ بار
جسم کو دیکھے گی مُڑ کر بھی نہ روحِ بیقرار

تو مجھے لقمہ بنا سکتا نہیں ہے بالیقیں
ایک تنکا ہوں میں اے گرداب اک پتھر نہیں

ہو قوی تیرا جو بازو ۔ پُر تواں تیرا جگر
ڈال دے تقدیر پھر تدبیر کے آگے سپر

اک جرس سے ہو سکے بیدار کب یہ کارواں
جاگتا ہوں ایک میں ۔ اور نیند میں ہیں سب جواں

اے اجل ۔ یہ ہے تیری بندہ نوازی کا اثر
قبر میں جو سو رہے ہیں راحتِ دل سے بسر

ہو صدائے صُور پر غالب ترا شورِ فغاں
کر سکے بر پا نہ محشر دادرِ کون و مکاں

یاد رکھ میرا سخن اے ممسکِ قارون سیر
خاکِ ذلت میں دبا دیں گے تجھے لعل و گہر

کی عطا مجھ کو ازل نے شعر میں صنعت گری
دیکھتے ہیں دیدۂ حیرت سے مجھ کو جوہری

اے بشر ۔ رہ جستجوئے یار میں کوشاں مدام
سست پے ہونا سفر میں ہے مسافر پر حرام

(۱۷)

دل میں ہی رہتی ہے اپنے بربطِ دل کی صدا
ہم نہیں بلبل کہ نالوں سے کریں محشر بپا

عنصرِ غالب تھا آہ و غم مری تعمیر میں
مَیں ہنسوں کیونکر کہ رونا ہے مری تقدیر میں

حق نے دی اشکِ ندامت کو مرے وہ آبرو
حضرتِ جبرئیل اس پانی سے کرتے ہیں وضو

باندھ اے مسک۔ زر و گوہر کی تھیلی کا دہن
ہے یہ مجرم کے گلے میں گویا پھانسی کی رسن

ساغرِ نصرت ہے تیرا منتظر ہر ایک روز
جستجو میں پر نہیں سرگرمیاں تیری ہنوز

ڈھانپ دیتے ہیں وہ گربہ کی طرح بول و براز
جو کریں ارشاد۔ حق کا عشق ہے عشقِ مجاز

یہ ہجومِ[1] غم اجل کو کیا عجب۔ آنے نہ دے
روح کا دم بے طرح یونہی اگر گھٹتا رہے

کور رکھتے کر کبھی ہوئے۔ لعل و گہر کے مبتلا
بے نوائے شور اک ٹکڑا نہ لے گا اب گدا

دستگیری کو چمک اٹھتی ہے تیغِ ذوالفقار
جب علی کا نام آتا ہے زباں پر ایک بار

عرش سے پیغام لایا ہوں پئے اہلِ یقیں
پنجتن کے جاں نثاروں کو قضا آتی نہیں

(۱۸)

بزم سے تیری نکل جاؤں تجھے ہے یہ تلاش
ہم تجھے رکھتے ہیں دل میں سوچ اے حق ناشناس

یہ نزاعِ باہمی ہے کور چشمی کی دلیل
وہ کہے پرماتما اور تو کہے ربِّ جلیل!

ان کو کوثر مجھ کو صہبا۔ حق کا ظاہر ہے کرم
زاہد و صوفی سے ہے ارفع کہیں میرا ارم

ہم کو فارغ دہر سے لے دے کے یہ حاصل ہوا
خارِ یارِ سنگدل ہے۔ پھول یارِ بے وفا

زالِ دنیا پہ جو تو قاروں صفت قرباں ہوا
جامۂ ایماں سے تیرا تن بدن عریاں ہوا

حشر اک میداں ہے میرے بادپا کی راہ میں
عرش اک ٹیلہ ہے ادنیٰ اس کی جولانگاہ میں

ماہِ کنعاں بھی نہ تیرے بالمقابل آئے گا
تو اگر دنیا سے دل میں خوبرو کہلائے گا

سر پٹک۔ اے ناخنِ ادراک تا روزِ حشر
ہو نہیں سکتی کشودِ راز پر تجھ کو ظفر

[1] میں قیامت تک زندہ رہوں۔

برسا دم بھر اور کھلا۔ یہ ابر کی ہے کائنات
دیدۂ تر کو ہوئی ہے۔ حسرتِ پیہم گداخت

کاٹ ڈالیں گے حشر کو تیری راحت کا شجر
ہو اگر تحقیر تجھ کو آلِ[١] کی پیشِ نظر

(۱۹)

نشۂ حبِّ علی سے جو بشر سرشار ہیں
دشمنانِ شبّر و شبیر سے بیزار ہیں

زیبِ اورنگِ ظفر ہے۔ مردِ میدانِ عمل
مژدۂ راحت ہے اُس کے واسطے پیکِ اجل

لا دے دُنیا سے ہمیں وہ کوئے یارِ دلستاں
گھُٹ گیا ہے دم مرا فردوس میں بے یارِ جہاں

یہ رفیقانِ جنازہ یہ جنازے کا امام
میرے سر پہ ڈالنے کو خاک آتے ہیں تمام

ہے حصارِ میکدہ میں وہ ہمیں امن و اماں
زہد کا حملہ نہ ہوگا بار ور ہرگز یہاں!

رحم سے دیکھے ہمیں کیوں یہ سپہرِ پُرجفا
آنکھ اس کی چشمِ نرگس کی طرح ہے بے ضیا

دامنِ شبیر ہے سایہ فگن جن پہ مدام
سایۂ فرمانروائے[٢] شام ہے اُن پر حرام

بے زری نے ہم کو دنیا میں رکھا پرہیزگار
ہم سزاوارِ مئے کوثر ہیں اے پروردگار

جائیے گوہر ہیں زیبِ تاجِ شاہِ[٣] دوسرا
بوُذر و مقداد و سلماں اور علی المرتضیٰ

المدد اے جوشِ حرماں المدد اے اضطراب
خوابِ جاناں کو کریں شورِ سلاسل سے خراب

(۲۰)

توُ مئے وہم غلط سے۔ جانِ من۔ مخمور ہے
دیکھنا اس کا سمجھنے سے بھی کوسوں دور ہے

حرفِ استغفار پڑھتا دیکھ کر پیکِ تُخفا
ہم تو اس توبہ کے قائل ہی نہیں اے ہمنوا

زلف سے پانی کے قطرے یار کے رخ پر گرے
ابرِ نیساں سے عذارِ گُل پہ یہ گوہر گرے

معصیت کی دختِ رز سے ہے ترا دل باغ باغ
روغنِ عقل و خرد سے ہے ترا خالی چراغ!

١ آلِ محمد علیہم السلام۔ ٢ یزید ابن معاویہ۔ ٣ رسولِ پاک۔

کور ذوقوں کو نہ دے گا فائدہ میرا کلام!
کیا ہو اندھوں کی نظر میں ماہِ نو کا احترام

یا علیؑ افلاس میں ہو وہ عطا تاب و تواں!
اہلِ دولت کا نہ دیکھوں خواب میں بھی آستاں

ہے مرے خورشید کا خورشید سے اونچا مقام
چاند میرے چاند کے دربار کا ہے اک غلام

انتہائے ذات سے ہے حسن اے دلِ بے نیاز
شعلۂ آتش ہے ہر اک حال میں آہن گداز

ڈر نہ ہو اللہ کا تو میں کہوں یہ بے خطر
تھے شبِ معراج ادھر احمدؐ شہِ مرداں[1] ادھر

مہرباں سیّد پہ ہو وہ بات یہ ممکن نہیں
خط کے آنے سے ہوا ہے خط کے آنیکا یقیں

(۲۱)

نا امیدی نے رکھا ہے دل ہمارا شادماں
ہے کہیں مردِ خدا کو سود سے بہتر زیاں

کوچۂ محبوب بھی اپنے لئے ہے لامکاں
آج تک ہم نے نہیں دیکھا ہے اسکا آستاں

ایک ہیں درویش کو دیر و کلیسا و حرم
ہر صنم خانہ میں جلوہ ریز ہے حسنِ صنم[2]

ہو وطن کے آستاں پر تو جو مصروفِ نماز
چوم لیں گے تیرے قدموں کو بنارس اور حجاز

تو جو قنبر کی طرح ہو شاہِ مرداں کا غلام
ماسوا کے ملک پر تو حکمراں ہوگا مدام

جو ہوئے کرب و بلا میں شاہِ ملت پر فدا
پھول برسیں گے ریاضِ عرش سے ان پر سدا

کی عطا پھولوں کو شوخی - دلربائی اور شمیم!
یہ ستم تو نے کیا ہے بلبلوں پر اے نسیم

ہم کو بوسے سے وہ کرنا چاہتا ہے شادکام
ہم پہ صدقہ ہے بفرمانِ شہِ عالم حرام

ہم سبھی کچھ ہیں نہ ہو جب تک کہ دیدارِ صنم
قطرۂ شبنم طلوعِ شمس پر ہے کالعدم

دخترِ رز کے وصل سے زاہد تجھے بہرہ نہیں
ورنہ تو رکھدے قدم پر اس کی سجدے کی جبیں

[1] حضرت علی علیہ السلام ۱۲ [2] ہندو و مسلمان ۱۲

سروِ کیا کیا آبِ جُو پر دیکھ جلوہ گر ہوئے (۲۲) آئینہ سے پوچھ لے کیا کیا حسیں آئے گئے

بندلب یاں تک کئے ہم نے کہ بے لب ہو گئے
ہم بلا پرسش حشر میں داخلِ جنت ہوئے

خاک و خوں میں ہو جو آلودہ ترا سارا بدن
غازیوں کے ہاتھ سے پہنے گا اطلس کا کفن

کھول کر کانوں کو سن لے آج یہ میرا سخن
توڑ دیں گے تیرے دل کو حشر میں اے دلشکن

دیکھ کر حوروں کو خالق سے کہا فرہاد نے
اِن سے دیکھا تھا صنم خوشتر دلِ ناشاد نے

کام کرنے کو یہاں بھیجے گئے ہیں سب بشر!
کام کی سرگرمیوں پر ہو گی اجرت منحصر

بوجھ سر پر بارِ دُنیا کا اُٹھانا ہے ضرور
پر نہ اتنا جس سے تیرا تن بدن ہو چُور چُور را

رند پر قرباں رہیں گی حوریانِ دو جہاں
زاہدوں کے ہیں مقدر میں رقم محرومیاں

ہم انا الحق کہنے پر کچھ خود بخود مائل نہیں
کوئی بے مضراب شورِ ساز کا قائل نہیں

فیض گستر ہو جو تجھ پر سایۂ آلِ عبا
عرش والوں سے کہیں ارفع ہو تیرا مرتبہ

(۲۳)

سُنتِ حق پر نظر کر اے گرفتارِ بلا۔
پس گیا پتھر تو آنکھوں کے لئے سرمہ ہوا

تو اگر دار و رسن پہ غور کی ڈالے نظر
اوّلیں زینہ ہے وہ معراج کا بہرِ بشر

رجعتِ خورشید سے ثابت ہوا یہ لاکلام
ہیں شہِ مردانِ زمین اور آسمانوں کے امام

ایک انگلی کے اشارے سے کیا شقِ قمر
یہ تھا برقِ نورِ احمد کا ذرا سا اک شرر

بیچ کر اپنا اثاثہ عمر کی ہم نے بسر
ناشناسلتے ہنر ہیں اہلِ دنیا کس قدر

دل کے داغوں کا مداوا ہو۔ یہ ممکن ہی کہاں
مثلِ مو آگ آتے ہیں یہ بطنِ دل سے نا کہاں

داغ پر جب داغ کھائے سینۂ پُر داغ نے
رو دیا شبنم نے آبِ جُو نے چاہ باغ نے

رخ ترا خط گے گہن میں آگیا اے میرے ماہ
کیا رقیبِ روسیہ کی پڑ گئی گردِ نگاہ

سایۂ گردوں کا ہو جب بوجھ مجھ کو ناگوار
بارِ احساں کے اٹھانے سے نہ ہو کیوں ننگ و عار
ناچتا ہے شیخ بن دیکھے کہ ہے دنیا پرست
مُہر بر لب دیکھ کر ہے اس کو رندِ مے پرست

(۲۴)

اس طرح کا ہے سفر اہلِ نظر کو خوشگوار
راہِ ناہموار - ویرانہ - شبِ تیرہ و تار
آئینہ ساں ہو مصفّا دل اگر تیرا تمام
وہ نظر کے سامنے تجھ کو رکھیگا صبح و شام
مرحمت ہوگا اسے خلدِ بریں جاگیر میں
محو کر دے دیدہ و دل جو غمِ شبّیر میں
لاکھ جنت سے کہیں بہتر ہے دشتِ کربلا
کربلا کے غازیوں سے پوچھ اس کا ماجرا!
برہمن اور شیخ دیکھیں یہ کرامت برملا
قدسیوں نے ہے جنازہ کو مرے کندھا دیا
یہ جوانی کی شبِ تیرہ گذر جانے کو ہے
صبحِ پیری ناگہاں - اے بیخبر آنے کو ہے
حضرت سجّاد جن کے ہوں - امام و پیشوا
کچھ خطر ان کو نہیں ہے طوق اور زنجیر کا
عقل سے باہر ہے دل کی وسعتوں کا گلستاں
لامکاں کو ہے تلاشِ شاخ بہرِ آشیاں
اک طرف شبّیر ہے اور دوسری جانب یزید
خواہ گلزارِ ارم کو خواہ دوزخ کو خرید
ایک آنسو ماتمِ شبّیر میں جاری ہوا
مغفرت کا اک بہانہ پیشِ حق وہ بن گیا

(۲۵)

ہم اجل دے کر عطا کرتے ہیں تجھ کو مرتبہ
تیری نادانی سمجھتی ہے اسے - کوہِ بلا!
ہم کھچے جاتے ہیں از خود کوئے حیدر کی طرف
گلستانِ عرش سے خوشتر ہے گلزارِ نجف
جب مصوّر نے نظر کی شبّر و شبّیر پر
رکھ دیا خامہ بلا تاخیر اپنا توڑ کر!
کیا کیا شبّیر سے الحاد کی صمصام نے
کیا کلامِ پاک کی تعظیم کی اسلام نے
علم ہے بے سود اور ہے عقل ناکارہ مجھے
عشق میں ہر درد کا آیا نظر چارہ مجھے

نعش کو میری نہ دے کاندھا کوئی نامہرباں
اس قدر احساں بھی ہے دل پر مرے بارِ گراں

ذوالجناح سے آئے گیا شاہِ جہاں برپشتِ خاک
رحلِ قرآں سے گرا تھا فرش پر قرآنِ پاک!

جانماز کعبہ نہیں یہ۔ اے دلِ معنی شناس
ہے ازل سے مرحمت اس کو محرم کا لباس

ہم شبِ عاشورہ میں پڑھ لیں جو دل سے اک نماز
ہے اسے صدہا نمازوں پر میسر امتیاز

آسمانوں میں بنا بیٹھا ہے جو خلدِ بریں!
باغِ دل کی ایک پتی ہے وہ پژمردہ زمیں

(۲۶)

روزِ محشر کا نہیں ہے مومنوں کو کچھ خطر
ان پہ ہے آلِ عبا کی مہربانی کی نظر

حکمِ قرآن و خبر سے فرض ہے حُبِّ علی!
عرش پر مرقوم ہے "حیدر" بہ الفاظِ جلی!

اے صنم تیرا کرم کیا ہوش میں لائے ہمیں
دیکھ کر تجھ کو گریباں یاد آجائے ہمیں!

اس طرح گنجِ شہیداں میں ہے جانِ بوتراب[۱]
جس طرح ہو بزمِ انجم میں درخشاں آفتاب

دام میں دل کھول کر گاتا ہے دل کا عندلیب
عادت۔ اے صیاد۔ اس کی ہے زمانہ میں عجیب

حوصلہ شبیر سا رکھتا نہیں تیرا جگر
ورنہ حاصل ہو مصائب پر تجھے فتح و ظفر

زلف کی آرائشوں میں محو ہے وہ دلستاں
ہم پریشاں حالیوں کے ہاتھ سے ہیں نیم جاں

تجھ کو ظاہر میں کیا ہے گرچہ زخمی تیر نے
تیر کو پھینکا کماں سے آسمانِ پیر نے

آہ اس کی نذر ہم نے کر دیا عہدِ شباب
بے وفائی میں نہیں جس کا زمانہ میں جواب

آگئے ہیں بتکدہ میں ہم حرم کو چھوڑ کر
المدد یارانِ ملت المدد اہلِ نظر

(۲۷)

قم باذن اللہ کہہ کر مسیحا تھک گئے
لی نہ کروٹ ملتِ بیضا نے خوابِ مرگ سے

[۱] امام حسین علیہ السلام۔

دستِ بیدادِ فلک سے زندگی بیزار ہے ... اب تو گلزارِ نجف میں آشیاں درکار ہے

معنیٔ اسلام سے ہیں بے خبر ان کے دماغ ... ہاتھ پر آزادیٔ نسواں کا ہے جن کے چراغ

زندگی جو قبر سے اٹھتے رہیں گے گرد باد ... شیخ کو آتے رہیں گے وہ نظر جامِ مراد

حضرتِ زاہد کو جنت میں پکڑ کر لے گئے ... کام بھی تو عمر بھر تھے اس نے ایسے ہی کیئے

یہ ذرا سی جان اور یہ شرع کا بارِ گراں ... اس پہ پھر سہو و خطا کی رائی بھر کا امتحاں!

وہ نہیں ہے جانِ من زندانیٔ دیر و حرم ... ہے مقام اس کا دلِ انساں مجھے حق کی قسم

ہو عطا تاجِ شہادت یا کہ چترِ خسروی ... کام کر ایسا کہ ملت کی ہو جس میں بہتری!

سن بگوشِ ہوش میری پند اے شاخِ شجر ... قلب کی آغوش میں رکھ پیار سے داغِ تبر

میرے رونے سے ہوئے سیلاب دنیا میں بپا ... چھا گئی سر پر جہاں کے میری آہوں کی گھٹا

(۲۸)

کیوں جبیں کے چومنے سے ہوں گرفتارِ عتاب ... مصحفِ حق کو دیا بوسہ کہ ہے کارِ ثواب

پرستشِ روزِ حشر کا کیا انہیں خوف و خطر ... ساقیٔ کوثر کے ہو الطاف پر جس کی نظر

کس قدر کج ہے سپہرِ بد گہر رفتار میں ... خاندانِ مصطفےٰ تشہیر ہو بازار[۱] میں

ساقیٔ کوثر رکھے چشمِ کرم ہم پر مدام ... ہم اسی ساغر کی رکھتے ہیں تمنا صبح و شام

مجھ کو احساں کے اٹھانے میں یہاں تک ہے گریز ... دل مرا دستِ دعا سے بھی ہے سرگرمِ ستیز

لے گیا تحریر کو سب چھین کر گوشہ نشیں ... اب جہنم میں پڑیں اس کے کراماً کاتبیں

منزلِ رازِ جہاں ان کو نہ آئے گی نظر ... گو ازل سے تا ابد چلتے رہیں جن و بشر

چھپ گیا میرے گنہ کی تیرگی سے آفتاب ... میرے دم سے درہم و برہم ہوا دورِ حساب

---

[۱] کوفہ اور شام کے بازاروں میں

کیا نہ تھا تجھ میں بتِ بیرحم اتنا بھی شعور !
رحم کھائیگا نہ تجھ پر حشر میں ربِّ غفور

دوڑتا ہے عرش اٹھانے کے لئے بے اختیار
جب کوئی نشہ میں گر پڑتا ہے رندِ میگسار

(۲۹)

گرمیٔ دل کر عطا اس کو جاندارِ جہاں !
سینکتا ہے آگ جو میرا جلا کر آشیاں

کیا ہیں یہ اربابِ دولت کیا ہیں شاہانِ زماں
رزق کا طالب ہو اس سے جو ہے رزّاقِ جہاں

دخترِ رز کے وصل میں جو مست ہیں غفلت شعار
وہ گریباں چاک ہوں گے حشر میں دیوانہ وار

زر تو لہ سکتے ہیں تجھ کو۔ اصل میں گو زر نہیں !
اے زرِ گل اپنا تو اتنا بھی نیک اختر نہیں !

حق کی خوشنودی ہمیں دیتی ہے روزی پاک و صاف
مرحمت ہم کو ہوا ہے غم خوری کا اعتکاف

ہوں مبارک تجھ کو زاہد حور و غلمان و جناں
ہے کہیں فردوس سے بہتر ہمیں کوئے جناں

نام میرا تو نہیں کرتا کبھی زیبِ زباں
کیا پڑی ہے ہمکو تیری یاد کی اے جانِ جاں

بت پرستی ہی تجھے گر اے جنوں منظور ہے
پوج پتھر طور کا جو نور سے معمور ہے

ہے رخِ پُر نور مسلم پر تو اک داغِ سیاہ
کیا نفاق انگیز ہے اے شیخ تیری بارگاہ !

کر نہ گردن کو تو پندار و تمرّد میں دراز
بال آجائیگا تیرے آئینہ میں اے ایاز

(۳۰)

عزم کو جب تک بنائیگا نہ خضرِ راہ تو
ہو نہیں سکتا ہے زیبِ تاجِ عزّ و جاہ تو

شاعری کے لعل سے خالی ہے گر تیرا عدن
مار لے سر پر تو اپنے تیشۂ ترکِ سخن

ترک کر مشقِ ستم کو اب تو اے چرخِ کہن !
جوں مۂ نو ہو گیا ہے ناتواں اپنا بدن

دیکھ کر لوگوں کے عصیاں چشمِ غیبت بند کی
خوابِ خوش ہی میں بسر کی گویا ہم نے زندگی

اے شبِ فرقت تجھے جانیں خدائے مہرباں !
ہو اگر تیری کمر میں تیغِ مرگِ ناگہاں

ہے یہ سب سامانِ عشرت اے پسرِ بے اعتبار
نیند میں ہنستا ہے گویا ایک بچۂ شیر خوار

آ نجف کے میکدہ میں رند بن کر آشکار
جام کو زیرِ بغل رکھنا نہ گاہے زینہار

عہد پر تیرے یقیں آئے نہ ہم کو اے صنم
روضۂ عباس پر بھی تو اگر کھائے قسم

نوحہ خوانِ محفلِ شبیر میرا ساز ہے
شیخ ناداں کو قوالی کی غزل پہ ناز ہے

غیر ممکن ہے۔ کہ اس پر ہو محمد کا کرم
رائی بھر جس نے کیا آلِ محمد پہ ستم

(۳۱)

گلبن و شمشاد و سرو و نازبو و نسترن
روپ آتا ہے بدل کر نو بہ نو وہ گلبدن

جب بوقتِ شب چلا گلزار کو وہ شہسوار
مشعلیں ہاتھوں پہ رکھ کر آگئے صدہا چنار

نعش کو بے گور رہنے دے مری اے غمگسار
دفن کرنے کو ہے کافی حسرتِ دل کا غبار

بند جس نے کر دیا شبیر پر آبِ فرات
لعنتِ جاوید کا ہے مستحق وہ بد صفات

جب ہوا تو پھر کا مرہونِ احساں اے قمر
رکھ دیا تو نے گلا جلاد کی تلوار پر

ڈال منہ میں معصیت کے پاکبازی کی لگام
ورنہ دم بھر کی خوشی دے گی تجھے آہِ دوام

وہ ہیں اپنے چاہنے والوں کے در پردہ رقیب
ہم نے سو پردے اٹھائے دید ہی لیکن ہے نصیب

کوئے محبت سے خلد کے گلزار میں لائے ہمیں
گلستاں سے وادیٔ پرخار میں لائے ہمیں

بحر و بر میں ہے ہماری شہرتِ زورِ قلم
کنجِ عزلت سے نکالا تو نہیں باہر قدم

بلبلِ خامہ جو میرا باغ میں ہو نغمہ خواں
طوطیاں خاموش ہوں اور مُہر بر لب قمریاں

(۳۲)

گم ہوا اس ماہرو کے سامنے تیرا غرور
ہم نہ کہتے تھے۔ نہ آنا۔ آئینہ۔ ان کے حضور

عشق نے پایا وہ دل کی مملکت پر اقتدار
ہم کھنچے آئے ہیں کوئے یار میں بے اختیار

غیر از سایہ تھا جسمِ شافعِ[1] روزِ حساب
ہو گیا ثابت کہ تھی وہ ذاتِ اقدس لاجواب

آبِ عفت سے جو رہتے ہیں ہمیشہ باوضو
پنجگانہ کو ہے ان کی منزلت کی جستجو!

یا محمدؐ کا وظیفہ ہے مرادوں کا کفیل
کیوں نہ ہو۔ قرباں ہے ان کی ذات پر ربِ جلیل!

یہ اثر ہے گیسوانِ مصطفیٰؐ کا خوش گوار
ہے جو ہر اک شعر میرا عنبر افشاں عطر بار

ہاں نہایت دل‌ربا ہے نغمۂ کرّو بیاں
پر مرے مرغِ قلم کی سی نوائے خوش کہاں

چاہتا ہے تو جسے۔ چاہوں اسے میں کیا ضرور
تجھ کو صہبا کا مجھے ہے دُردِ صہبا کا سرور

حق مجسم ہو نہیں سکتا ہے اے موسیٰ کبھی
طور پر ظاہر ہوا تھا شعلۂ نورِ علی

ہو شہیدوں میں ہمارا حشر اے ربِ کریم
نقش ہے دل پر ہمارے آیۂ ذبحِ عظیم!

(۳۲)

ہے حریفِ تیغ میری سخت جانی ہی اگر
مانگ لے تلوار اعدا سے کہ ہو کامل اثر

جب ہماری قبر میں داخل ہوئے منکر نکیر
کچھ نہ دیکھا واں ہمارے پاس جز جامِ غدیر

ہے مرادوں پر ہماری سایۂ آلِ عبا!
گویا کہ ملی کا ہمیں بھی ایک گوشہ ہے عطا

ہم تولائے دلا۔ اکسیر کا جوہر ہوئے
ذرۂ ناچیز سے ہم خسروِ خاور ہوئے

آسمانِ نیلگوں سے تیرے سر پر یہ کہاں
جم گیا ہے یہ ستم دیدوں کی آہوں کا دھواں

عشق کا طوفاں تھا اس دم بھی مرے دل میں نہاں
بحرِ ہستی تھا۔ نہ تھا کچھ موج کا نام و نشاں

پھول سے پتی نہ توڑی ایک بھی ہم نے کبھی
گل کا نظارہ کیا وہ بھی نہایت سرسری

کر دیا جامِ نجف نے دل کو صہبا آشنا
اب مری میراث ہے یہ دو جہاں کا میکدہ

ہم پہ تو افلاس کے غم نے کیا اُلٹا اثر
بن گیا خونِ جگر۔ جم کر گراں قیمت گہر

۱؎ رسولِ پاک اور آلِ محمدؐ۔ ۲؎ محبتِ آلِ محمدؐ۔

بے سر و سامان ہو کر بھی رہیں گے ہم امیر | دستِ گوہر بارِ یکاں ہے ہمارا دستگیر

(۳۴)

اے بتِ بیداد گر۔ یہ دل اسیرِ غم ہوا | تیرے بِنا سے مرے ساغر کو حاصل سم ہوا
یاد رکھ اے آسماں۔ اے پیکرِ جور و جفا | یاور و حامی ہیں میرے حضرتِ مشکلکشا
گریۂ حسرت کے وہ سیلاب کر دوں گا رواں | محو ہو جائیں گے بزمِ غیر کے نقش و نشاں
بند تھیں آنکھیں تو رازِ دہر تھا پیشِ نظر! | کھل گئیں تو ہو گئے ہم آپ سے بھی بیخبر!
بزمِ جاناں میں رقیبوں کا ہے ہر لحظہ ہجوم | یہ نکل آئے ہیں گردوں پر نحوست کے نجوم
زلف آنکھیں، خال مژگاں دانت بینی لب ذقن | پوچھئے مجھ سے تو ہے یہ ڈاکوؤں کی انجمن
زہد پر ہے فخر ہم کو۔ اور نہ عفت پہ غرور | ہم زریاکاں کو لے کر آئے ہیں تیرے حضور
کھل سکا میری تگ و دو پر نہ کچھ رازِ چمن! | گو رہے ہر پھول پہ ہم مثلِ بلبل نغمہ زن

سلور جوبلی تاجدارِ دکن

کوئی دے گا نذر میں تجھ کو دلِ طاعت گزار | کوئی آئے گا فدا کرنے کو جاں پروانہ وار
تیرے قدموں میں وفا کے کوئی ڈالے گا گہر | دیکھ میری بھی "عقیدت" کو ذرا اے شہریار

جب خامہ پر زور مرا ہوتا ہے دُربار | دربار نظر آتا ہے گنجینۂ شہوار
محجوب سا ہو جاتا ہے نیسانِ گہربار | گرتا ہے نگاہوں سے وہیں مہر جہلنار
گڑ جاتی ہیں شاہوں کی بھی حیرت سے نگاہیں

بھرتے ہیں سمندر بھی انہیں دیکھ کے آہیں

ایجاد کی اقلیم مرے زیرِ نگیں ہے | پامالِ قدم ندرتِ معنی کی زمیں ہے!
دہلیز پہ اعجازِ تخیل کی جبیں ہے | عُرف اپنا تہ چترِ فلک گوشہ نشیں ہے!

تصنیف کیے ہیں میں نے کئی باغ[۱] لگائے
ہر پھول میں سو رنگ ہنر کے ہیں دکھائے

یکتائی کسی گل میں اگر جلوہ نما ہو | گر نور کسی مہر کو ممتاز عطا ہو
بے مثل کسی مہ کا جو اندازِ ضیا ہو | گر حسن کسی بت کا حسینوں سے جدا ہو

ہو جاتا ہے محو اس کی ستائش میں زمانہ
آتا ہے مرے خامہ کے لب پر بھی ترانہ

اے شاہِ فلک مرتبہ عثمان[۲] علی خاں | اے نازِ زمیں، فخرِ زماں، نازشِ دوراں
ہے چشمِ فلک شوکتِ دربار پہ حیراں | ہے شمعِ رہِ خلق ترا کوکبِ ایماں

ہر دشت و جبل میں ہے رواں فیض کا سیلاب!
خورشید ترے عدل و کرم کا ہے جہاں تاب

اک خادمہ ہے در کی ترے علم کی دلہن! | ہے تیری جبیں حلم کے انوار سے روشن!
اور حُسنِ عمل کا ہے خط و خال پہ جوبن! | عرفانِ الٰہی کا ہے سینہ ترا مسکن

دنیائے حشم ہے تری اک ادنیٰ سی چاکر
ہیں خادمِ درگاہ یہ مہر و مہ و اختر

---

[۱] کلیدِ مناظرہ، کلیدِ عملیات، آئینہ مرزائیت۔ شہنشاہِ کربلا حفیظ کی خامیاں۔ قادیان کا فرضی نبی۔ وغیرہ (انگریزی میں)
[۲] تاجدارِ دکن۔

گلزار لگا تجھ سے ہے۔ کیا امن و اماں کا
کیا کام ہے اس باغ میں بیدادِ خزاں کا
دل عیش سے معمور ہے ناقوس و اذاں کا
صیاد کا ہے خوف نہ یاں تیر و کماں کا

حاتم کی ترے دستِ سخاوت پہ نظر ہے
اک ذرّۂ رحمت بھی تو گنجینۂ زر ہے

ہے واقفِ اسرار و غوامض ترا ادراک
کامل ہے یقیں تیرا۔ نظر تیری ہے بیباک
ہیں دہر کے سب راز تری زینتِ فتراک
دریائے ثنا سائیِ حق کا ہے تو تیراک

فرماں ہے ترا رمز کی اقلیم میں جاری
ہے عقل بھی اس بھید کی تفہیم سے عاری

قسّامِ ازل سے ہے عطا تجھ کو یہ شیراز[1]
ہے آلِ عبا تیری ہر اک امر میں ہمراز
محبوبِ[2] خدا ہے ترے ہر کام میں دمساز
خوشنودی میں ان کی ہے تری عرش پہ پرواز

یہ کوثر و تسنیم کے مختار ہیں لاریب
اللہ کے ہے فضل سے وا ان پہ درِ غیب

ہے باغِ مروّت میں نوا بلبلِ خوش رو
ہے دامِ دلِ خلق ترے عفو کا گیسو!
ہے ساغرِ دل تیرا مئے رحم سے مملو
ہے دہر کے گل میں ترے احسان کی خوشبو

تعظیم سے لیتے ہیں جہاں والے ترا نام
لہراتا ہے ہر سمت ترا پرچمِ اکرام

شہباز ترے بخت کا ہے عرش کا زیور
ملّت کے سفینہ کو تری ذات ہے لنگر!
تو خالقِ بے مثل کا بے مثل ہے مظہر
ہے ماہِ شریعت کو تو خورشیدِ منور

---

۱ دکن کی تاجداری۔ ۲ رسولِ پاک۔

دنیا کا شہنشاہ ہے تو، دیں کا سردار
ہے حاملِ احکامِ شریعت تری سرکار

تو جود و سخا کا ہے۔ جہانبان و جہاندار
ہے قدر شناسی ہنر طرۂ دستار
ہیں چشمِ کرم سے ترے نادار بھی زردار
ہیں مور و ملخ تیری عنایت کے گرانبار

دنیا میں ترے رزق کا اک بحر رواں ہے
حیرت کو تری ذات پہ کچھ اور گماں ہے

ساغر ہے ترا بادۂ الطاف سے معمور
سر مستیٔ پندار ہے پیمانہ سے کافور
تقسیمِ مئے عجز ترے دور کا دستور
ہے ساقی گری تیرے خرابات کو منظور

میخانہ ترا گرچہ بظاہر ہے زمیں پر
اس مے میں ڈبولینا ہے جبریلِ امیں پر

ہے خاکِ قدم تیری نظر والوں کو اکسیر
صولت ہے تری صولتِ جبّار کی تصویر
ہے نورِ خرد سورۂ والشمس کی تفسیر
چلتا ہے اشارے پہ ترے توسنِ تقدیر

ہے لوحِ قضا تجھ کو مشیر اپنا سمجھتی
ہے بزمِ مشیّت تری مشعل سے چمکتی!

کعبہ ہے مراداتِ بشر کو ترا دربار
آفاق ترے نورِ عطوفت سے پرانوار
ہر پھول ترے فیض سے اک طبلۂ عطار
قطرہ کو بنا دیتا ہے تو قلزمِ زخّار

ہے شاخِ بقا پر ترے طائر کا بسیرا
اقلیمِ ابد پر ترا اُڑتا ہے پھریرا

حق دل کی مرادوں کا تجھے جام پلائے
دامن میں گہر جوبلی کے لاکھ گرائے

شاہوں سے کہیں مرتبہ میں نام بڑھائے | آقا تجھے سب اپنی خدائی کا بنا لے

نا مسلم و مسلم ہیں ترے بندۂ بے دام

مربوط ترے دم سے ہے شیرازۂ اقوام

جب تک ہے چمن تاب گل لالہ کی مشعل | جب تک ہے پسندیدۂ جاں نغمۂ بلبل!

جب تک ہے دل افروز گلِ تر کا تجمّل | جب تک ہے جہانتاب یہ خورشید تجلّی

حق تجھ کو رکھے زینتِ اورنگِ ظفر یاب

اور گوشہ نشیں ہو تری مدحت کا علمدار

(۲)

اے عقیدت کیش خامہ اے وفا مشرب قلم | سر بخم ہو کر ادب سے کر طرب نامہ رقم

یہ مسرّت زار ہے۔ تعظیم میں رشکِ ارم | ہاں اٹھا صلّ علیٰ[1] کہہ کر ہر اک اپنا قدم

اس طرب نامہ سے ٹپکے وہ ترازورِ کلام

سب سخن کا کہہ اٹھیں بے ساختہ تجھ کو امام

ہو ترے سازِ ہنر کی اک جدا گانہ نوا | زیر و بم تیرا جہاں کے زیر و بم سے ہو جدا

ہو نرالی نکتہ دانوں سے تری طرزِ ادا | کر عطا گوشِ سخن کو زیورِ زرّیں نیا

جھوم جائیں تیرے ہر انداز پر اہلِ ہنر

مہر کی بھی ہو ترے خورشید سے خیرہ نظر!

حسنِ معنی کا دکھا دے وہ سماں اشعار میں | ہاتھ حیرت[2] میں زلیخا کاٹ لے دیدار میں

---

[1] اللّٰہم صلّ علیٰ محمدٍ و آلِ محمد۔

[2] حسنِ یوسف سے مسحور ہو کر زلیخا نے چھری سے ترنج کاٹنے کی بجائے اپنا ہاتھ زخمی کر لیا تھا ۱۲

تمغۂ خصم افگنی تجھ کو ملے دربار میں | سر بکف لڑتے رہیں گو لشکری پیکار میں

سب زرہ پوشوں پہ ہو سایہ فگن تیرا علم
لگ گئے آگے ہو ترا ہر ایک دھاوے میں قدم

نصرتِ شاہِ دکن ہیں گرم کردہ کارزار | اور دکھا دو جوہرِ مردانگی نو آشکار
کلمۂ شاہِ دکن اعدا پڑھیں بے اختیار | عرش سے نازل ہو تیرے واسطے بھی ذوالفقار

نام ہو اس شاہ کا جزوِ اذانِ احتشام
ذات پر اس کی ہو صولت اور حشم کا اختتام

ہاں مگر لکھنے سے پہلے خامۂ شکن | نکہتِ تسبیح زہرہ[1] سے معطر کر بدن
پہن لے نورِ جمالِ لافتے[2] کا پیرہن | چوم لے آنکھوں سے کفشِ سرگروہ پنجتن[3]

دل پہ لکھ حرفِ تولائے شبیہ[4] مصطفےٰ
حرزِ جاں کر نقشِ احسانِ امیر[5] نینوا

آج ہے شاہِ دکن کا یوم سلور جوبلی! | ہے نفر ادنیٰ سی جس کی قیصری اور خسروی
سر بسجدہ سامنے جس کے ہے چرخِ چنبری | اک گدائے در ہے جس کی مہتری اور سروری

دہر میں ڈنکا ہے جس کی عظمتوں کا بج رہا
گا رہی ہے حمد جس کی بربطِ ارض و سما

راحتوں کا ہے رُخِ عالم پہ کیا حسن و جمال | دیدۂ افلاک میں ہے کیا تبسم لازوال
خندۂ عشرت کی اک فردوس ہے چشمِ ہلال | ہے جبینِ قاضِ[6] گردوں کی عرقِ انفعال

---

۱ حضرت فاطمہ ۲ حضرت علیؑ ۳ رسولِ پاک ۴ امام حسنؑ ۵ امام حسینؑ
۶ زہرہ ستارہ۔

کہہ رہے ہیں پیرِ گردوں سے نجومِ آسماں
ڈھونڈیئے مشقِ ستم کو اب نیا کوئی جہاں

ہے لبِ طوطیِ طرب کے قندپاروں کی دُکاں
ساز اک رنگینیوں کا ہے عنادل کی زباں
گوہر افشاں طائرِ سدرہ[1] کی ہے درجِ دہاں
بٹ رہی ہیں نو بنو نغمات کی شیرینیاں

خلد کے طاؤس[2] محوِ نعرۂ تبریک ہیں
دو جہاں کی نعمتیں اس شاہ کی تملیک ہیں

رقص میں سرمست ہیں موجیں بساطِ آب پر
بیخودی کے کیف کا ہے اک مرقع ہر بھنور!
ہر صدف رکھے ہے سیمیں طشت میں نذرِ گہر
ہے یہ تبلیغ[3] کے مبارک روز کی گویا سحر!

ہے خوشی کے سبزۂ مدینہ میں چراغاں کی بہار
طرّۂ دستارِ شادی ہے فلک سے ہمکنار

فرحتوں سے گا رہی ہیں مأذنہ کی قمریاں
ہے نشاط افروز مرغِ دہر کی بانگِ اذاں
قند افشاں ہے کلیسا کے مؤذن کی زباں
گونجتی ہے مدحتِ حق سے فضائے آسماں

ہے ادائے فرض میں آزاد ہر صاحب نماز
ہیں اسیرِ شکرِ نعمت ۔ ہند[4] ۔ یورپ[5] و حجاز[6]

ہیں رخِ ساقی پہ رقصاں بجنوں کی ماہتاب
دخترِ رز کی جبیں سے اٹھ رہے ہیں آفتاب
دورِ ساغر کے خرامِ ناز پر قرباں شباب
بج رہے ہیں قلقلِ مینا کے جاں پرور رباب

منغچے ہیں شمس پارے اور قمر ریزے تمام
میکشانِ ماہ وش کا ہر طرف ہے ازدہام

---

۱ حضرت جبریل ۲ حور و غلمان ۳ خدا کا آخری حکم ۴ ہنود ۵ نصارا ۶ مسلمان۔

خرمی کا اک جہاں ہیں شاہدانِ کہسار
ہے گلِ خودرو کے رخ پر غازۂ رنگِ بہار

روکشِ حسنِ گلِ شاداب ہے ہر ایک خار
صبغیٔ[1] بے خطا ہے ان جواہر پر نثار

حسن کرتا ہے نگاہوں کو اسیرِ بے خودی
دیدۂ دل ہے فدائے مشغلِ صنعت گری

بوستانِ عرش کا سروِ سہی[2] دل شاد ہے
اس چمن کا پتا پتا انبساط آباد ہے

نقشِ تفنن اس باغ کا بہزاد کا استاد ہے
یہ گلستاں نخل بندِ عالمِ ایجاد ہے

زیبِ خامہ کس طرح ہو داستانِ اہتزاز
جب گرفتارِ طرب ہو۔ لامکاں کا شاہباز

اے جہاندارِ دکن اے خسروِ گیتی نواز
ملتِ بیضا ہے شاہ غزنوی اور تو ایاز

تیری ذاتِ مغتنم ہے شمعِ ظلماتِ مجاز
تو شجر بندِ شریعت، تو نگہبانِ حجاز

تجھ پہ نازاں ہو نہ کیونکر دلربائے[3] کردگار
جب کہ تو ناموسِ دیں کے شہر کا ہے شہریار

فخرِ دربانی عطا مریخ[4] کو تو نے کیا!
مشتری[5] تجھ سے ہوا آرائشِ تاجِ قضا!

صنعتِ خامہ ہوئی تجھ سے عطارد[6] کو عطا
مرحمت تو نے کیا زہرہ[7] کو حسنِ دل ربا

ہیں تری مرہونِ منت شمس کی تابانیاں
تیرے صدقے سے قمر کی ہیں ضیا افشانیاں

ہے دمِ عیسیٰ کا دنیا میں بہت عز و وقار
دستِ بیضا ہے رفیع المنزلت خورشید وار

---

۱ خدا۔ ۲ حق تعالےٰ ۳ رسولِ پاک ۴ آسمان کا سپاہی۔ ۵ قاضیٔ فلک
۶ منشیٔ فلک۔ ۷ حسینۂ فلک۔

ہیں بشر شانِ سماعت پر سلیماں کی نثار | ہے ترنم حضرتِ داؤد کا رشکِ ہزار

عکس ہے ان قدرتوں کا قدرتِ شاہِ دکن
پیکرِ عظمت ہے اس خورشید کی ہر اک کرن

تاج کو تیرے ہے رکھنا دیدہ و سر پہ چشم | سرمۂ چشمِ ظفر ہے تخت کی خاکِ قدم
دولت و اقبال ہیں پروانۂ شمعِ علم | سلطنت ہے خانہ زادِ جوہرِ تیغ و قلم

ہے عصائے عدل گستر پر فدا نوشیرواں
چتر کے سایہ میں چلتا ہے دعا کا کارواں[1]

ہے سکندر کا شکوہِ برتری یادِ ہوا | گم ہوئی سردارِ طے کی شہرتِ جود و سخا
ساغرِ جم ہو گیا ہے ایک سازِ بے صدا | دولتِ کیخسروی ہے نذرِ پیکانِ قضا!

معجزہ آیا تو رخصت ہو گئی افسوں گری!
دیکھ سلطانِ دکن کی شانِ تشریف آوری

ہے ثریا پر ترے مرغِ[2] سخن کا آشیاں | ہے ترے قبضہ میں راہوارِ تخیل کی عناں
طائرِ تجدید سدرہ کے شجر پر نغمہ خواں | طوطیٔ معنی ہے بامِ عرش پہ شکر فشاں

پیش پا افتادہ مضموں ہے تجھے رازِ سخن!
تیرے دم سے یہ چمن ہے اور یہ رنگِ چمن

ہے سخن کی بلبلوں کا تیرے گلشن میں ہجوم | تیرے گردوں پہ ہیں شیراز[3] اور دہلی[4] کے نجوم
ہیں اسیرِ حلقۂ احساں ترے ایران[5] و روم[6] | ریزہ چینِ خوانِ زر ہیں ساکنانِ مرز و بوم

۱ گرفتارانِ دامِ عطا۔ ۲ میر عثمان علی خاں عثمانؔ ایک رفیع الشان شاعر بھی ہیں۔
۳ شعرائے فارسی ۴ شعرائے اردو ۵ شیعہ حضرات ۶ اہلسنت حضرات۔

تیری ذاتِ روشن اور یہ محفلِ علم و ہنر
چاند اور تاروں کا اک دربار آتا ہے نظر

اتقا، ایماں، توکل، معرفت، یادِ خدا | ان مکارم سے ہے تو اہلِ نظر کا مقتدا!
خلق، ہمدردی، مروت، خوش گلی جود و سخا | اِن محاسن سے ہے تو اہلِ جہاں کا دلربا

تیری ہستی نے کیا خورشید ساں ہم پر عیاں
بھیجتا رہتا ہے خالق برگزیدہ ہستیاں

ہے ہنر کا نقش جب تک زینتِ لوحِ جہاں | علم کا ہے تاج جب تک آبرو کا ترجماں
ہے عمل جب تک حصارِ عافیت کا پاسباں | ہے دیارِ دل میں جبتک حسن کا سکہ رواں

تیرا ماہِ دولت و اقبال ہو خورشید تاب
خامۂ سید ترے دربار میں ہو باریاب

میلادِ مسیح

کرم کا آج دنیا کے گلستاں میں سحاب آیا
رخِ مریم پہ نورِ رحمتِ حق کا شباب آیا
کھلے ہیں نعمتوں کے آج پے تعداد دروازے
اجابت کا پئے انس و ملائک ایک باب آیا
اچھلتا ہے خوشی سے آج بحر و بر کا مے خانہ
شرابِ مغفرت لیکر وہ ساقی بے حساب آیا
ہوئی تعبیر اس کی آج اہلِ دہر پہ روشن!
ازل کی شب مشیت کو جو بیداری میں خواب آیا
سمیٹے تھا تہِ دامن وہ موجودات کا قلزم
بظاہر بحرِ دنیا میں وہ بن کر اک حباب آیا
تھا اس کی مے کا اک اک قطرہ رشکِ چشمۂ حیواں
وہ اک ساقی جہاں کے مسکدہ میں لاجواب آیا
ترانہ جس کے ہر اک تار نے توحید کا گایا
اتر کر عرشِ اعظم سے زمیں پہ وہ رباب آیا

گماں کے گلستاں کو ہے صبا جسکی الوہیت | عناصر کا پہن کردہ جہاں میں اک نقاب آیا
لبِ اعجاز سے جس کے گلِ یزدانیت برسے | مبارک اے جہاں والو وہ یزداں بے حجاب آیا
سوئے چرخِ چہارم وہ شہ خاور چلا جسدم | ربوبیت پکار اٹھی کہ ... ماہتاب آیا
شعاعِ قم سے اس کی طور صدہا ہوگئے روشن | تجلی بے خودی میں تھی یہ ایسا آفتاب آیا
سرِ مو بھی جو ہے اس مہرِ ایماں تاب کا دشمن | فلک سے ٹوٹ کر اس کے لئے تیرِ شہاب آیا
ترے دم سے سخن کا گنبدِ گردوں چمکتا ہے | ترا خورشید اے سید جہاں میں انتخاب آیا

سمندر[۱] سے جب آہستہ کہا کچھ مہرِ تاباں[۲] نے | دہ میں سیلِ طرب اس کے دلِ پرجوش میں آیا
اٹھا اور شکلِ نیساں[۳] میں ہوا آرائشِ گردوں | جو دیکھا پھر سمندر کو۔ دل پھر جوش ... لیا
صدف کی گود میں آکر اسے راحت ملی پھر سے | بنا نایاب موتی اور نگاہِ حق کو نزدِ پایا
جو خالق عشق اور مرسل کے راز ونکو نہ پہچانے | اسے سید کی اس تمثیل نے ہے اور بھٹکایا

آہ شجاع الملک تاجدارِ چترال

سید کا قلم کرتا ہے لو مرثیہ خوانی | آئے گی نظر بزم کو اشکوں کی روانی
کہتا ہوں اک درد بھری آج کہانی | مقصود ہے تصویرِ الم مجھ کو دکھانی

بچوں کی طرح آج بلکتا ہے مرا دل!
بسمل کی طرح آج تڑپتا ہے مرا دل

چترال کے شہ آج نگاہوں سے نہاں ہیں | سیماب صفت قلب و جگر میرے تپاں ہیں

---

۱ خدائے برتر۔ ۲ عشق۔ ۳ تمام انبیا اور مرسلین۔

آفاق کے سب خاک بسر حشر و نشاں ہیں! | آرائشِ فردوس شہنشاہِ جہاں ہیں

مرحوم ہیں خوشنودیٔ خالق سے سرافراز
راحت سے انیس ان کی خوشی ان کی ہے دمساز

اے چرخ ترے ظلم کا شیوہ ہے یگانہ | بے نام و نشاں ہو ترا دنیا سے فسانہ
ہو خرمنِ شوکت ترا بجلی کا نشانہ | لٹ جائے تری دولتِ ہستی کا خزانہ

سب گلشنِ امید ترا نذرِ فنا ہو
گیتی سے ترے ساز کی معدوم صدا ہو

کیوں تجھ کو پسند آئی مری گریہ وزاری! | سو مرتبہ اک آن میں غش مجھ پہ ہے طاری
سو خون کی نہریں ہیں مری آنکھوں سے جاری | برباد ہوئی بستی مرے عیش کی ساری

دل تیرا لرزتا ہے۔ کہاں خوفِ خدا سے
دنیا پہ گرے برقِ اجل تیری بلا سے

وہ شاہ رہے خدمتِ انساں میں علمدار | ہاتھ ان کا سخاوت میں تھا اک ابرِ گہربار
ہمدرد غریبوں کے تھے محتاج کے غمخوار | تھے بادۂ عرفان و حق آگاہی سے سرشار

رزّاقِ مجازی انہیں کہتی تھی خدائی!
مخلوق سے جوں ربِّ جہاں کرتے بھلائی

ہر کام میں خالق کی رضا تھی انہیں مقصود | طوفانِ ہوس ان کے چمن زار سے مفقود
مطلوب انہیں حسنِ عمل۔ طاعتِ معبود | عصیاں کا ابلیس تھا درگاہ سے مطرود

ظاہر تھی ریاضت کی چمک ان کی جبیں سے
خاتم کی ہوا کرتی ہے قدر اس کے نگیں سے

صیادِ تعصب کا چلا ایک نہ یاں فن!
زر پاش رہا ان کا بر و بحر پہ مخزن
سدرہ کے گلستاں میں رہا ان کا نشیمن
خورشید صفت ان کی نگہ دہر کی محسن!

عرفاں کے عرب میں وہ رہے شانِ کلیمی!
دریائے ستم کو وہ رہے ضربِ کلیمی

تھے حسنِ خداداد میں وہ یوسفِ کنعاں
تھا عدل فدا ان پہ۔ سخا ان پہ تھی قرباں
تھے رفعتِ اخلاق کی دنیا کے وہ سلطاں
اور دیر و حرم کو وہ رہے سایۂ یزداں

انساں تھے مگر عالمِ انساں سے جدا تھے
ہمدردیٔ انساں کے جہانوں کے خدا تھے

اے خالقِ اکبر۔ انہیں فردوس عطا کر
اس شمع پہ قرباں ہو۔ پروانۂ کوثر
رضواں بھی ہو دروازے پہ اک ادنیٰ سا چاکر
سکانِ فلک ہوں رخِ پُرنور کے زائر

اس شاہ کے وارث[۱] کو عطا کر وہ ستارا
دربار کے فراش ہوں اسکندر و دارا

ہو ان کے نصیبوں کا گہر دہر میں نایاب
ہو ابروئے پُرنور جہاں والوں کو محراب
ہوں دولت و اقبال کے یہ ساز کو مضراب
گلزارِ مرادات ہو بارآور و شاداب

ہو زیبِ فلک ان کا مہِ عزت و توقیر
ہو مہر کے آئینے میں اس شاہ کی تصویر

ہے گوشہ نشیں ان کی زیارت[۳] سے سرافراز
یہ رشکِ فلک نظم[۲] میں وہ غیرتِ[۴] اعجاز
ہے ان کا یہ ہم مشرب[۲] و ہم ملت و ہمراز
وہ خواجہ و مخدوم یہ اک خادمِ جانباز

سلہ ولیعہد ناصر الملک۔ سلہ نشاعری میں۔ سلہ گوشہ نشین۔ سلہ ناصر الملک۔

وہ ملک کے ناصر۔ یہ بھی خواہِ وطن ہے
وہ مہر جہاں تاب ہیں یہ اُن کی کرن ہے

آہ سر فضل حسین

اے فلک تجھ پر گریں قہرِ خدا کی بجلیاں
کاٹ دے تیری رگِ شوکت کو نوکِ ذوالفقار
ہوں خزاں کی نذر تیرے باغ کے سرو و سمن
غیرتِ ویرانہ ہو تیری مرادوں کی زمیں
تیرے دل میں حسرتوں کی اک قیامت ہو بپا
رنج و غم کی سیج پر کھاتا رہے تو پیچ و تاب
غرق ہو تیرا سفینہ یاس کے گرداب میں!
ہو مے مقصود سے خالی ترا ساغر مدام
آہ وہ شیدائے ملت آہ وہ فضلِ حسین
ہو عطا فردوس میں اُس کو مقامِ بہتریں

نقشِ ہستی ہو ترا لوحِ جہاں سے بے نشاں
خشک ہو از سر تا پا تیرے چشم کی جوئبار
ہو گیاہ و برگ سے خالی تیرا صحنِ چمن
مضطرب ہو تیرے سینہ میں ترا قلبِ حزیں
تیرے پہلو سے اُٹھیں صد محشرِ آہ و بکا
کوئی پہلو بھی نہ تجھ کو چین ہو مثلِ کباب
یاسِ حرماں سے گہن آئے ترے مہتاب میں
نامرادی کا جہنم ہو تری جائے قیام
آہ وہ حلقہ بگوشِ فاتحِ بدر و حنین!
مہرباں اس پر ہے شاہنشہِ عرشِ بریں

تقدیر

تری تقدیر کا فرماں ہے ہر اک چیز پر جاری
فلک کی آنکھ میں بھی ہے اُسی کا نورِ بیداری
میں قائل ہوں تیری تقدیر کا اور یہ بھی قائل
ہیں لایعنی دلائل پر نہیں ہوتا کبھی مائل
میں جس تقدیر کو تقدیر کہتا ہوں بتاؤں گا
خضرین کر رہِ پُرخار پہ چلنا سکھاؤں گا

سمجھتی ہے جسے تقدیر انسانوں کی نادانی
ہے مجھ پر آئینہ رازِ مقدر ہاں قسم لے لو
اگر تقدیر کے ہوں رحم پر انساں کی تدبیریں
یہ زشت و خوب کا جھگڑا ہوا اک نقشِ خیالاتی!
یہ جنت اور جہنم اک فسانہ کذب افزا ہو!
سزا اعمالِ بد کی دے سکے خالق نہ انساں کو
غلط گو ثابت ہوں سارے رشی اوتار پیغمبر!
ہو یوں تقدیر کا قبضہ جو ہاتھوں اور زبانوں پر

ثمر اس خوش خیالی کا نہیں ہے جز پشیمانی
مگر انصاف کے میزاں میں میری بات کو تو لو
تو پھر علم و عمل کی خاک میں مل جائیں تعمیریں
رہیں ہم وزن یومِ حشر عابد اور خرابانی
مساجد میں نہ ہو سجدہ منادر میں نہ پوجا ہو
زمانہ دیکھ لے ہم آشیاں جبریل و شیطاں کو
ڈبو دینے کے قابل ہو یہ سب الہام کا دفتر
نہ کیوں پھر مجھ کو حیرت ہو ازل کے حکمرانوں پر

زنانِ فاحشہ گویند در محفل بفریادے
پراگندہ شود شیرازۂ شرعِ حیاداری!
جہاندارے نشیند در شبستانے شکستہ پا
سکست از بازوئے مرداں شناند سہل انگاری
اسد غرّندہ از جوشِ شجاعت در نیستانے
نماند برقِ آتش بار را فخرِ جہاں سوزی!
نہ بیند عرصۂ پیکار تیغِ خوں چکانے را!
بہ میخانہ نہ گردد جام بیند میگسارے را
شہادت گاہ کے بیند حسینے در بلا زارے
نہ را مارا شدے بن باس طوقِ سخفِ رسانے

گزر ما را بہ کوئے نیکنامی اوفتد داد ہے
معطل سر بسر شود نظامِ خالقِ باری!
بیندازد بہ دریا زاہدے دلق و مصلّیٰ را
تنِ کوہِ ہمالہ را شود دردِ سبکساری
گلے نازد نہ بر حسنِ دل آویزے بہ بستانے
فلک را ناز کے زیبد بہ مژدہ ہائے نوروزی
نہ گردِ راہ بیند راہوارِ خوش عنانے را
نہ بیند بر سرِ مرحب زمانہ ذوالفقارے را
شود گرگاں را طعمہ کے غزالے در مرغزارے
نہ سیتا را بدے خاکی جبینِ حسن افزائے

کجا خیر البشر دیتے قیامت ہائے ہجرت را
رضا تے حق نہ دیتے ایں تماشا ہائے قدرت را

چنیں گو نشستیں کرتے نہ در اشعار کاوشہا
نہ عرفی مرحبا گفتے بریں حسن نگارشہا

پہیلی اک سمجھ رکھا ہے ناداں نے مقدّر کو
نہ دیکھا آہ اس نے کیمیائے حق کے جوہر کو

نہایت سہل ہے رازِ مقدّر سے شناسائی
مسیحائی کریگی اس میں خود تیری ہی بینائی

تری جانباز کوشش کا نتیجہ ہی مقدّر ہے
تری کوشش پہ بازو مقدّر ایک شہپر ہے

پہاڑوں کی تہوں میں کود پڑ تو لعل کی خاطر
نکالیگا تجھے واں سے مقدّر شاد دل باہر

تگ و دو کی بلا جب تشنہ لب سر پر اٹھائیگا
مقدّر خضرِ راہ بن کر اسے چشمہ دکھائیگا

ہزاروں مرحلے کرتا ہے طے جب ابر کا ساغر
مقدّر پھر اسے کرتا ہے آمادہ چھلکنے پر

ذرا سے بیج سے بنتا ہے اک نخلِ جہاں افشاں
مقدّر کار ہا اس کی ہر اک امید پر احساں

مقدّر یہ نہیں ہے اک مخنّث کو ملی شاہی
نہ یہ تقدیر ہے لے لب بہر دارا ہو شہنائی

کیا ہے وضع جو خالق نے آئین جہانداری
مقدّر کی ہے اس قصرِ فلک پایہ میں گلکاری

نہ دوڑیگا نہ جیتے گا کبھی تو بھول کر بازی
ارے ہمزاد ہیں دونو مقدّر اور جانبازی

مقدّر بحر کی تہ میں گہر ہے ایک لاثانی
نکالے گی اسے باہر تری ایثار سامانی

مقدّر وہ ہما ہے جس کا سایہ ہی ترے سر پر
پکڑنے کو اسے دامِ نگہ بھی چاہیئے شاطر!

مقدّر ایک توسن ہے نہیں منہ زور یہ کچھ بھی
ہنر میں شہسواری کے ہے ناپختہ مگر تو ہی

مقدّر آسمانوں میں بہت روشن ہی اک تارا
اٹھا آنکھیں تجھے مطلوب ہو اسکا جو نظارا!

مقدّر کو برا کہنے میں ہے مشتاق بے نظری
ثناسائے صبا کیونکر ہو بے برگی فسلے ثمری

کہاں ہے نکتہ آرائی کہ چومے نظم کو آکر
تلامیذِ خدا کی ہے یہ اک درگاہ میں جاکر

ہمیں سیّد کی نظموں سے خلوصِ دل سے اُلفت ہے | اُسے دشوار سے دشوار مضموں پر بھی قدرت ہے

اتحاد

جب کسی شاعر کا ہر مصرعہ ہو جوں بدرِ منیر | تب کہیں جا کر کہیں شاعر اسے اپنا امیر
دیکھ لو اس نظم کا ہر لفظ ہے شمعِ سخن! | بزم نے مانا ہے اِس انعام[1] میں حکمِ ضمیر

اے شجر بندانِ بھارت اے رفیقانِ وطن! | اے ضیائے حُسنِ محفل اے فروغِ انجمن
ناصحانہ آج اس دربار میں آتا ہوں میں | اتحادی مے تمہارے واسطے لاتا ہوں میں
نوش کر لو بے تامل یہ ہے اک نادر دوا | جوہرِ اکسیر سے ہے زُود اثر یہ کیمیا
یہ ہے اک موتی کہ بحر و بر ہیں اس سے بے خبر! | دیکھ کر اس کو ہیں حیراں تاجدار۔ اہلِ نظر
یہ کتابِ آسمانی ہے وطن کے واسطے | یہ غزالِ حور پیکر ہے ختن کے واسطے
خضر ہے یہ بہرِ انساں منزلِ دشوار میں! | پھول ہے یہ بلبلِ فردوس کی منقار میں
ایک بُندہ ہے یہ گوشِ عرش سے اترا ہوا | یہ دلِ فرقت زدہ میں ہے چراغِ مُدّعا
یہ خرد کی چشمِ گردوں آشنا میں نور ہے | یہ مآل اندیشیوں کی جلوہ گہ میں طُور ہے
اک تبسّم ہے یہ دل کش زہرہ کی کے ہونٹ پر | نصرتوں کی مجلسوں میں یہ ہے اک روشن شرر
یہ تقرّب ہے خدائے پاک کی درگاہ میں | آگ کا شعلہ ہے یہ اک شاعروں کی آہ میں
یہ محبتِ قوم کی ہے مضطرب جاں کا قرار | یہ وطن کے دل میں ہے شوقِ شہادت کا شرار
یہ عذارِ ہند پر ہے ایک خالِ خوشنما | مادرِ ہندوستاں کے سر پہ یہ تاجِ بقا

[1] بزمِ ادب وزیرآباد نے گوشہ نشین کو امیر الشعرا کا خطاب دیا ہے ۱۲

خانۂ گوشہ نشین کا ہے بدل یہ شاہکار
آسماں کی آنکھ میں رسوائیوں کا یہ غبار

پاک ہو خارِ حسد سے گر تمہارا گلستاں!
ہو اگر شاخِ محبت پر تمہارا آشیاں
گر روا رکھو نہ تم دیر و حرم میں کچھ تمیز
تم اگر سمجھو ہر اک انسان کو اپنا عزیز
شوق سے آنکھیں بچھائیں سب تمہاری راہ میں
مضطرب سیماب وش ہوں سب تمہاری چاہ میں

رام، نانک، ابن مریم اور محمد مصطفیٰ
بزمِ عالم میں ہے ان شعلہ جبینوں کی ضیا
اک گلستاں ہے تمہارا ایک ہی بلبل و بہار
اک ترنم، ایک نغمہ، اک ترانہ، اک بہار
ایک میخانہ تمہارا ۔ ایک جامِ دل فروز
اک فلک، اک ماہِ تاباں ایک مہرِ نیمروز
ہے تمدّن میں تمہارے جب یہ گہرا ارتباط
مشترک درد و الم اور مشترک عیش و نشاط
جب تمہیں اس ایک گلشن میں ہیں دن کرنے بسر
اور یہیں لانا ہے ہر اک شاخ کو برگ و ثمر
جب تمہیں اک مادرِ ہند[1] نے کر رکھا ہے نہال
چومتے ہیں جس کے نقشِ پا کو شاہانِ جہاں
ایک ہی مشعل کا ہو جب طوف کرتے تم تمام
ایک ہی دریا کے ہو جب تم معاون لاکلام
ایک ہی لیلیٰ پہ جب مرتے ہو تم شام و سحر
اک صدف کی زیب ہیں جبکہ تمہارے سب گہر
پھر تمہیں مجھ کو بتاؤ ۔ تم بشر ہو یا حجر!
بھائی بن کر کیوں نہیں کرتے ہو تم باہم بسر

دامن دل پر تمہارے ہے جو داغِ امتیاز
تم حقیقت کے شناسا ہو نہ آگاہِ مجاز
کہہ رہا ہے ناقوس و اذاں یہ ہے پیامِ خوشگوار
یعنی اے مدہوش و غافل ہو کبھی تو ہوشیار

---

[1] ہندوستان

دیکھ کر قشقہ اگر ہوتے ہو چیں بر جبیں!
ہو اگر تسبیح کا دیدار تم پر ناگوار!
گردوارہ کی زیارت سے جو ہو تم سرگراں

بے ثمر دنیا تمہاری بے شجر گلزارِ دیں!
مادرِ ہندوستاں تم کو کہے گی نابکار!
اس چمن کو چھوڑ دو ڈالو عدم میں آشیاں

کرشن کی وہ بنسری وہ راگ اک عرفان کا
جو شہِ عالم ہوا آرائشِ ارضِ حجاز
نانکی پیغام کا وہ وحدت افروز آفتاب
رام وہ اک مظہرِ نورِ الٰہی سر بسر

تار تھا وہ ایک گویا بربطِ ایقان کا
عمر بھر پڑھتے رہو اس کی عقیدت کی نماز
اس کے پرتو سے کرو تم نور اپنا ماہتاب
نور گستر ہو تمہارے قلب پر اس کا قمر

برہمن اور شیخ کو میری طرف سے یہ کہو
چاہو جس سانچے میں ڈالو خلق کو مختار ہو

تم پس از محشر بھی لاکھوں سال تک زندہ رہو
پر نہ شر انگیز و مفسد آپ کی سرکار ہو

اے چمن کے طائرو اے مطربانِ بوستاں
باہمی الفت کے دیپک کا سناؤ راگ تم
پاک کر دو غیریت کی درد سے جامِ دماغ
چوٹیوں پر ہو ثریا کی تمہارا آشیاں
تا حشر دیکھے نہ تم کو آنکھ اٹھا کر انقلاب
ہو تمہارا ایک چاکر تاجداروں کا حشم
رخنہ اندازِ محبت ہو اگر پیرِ فلک

تم تمہاری انبساط و عیش کے ہو پاسباں
خرمنِ بغض و تعصب کو لگا دو آگ تم
محفلِ دیر و حرم میں تم رہو بن کر چراغ
اور رشتۂ دامن تمہارے سے آلگے سارا جہاں
ہو سدا خوشنودیٔ خالق تمہارے ہمرکاب
ریزہ چیں ہو یہ تمہارا اور تم خوانِ کرم
دستِ ہمت سے سر اس کا دو پہاڑوں سے پٹک

پھر زمانہ کو دکھا دو احتشامِ اتفاق
پھر دکھا دو مغربی شوکت کو شانِ طمطراق

پھر جکڑ دو ہندو و مسلم کو اک زنجیر سے
پیار سے توقیر سے ایثار سے تدبیر سے

کہہ دیا ہے آج سیدؔ نے جو تم سے آشکار
کاش کوئی اور بھی کہتا رہے یہ بار بار

نعت

حاصل سکونِ دل مجھے یا مصطفےٰ نہیں
تجھ بن فقیر کا کوئی مشکل کشا نہیں

یثرب کے ذرّہ ذرّہ سے آتی ہے یہ ندا
دُنیا کا جو خدا ہے وہ میرا خدا نہیں

جس کے ربابِ دل میں نہیں ہے صدا تری
سازِ حیات اس کا نوا آشنا نہیں

"ہوتا نہ تو تو ہوتی عدم میں یہ کائنات"
تیرے سوا کسی کو کسی نے کہا نہیں

ہے اقتدا میں تیری دو عالم کی راہبری
ارض و سما میں تجھ سا کہیں مقتدا نہیں

اُس پر ہے آخرت میں شفاعت تری حرام
جو کشتۂ محبتِ آلِ عبا نہیں

"یا مصطفےٰ بحقِ شہیدانِ کربلا"
ناداں ہیں جن کے وِرد کی یہ ابتدا نہیں

ہے وہ مرض بھی تیرے کرم سے شفا پذیر
دارالشفائے دہر میں جس کی دوا نہیں

ہے آشکار مجھ پہ تری شانِ اقتدار
اب کوئی ذاتِ حق سے مری التجا نہیں

گوشہ نشیں کو کہتے سنا ہے یہ بار بار
اہلِ نظر کو بعدِ فنا بھی فنا نہیں

بن باس کے وقت رامچندر جی کا ارشاد

چمن کو چھوڑ دیں گے ہم چمن کے باغباں ہو کر
اٹھائیں گے بہت رنج و الم بے خانماں ہو کر

رہیں گے جوں قمر روشن سحابِ تیرہ میں آکر
دلوں کو نور بخشیں گے ہم آنکھوں سے نہاں ہو کر

ہدف تیرِ حوادث کا بنے گا یہ دلِ محزوں!
پھریں گے ہم گدایانہ شہنشاہِ جہاں ہوکر

بہار آسا رکھیں گے ہم قدم دشت و بیاباں میں
چمن زارِ زمانہ میں نہ آئیں گے خزاں ہوکر

رہے گا عرشِ اعظم سے کہیں اونچا قیامت تک
علم وہ گاڑ دیں گے ہم وفا کا بے نشاں ہوکر

وہ پیدا گرمیاں ہوں گی دلِ اندوہ خوردہ میں
گریں گے خرمنِ لنکا پہ ہم برقِ تپاں ہوکر

فلک کو ورطۂ حیرت میں ڈالیں گے شجاعت سے
کریں گے سینۂ اعدا کو چھلنی ہم سناں ہوکر

گریباں پھاڑ دیں گے کہکشاں کا دستِ ہمت سے
فلک کی توڑ دیں گے ہم کماں تاب و تواں ہوکر

ہمارے دولت و اقبال ہوگا گو اسیر اپنا
قدم چومیں گے ہم خلقِ خدا کے حکمراں ہوکر

گلستانِ بقا پر آئے گا وہ رنگِ شادابی
رہیں گے زینتِ گیتی گلِ عنبر فشاں ہوکر

سراپا سود ہے گوشہ نشیں بازارِ عالم میں
نہیں اس کو گوارا ایک دن جینا زیاں ہوکر

گورونانک صاحب

عالم میں ترا دامِ ترنم ہے ہمہ گیر
مرغانِ جہاں سحر نوائی کے ہیں نخچیر

ہر رمز تری دانش و بینش کی ہے مشعل
ادراک و خرد کی ہے ہر اک بات میں تنویر

برادرانِ وطن کو پیغام

اک شجر اک آشیاں اک باغ اک بادِ صبا
فرق پھر کہیے وطن والوں میں ہے کس بات کا

ہیں سبھی دیر و حرم میں رہنے والے حق پرست
ہاتھ اٹھتے ہیں ہر اک کے عرش کو بہرِ دعا

ہیں مبارک اپنے اپنے پیشوا ہر ایک کو
رام، نانک، ابنِ مریمؑ اور محمدﷺ مصطفیٰ

کعبہ اور بیت المقدس، ننکانہ، ہردوار
ہے وہی خورشید صورت جلوہ افگن جابجا

ایک ہے سب کا صنم اور ایک ہے کوئے صنم
میں کہوں اللہ جس کو تو کہے پرماتما

غسل کر کے آبِ گنگا سے گذاریں ہم نماز
آبِ زمزم سے نہا کر تو گزارے سندھیا

ہو گماں ناقوس کا میری اذاں پر دمبدم
ہو بپا ناقوس سے تیرے موذّن کی صدا

نور افشاں ہو تیرے ماتھے پہ سیمائے سجود
کہکشاں قشقہ کی ہو میری جبیں پر دلکشا

میں بنوں تاریک شب میں تیرے مندر کا چراغ
تو سیہ راتوں میں ہو محرابِ مسجد کا دیا

میں نظر آؤں تجھے مستِ مئے عشقِ کرشن
تو نظر آئے مجھے حُبِّ محمدؐ میں فنا

سر بخم ہو دیکھ کر قرآں کو تو تعظیم سے
میں ادب سے سامنے وید کی دوں سر کو جھکا

نکتہ چینی برہمن پہ حرف گیری شیخ پر
دل دکھانے سے ملیگا کیا تجھے تو ہی بتا

ایک شیشے کا کھلونا ہے وطن والونکا دل
ٹوٹ جائیگا لگادی ٹھیس گر تُو نے ذرا

رشتۂ زنار میں تسبیح کے دانے پرو
ہار یہ پھولوں کا ہے تیرے لئے کیا خوشنما!

غمگساری کا سمندر ہو دلوں میں موجزن
ایک کے رنج و الم میں دوسرا ہو مبتلا

مسلم و ہندو میں ہو گر دیکھنا باہم پیار
دیکھ دو آنکھیں رخِ پُر نورِ حسن انتہا

ہے وہ انساں اصل میں انسان اے گوشہ نشیں
خدمتِ انساں ہو جس کی زندگی کا مدّعا!

مسلم اور ہندو کا ملاپ

(۱)

کبھی اے محافظِ دو جہاں - ہو وطن کے حال پہ بھی نظر
کہ عناد و بغض نے کر رکھا ہے ذلیل اس کا ہر اک بشر
تو جو سر بسجدہ ہے دیر میں - میں جو محوِ یادِ حرم میں ہوں

تجھے مجھ سے پہنچے ہے کیا زیاں - مجھے تجھ سے پہنچے ہے کیا ضرر
ہے یہ حکم ہم کو ملاپ کا - یہ موانست کی دلیل ہے
ہیں جو ایک باغ کے ہم شجر - ہیں جو ایک شاخ کے ہم ثمر
یہ چمن صبا کا ہے آشیاں - یہ چمن بہار کا ہے وطن!
نہ خزاں کا نقشِ قدم یہاں - نہ زوال کا ہے یہاں گزر
تمہیں دے رہا ہے وطن ندا - کبھی گوشِ ہوش سے بھی سنو
ہیں جو مسلم اس کے بدن میں جاں - تو ہنود اس میں دل و جگر
ہے یہ شاخ تیرے ہی نخل کی - مگر آہ تجھ کو خبر نہیں
ارے کم نظر ذرا دیکھنا - کہ رکھا ہے تو نے کہاں تبر
تجھے ہم نہ مانیں گے ذی ہنر - تجھے ہم کہیں گے نہ ذی خرد
ہے نگاہِ تنگ نے توڑ دی - جو تری کماں جو تری سپر
تو رعایا نانک و رام کی - مرا تاجدار ہے مصطفٰے
کبھی دیکھے غور سے تو اگر - ہیں یہ اک صدف کے سبھی گہر
کوئی مجھ سے پوچھے تو میں کہوں - یہ وطن ہے میری نظر میں کیا
نہ عجم کے حسن میں یہ کشش - نہ عرب کے ہونٹوں میں یہ شکر!

(۲)

مسلم و ہندو رہیں مثلِ برادر ہم کلام
ہو یہ ساری گفتگو اک کوثر و گنگا کا جام

بات ہی یہ کونسی ہے - جنگ اور پیکار کی
پیمبر ہے میرا محمد - رام ہے تیرا امام

ہے وہی ہندو جو ہو کعبہ کی حرمت کا امیں
ہے وہی مسلم کہ ہے جو دیر شکنی کو حرام

مردم آزاری سے تیرا ہاتھ کیوں رکتا نہیں | کیا ابد تک اس جہاں میں ہے تجھے اذنِ قیام
ہر سجدہ رام چندر کا کروں میں تذکرہ | تو ادب سے مصطفےٰ کے آستاں کو کر سلام
کاش سیّد کی دعا پر ہو اجابت کا کرم | گلشنِ دیر و حرم پر ہم رہیں قرباں تمام

تعلیم کی برکات

تعلیم کے گلزار کو ہر لحظہ ہرا دیکھ | اس باغ کے ہر گل میں زرِ آبِ بقا دیکھ
اس غنچہ کے ہونٹوں پہ تجلّی کی ادا دیکھ | اس لالہ کی ہر پتی میں عرفاں کی ضیا دیکھ
اس سرو کی ہر شاخ میں رفعت کی ضیا دیکھ

دنیا کے سمندر کو گہر اس کا ستارا | عقبےٰ کے صدف کو ہے گہر اس کا ستارا
ہے فقر کو فردوسِ نظر اس کا ستارا | ہے بہرِ غنا معدنِ زر اس کا ستارا
اے چشمِ بشر۔ دیدۂ بینا سے ذرا دیکھ

یہ ہم کو دکھاتی ہے رہِ بامِ حقیقت | اٹھتا ہے فقط اس سے نقابِ رخِ فطرت
وا ہوتا ہے اس بادِ صبا سے گلِ وحدت | کھل جاتا ہے اس سحر سے قفلِ درِ حکمت
لے اس سے نظر پہلے پھر اے چشمِ رسا دیکھ

اڑتی ہے کبھی بن کے سفینہ[1] یہ فلک پر | ہے تختِ رواں اس کا کبھی برق[2] کا شہپر
رکھتی ہے ترازو میں یہ شمس[3] و قمر و اختر | سیاروں میں بھی اس کو نظر آتے ہیں خاور
کونین[4] کے ہر گوشہ میں دام اس کا بچھا دیکھ

جب غیر[5] نظر آیا اسے رنگِ زمانہ | موسیٰ کی زباں پہ یہ نبی حق کا ترانہ

۱ ہوائی جہاز۔ ۲ بجلی کے کرشمے ۳ سورج چاند اور ستاروں کے حالات سے ۴ آگاہ ہے ۵ جب توحید کی جگہ

انساں کا ہوا طائرِ دل اس کا نشانہ | سب قافلہ پھر ہو گیا منزل کو روانہ
لے شکلِ بشر میں بھی ذرا شکلِ خدا دیکھ

گہوارہ میں یہ دنداں شکن کرتی ہے تقریر[1] | "رقم" اس کا الٹ دیتا ہے اک لحظہ میں تقدیر
پوچھ اس کی کبھی چرخِ چہارم سے بھی توقیر | ہے خاکِ قدم اس کی جسے سرمۂ تنویر
توحید کی تشکیل کا راز اس میں چھپا دیکھ

کعبہ[2] سے اٹھا دیتی ہے یہ قبضۂ اصنام | گردن سے اترواتی ہے یہ زیورِ اوہام
دنیا میں لٹاتی ہے درِ معنیٔ الہام | طوفاں[3] میں جلا دیتی ہے یہ مشعلِ پیغام
اللہ کو ہو دیکھنا آنکھوں سے تو آ دیکھ

یہ وہد میں حیدر ہے تو میدان میں کرّار | وا کرتا ہے نام اس کا ہر اک عقدۂ دشوار
مولا[4] ہے یہ کونین کی جوں احمدِ مختار | آمر ہے ہر اک امر میں جوں خالقِ جبّار
وحدت کے تجمّل پہ عناصر کی قبا دیکھ

یہ کرب و بلا کے ہے سفینے کی کھوّیا | ہے اس کا لہو جنّت و دوزخ کا بٹیّا
آفاق میں یہ نادِ امامت کی بجیّا | کی اس نے تہِ آبِ فنا کفر کی نیّا
خورشید کا الحاد کی ظلمت میں دیا دیکھ

مذہب کے پرکھنے میں ہے بیمثل یہ صرّاف | فطرت نے بھی بخشا ہے اسے جوہرِ انصاف
حق گوئی کا جوہر ہے اسے مایۂ اسلاف! | کہتی ہے جو کہتا اسے ہوتا ہے بہت صاف
ایماں کو پرستارِ درِ آلِ عبا دیکھ

[1] حضرتِ عیسیٰ کا گہوارہ میں گفتگو کرنا [2] رسولِ پاک کا زمانۂ رسالت۔ [3] ابوسفیان وغیرہ کی شر انگیزیاں [4] مولائے مومنین بحکمِ خدا بمقامِ غدیر ۱۲

دیتی ہے سخنور کو یہ شیرینیٔ گفتار — شعروں کو بنا دیتی ہے گنجینۂ اسرار
لگ جاتا ہے معنی کا ہر اک لفظ میں بازار — آتا ہے نظر رمز کا ہر حرف میں گلزار

سیدؔ کو بھی اس خوان کا اک لقمہ رُبا دیکھ

مولٰنا اصغر علی رُوحی ایم او ایل مصنّف "دبیرِ عجم"

شعر کو ہے ناز تجھ پر اور سخن کو افتخار — تر زباں تیری ثنا میں ہے زبانِ روزگار
غنچۂ ہیئت ترا عنبر فشاں آفاق میں — ہے گلِ برجستگی تیرا جہاں میں مشکبار
مردمِ چشمِ فصاحت میں ترا نورِ کریم — اور چمن زارِ بلاغت کا ہے تو پروردگار
گلبنِ طبعِ رواں زیبِ گلستانِ نسیم — سروِ معنی ہے ترا آرائشِ باغِ بہار
کشتِ نکتہ پروری کو تو سحابِ زر فشاں — نغز گوئی کے چمن کا بے بدل ہے تو ہزار
شاعری کی سرزمینِ پاک پر بے اشتباہ — حکمراں تیرا تخیل ۔ فکر تیرا تاجدار
جیبِ عقل و ہوش کو پی کر ترا جامِ سخن — دستِ رقاصِ فلک نے کر دیا ہے تار تار
تیرا اندازِ قصیدہ ۔ تیرا اسلوبِ غزل — مملکت میں رفعتِ پرواز کی ہے شہریار
پر زناں ہے چرخِ آخر پر ترا مرغِ ہنر! — گام فرسا عرش پر علم و عمل کا رہوار
دانشِ بے مثل عقلِ دُور بیں ذہنِ رسا — مرحمت کیا کیا ہوئے ہیں تجھ کو گوہر شاہوار
میرے باغِ فکر کا ہے باغباں تیرا کرم[1] — تیرا حسنِ لطف ہے برگ و ثمر سے آشکار
میرے خاشاکِ سخن پر وہ نگاہِ فیض کی! — کیمیا میں کر دیا سب منقلب گرد و غبار
دولتِ خونِ جگر یعنی مرا گنجِ سخن! — یہ قمر ضو سے ترے خورشید[2] کی ہے نور بار

۱؎ شعر و سخن میں گوشہ نشین صاحب حضرت مولانا روحی کے شاگرد ہیں۔ ۲؎ اصلاحِ سخن

تیرے دم سے ہے نظر آتا مجھے اپنا کلام
گلعذارانِ گلستانِ بقا ہیں گلعذار

ہے کہاں اب اس سپہر کو تیرے افسونکے طفیل
خدشۂ آسیب چشم گردشِ لیل و نہار

نظم کے حسنِ جہاں افروز کا گوشہ نشیں
ہے ذہانت اور تائیدِ الٰہی پہ مدار

مسلمانوں کو پیغام

یا الٰہی بھیج یثرب کے چمن سے وہ صبا
بلبلانِ باغِ ملت جس سے ہوں پھر ہم نوا

اہلِ قبلہ کو بہم جنگ و جدل واجب نہیں
ایک ہے سب کا سفینہ ایک سب کا ناخدا

قتل و غارت کا محرک ہے کہاں یہ اختلاف
پیر ہے بوبکر اک کا دوسرے کا مرتضیٰ

اصل سب دلدادگانِ کعبہ کی ہے اک شجر
شاخ سے گو شاخ آتی ہے نظر ہر اک جدا

اہلِ حق کو دے رہی ہے صبح درسِ اتحاد
دیکھ سب کرنوں کا ہے اک مہرِ انور منتہا!

جلسۂ میلاد ہو یا ہو محرم کا جلوس!
ہے تری بزمِ یقیں میں ان چراغوں کی ضیا

جو بنایا تھا پیمبر نے اخوت کا محل
دامنِ افلاک سے اس کا ملادے کنگرا

آ کہ نذرِ شعلۂ آتش کریں بغض و حسد
آ کہ ہم دل کو بنائیں مشعلِ مہر و وفا

آ کہ ہم باہیں گلے میں بھائیوں کے ڈال دیں
آ کہ پھر باغِ محبت میں چلے بھلی ہوا

ہو تیرا ہر کام انساں کی بھلائی کے لئے
نام تیرا لے ابد تک باوضو خلقِ خدا

شائیگاں ہے معدنِ اسلام کا اک اک گہر
تنگ ظرفی نے دبایا ہے خاک میں ان کو ملا

جلوۂ حسنِ رخِ دلدار ہے ہر اک نماز
ہو کوئی طرز و طریقہ کر مگر اس کو ادا

حلقۂ دامِ تعصب توڑ ڈالے تو ابھی
چشمِ سید کی سی بینش ہو اگر تجھ کو عطا

جذبات

اے ساقیٔ میخانہ مجھے ساقیٔ میخانہ بنادے — اک جام خرد سوز سے فرزانہ بنادے

ہے تنگ ترا دشتِ جہاں وحشتِ دل کو — اس کو بھی تو اک رہنے کو ویرانہ بنادے

اس ایماں سے وہ کفرِ دل افروز ہے بہتر — پھر کعبۂ دل کو مرے بت خانہ بنادے

ہموار خمِ زلفِ تعصب کو جو کر دے — اس کلکِ گہر ریز کو وہ شانہ بنادے

مسجد و داخوت کے گئے رقصے فسانے — سب اہلِ جہاں کا مجھے دیوانہ بنادے

تو اپنی طرح مجھ کو بھی بلبل کی زباں پر — دنیا کے چمن زار میں افسانہ بنادے

ہو ساغر و مینکش کی نظر میرے کرم پر — صہبائے ادب کا مجھے پیمانہ بنادے

آدم کو عطا جس سے ہوں فردوس ہزاروں — گندم کا مرے آنسو کو وہ دانہ بنادے

پی جاتے ہیں وہ میکدۂ شاہدِ مشہود — تو جن کا مزاج آپ ہی رندانہ بنادے

جو خویش کریں جور و ستم غیروں سے بڑھ کر — ان سے بھی مرے دل کو نہ بیگانہ بنادے

چن لیتا ہوں میں گالیوں کو پھول سمجھ کر — ان خاروں کے منہ پر مرا کاشانہ بنادے

ہے نقشِ کرم خاتمِ کونین کا زیور — سیّد کو کرم والوں کا پروانہ بنادے

سکندر اور پورس

سکندر

ہو سرِ طاعت ترا اے پورس اور یہ آستاں — ورنہ دم بھر میں مٹا دونگا ترا نام و نشاں

وہ ستارہ ہوں ہیں چرخِ مرتبہ پر نور بار — چاند اور سورج مقابل میں ہیں جن کی اک شرار

تیری ہستی ہے زمیں کی خاک سے بھی پست تر — آسمانِ جاہ و حشمت پر ہوں میں مثلِ قمر!
ہے اگر تجھ میں ذرا بھی دانش و عقل و شعور — دل ترا ہوگا نہ صیدِ ضیغمِ کبر و غرور
چشمِ بینا سے جو دیکھے تو رضائے کردگار — شمعِ نصرت ہے میری بزمِ حشم میں شعلہ بار
مور کو نازِ سلیمانی نہیں زیبا کبھی — ہاں سمجھ جا وقت ہے بگڑا نہیں ہے کچھ ابھی
ندیاں خوں کی بہیں گی جب زمیں پر چار سُو — تیری گردن پر رہیگا بے گناہوں کا لہو
تیغِ قہرِ حق سے تو آمادۂ پیکار ہے! — صاف ظاہر ہے تو اپنی جان سے بیزار ہے
آسماں پر ابرِ آتش بار جب گھر آئے گا — پانی امیدوں پہ تیری دیکھنا پھر جائے گا
جھاڑ دیگا گلبنِ ہستی ترا برگ و ثمر! — گلستانِ عشرت و آرام ہوگا بے شجر!
خرمنِ اقبال پر تیرے گریں گی بجلیاں — ہوگی گلشن پر ترے برقِ غضب آتش فشاں
بحر سے ہے ایک قطرہ کو خیالِ ہمسری — ذرہ کو ہے خواہشِ حسن و جمالِ مشتری
شیرِ پیل افگن سے آہو طالبِ پیکار ہے — عاقبت میں آنکھ اس کے سوگ میں خونبار ہے
محوِ حیرت ہو نہ کیوں کر دیدۂ چرخِ کہن! — جب کبوتر قوتِ شہباز پر ہو خندہ زن
اک قدم بھی چل نہیں سکتا جو طفلِ شیر خوار — خواب میں اپنے تئیں وہ دیکھتا ہے شہسوار
پر نکل آئے ہیں مورِ زار کے شانِ خدا! — کیا خبر اس کو یہ ہے سامانِ تمہیدِ فنا
ہیں مرے[1] اژدر جو مستِ خوابِ خاموشی ابھی — کاٹ دیں گے تیغِ ہیبت سے رگِ جاں کو تری
بجھ نہیں سکتا چراغِ آفتابِ پُرحشم! — سر بچالے گا نہ ہوگا تیغ و خنجر سے قلم
تو مثالِ نقشِ پا ہے پستیوں کی خاک پر — طائرِ ہمت مرا لاتا ہے گردوں کی خبر!
عرش سے اڑتا ہے اونچا میری عظمت کا ہما — ہے تفرج گاہ جس کی لامکانوں کی فضا
جب مری تیغِ غضب ہوتی ہے محوِ کارزار — کانپ اٹھتے ہیں کفن میں رستم و اسفندیار

[1] سامانِ حرب یا جانباز سپاہی ۱۲

جو مجھے کہنا تھا تجھ سے کہہ رہا ہے برملا
تا نہ مجھ کو دے کبھی الزام تو بیداد کا

پورس

اے سکندر۔ گر کیا اللہ نے مجھ پر کرم
توڑ دوں گا میں تیرے نازِ حشم کو یک قلم

سن کے دیتا ہوں تجھ کو یہ سخن مردانہ وار
میں مثالِ کوہ اپنی بات پر ہوں استوار

شوق سے برّش دکھا تو تیغ خون آشام کی
سر یہ خم ہوگا نہ تیرے آستانے پر کبھی

ذبح ہوں گا میں نہ بے چون و چرا جوں گوسفند
آگ میں پڑکر صدا برپا کروں گا جوں سپند

کنکروں[۱] سے لشکرِ پندار ہوتا ہے فنا
ایک مچھر[۲] سے ہے بیدادگر پہ یک قضا

ہے سہارا بیکس و بے یار کا ربِّ جلیل
نعشِ فرعوں پر بپا ہے ماتم دریائے نیل

چشمِ عبرت سے کبھی تو کاش دیکھے ایک بار
کیا پئے نخوت مقرر ہے سزائے کردگار

گو شبِ تاریک ہو چاروں طرف ظلمت فشاں
اک کرن خورشید کی اس کی اڑا دے دھجیاں

شان و شوکت سے رہے جو مدتوں دنیا رواں
اب نظر آتا نہیں ان کا کہیں نام و نشاں

طوقِ رسوائی پہن سکتا نہیں مجھ سا جری!
موت کی مفتاح سے کھلتا ہے قفلِ زندگی

وصل کا مژدہ ہے مجھ کو آمدِ پیکِ قضا
ہے سحابِ نعمتِ حق بارشِ تیرِ بلا

دیدۂ عبرت۔ نگاہِ دوربیں۔ عقلِ رسا
کر سکندر کو عطا۔ اے مالکِ ارض و سما

تصوّر

جس بتِ رعنا کا ہے ہم کو تصور رات دن
وہ ہمارے پاس ہے ہم سے جدا کیونکر ہوا

---

[۱] اصحابِ فیل ۔
[۲] نمرود کی ہلاکت ۔

حسنِ جاناں میں نہ دیکھے تو اگر حسنِ خدا | محرمِ اسرار اور رمز آشنا کیونکر ہوا

جذبات

مجھ سے وفا شعار کو معبد سے کیا غرض | سجدہ کروں گا یار کے دیوار و در کو میں!
محشر میں چاکِ دامنِ یوسف کو دیکھ کر! | ہے مضطرب زلیخا کہ جاؤں کدھر کو میں
کس کس کا ہو سکوں میں دمِ ہجر غمگسار | دل پر رکھوں میں ہاتھ کہ تھاموں جگر کو میں!

توبہ اور مغفرت

ہے ذرّہ[۱] ذرّہ خیر اور شر کا حساب میں | ہے محض مغفرت کا بیاں کس کتاب میں
غفّار ہے تو قادرِ مطلق بھی ہے ضرور | اور عدل میں بھی اسکے نہیں آتا کچھ فتور
انسان کی جو توبہ ہی پشت و پناہ ہو | نظمِ امورِ عالمِ امکاں تباہ ہو
قہرِ خدا کے خوف سے توبہ کرے اگر | رکھے گا ہاتھ لطفِ خدا تیری پشت پر
پرخاش میں ہو نفس کی توبہ اگر سپر | شیطاں کا وار چل نہ سکے تجھ پہ عمر بھر
جلنے تو مرتضیٰ کو امامِ خفی جلی! | اور دشمنانِ بیتِ نبوّت کو خلجی
لطفِ ازل کا ہو تری حالت پہ یہ وفور | بے پرسش و حساب تجھے بخش دے غفور

غزل

دیکھو بہارِ حسن کے عہدِ شباب کی | پرسش بھی ہو نگاہ میرے دورِ حساب کی

۱ آیۂ قرآنی۔

برسائے آگ قہر کی بجلی تو رد پڑد
تنکوں پہ ایک ڈال دو چادر سی آب کی

ساقی کریم کرے تو حشر کو دم سوال
بو آئے میرے دل سے نجف کی شراب کی

شمر و عمر نے اس[1] کا مٹایا ورق ورق
حرمت روا رکھی یہ خدا کی کتاب کی

ان جلوہ ریزیوں سے تسلّی ہو کس طرح
دل میں بھڑک ہے تشنۂ بے حجاب کی

قنبر[2] کا ہے وظیفہ شب و روز یا علیؑ
منزل یہ بہترین ہے امّ الکتاب کی

آوازِ ہاتف

یہ نقش[3] آبدار و سبق خیز و پُر اثر
ہے معدنِ کلام کا ضو ریز اک گہر

کہہ دو یہ نکتہ چیں سے نہ کر جستجوئے عیب
ہے لفظ لفظ اس کا صدائے زبانِ غیب

غزل

محبت میں مرا مونس پیرا خوش بیاں کیوں ہو
نہ لب پہ مُہر ہو جس کے وہ میرا رازداں کیوں ہو

عبث روپوشیِ لیلیٰ کی مجنوں کو شکایت ہے
نگاہِ شوق کامل ہو تو پردہ درمیاں کیوں ہو

فغاں دل کھول کر بلبل ریاضِ دہر میں کر لے
خموشی رازِ ہستی ہو تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

سجودِ زاہد بمقصودِ عبادت گر نہیں تجھ کو!
ترے ماتھے پہ اے زاہد نمازوں کا نشاں کیوں ہو

مہیا ساز و ساماں کر یئے ہنگامۂ پرسش
اگر کامل ہو تیاری تو خوفِ امتحاں کیوں ہو

نہ ہو کوئی اگر سلطانِ موجودات سے منکر
تو یہ پابندیِ دورِ نجومِ آسماں کیوں ہو

ہے کچھ تو راز اے سیّد کہا اس نے تجاہل سے
کوئی اس عمر میں ورنہ یہاں تک ناتواں کیوں ہو

[1] امام حسین علیہ السلام [2] گوشہ نشین کا تخلص آٹھویں جماعت میں قنبر تھا۔ [3] کلیدِ سخن۔

اِنسان

ہیں جہاں میں ہزارہا انساں — مختلف ہیں چلن جدا اطوار
کوئی ہمدرد کوئی پتھر دل — کوئی نیکو منش کوئی عیار
کوئی فرزانہ۔ کوئی دیوانہ — کوئی مدہوش اور کوئی ہشیار
کوئی غدار و دشمنِ ایماں! — کوئی مطلب پرست ناہنجار۔
کوئی سرمستِ بادۂ عصیاں — کوئی پرہیزگار و نیکوکار
کوئی بحرِ علوم روشندل — کوئی جہل و غرور کا طومار
کوئی جود و سخا کی آرائش — کوئی امساک و بخل کا دربار
کوئی عقل و تمیز سے عاری — کوئی قصرِ شعور کا معمار
کوئی ایذا دہی کا خارستان — کوئی خیر و ثواب کا گلزار
کوئی پابند دامِ حرص و ہوا — کوئی قانع غیور اور خوددار
کوئی سردارِ جبن و بے جگری — کوئی سرخیلِ لشکرِ جرّار
کوئی صیدِ زبوں تلوّن کا — کوئی میدانِ عزم میں کرّار
کوئی علم و ادب کی معدن کا — رشکِ خورشید گوہرِ ضوبار
کوئی اہلِ ہنر کے مجمع میں — صدرِ اعظم امیر اور سردار
کوئی حسن و جمال کی دنیا — کوئی جبین و نیاز کا بازار
کوئی عمرِ خضر کا متوالا — کوئی جینے سے تنگ اور بیزار
کوئی نکتہ شناس و نکتہ سرا — کوئی شیریں بیان و خوش گفتار

گویا انساں ہیں فعل میں اپنے — اپنی اپنی پسند کے مختار
ہے وہ انساں سنے جو سیّد کی — ہو جو خلقِ خدا کا خدمتگار

عورت کا پردہ فطری چیز ہے

مکن نذرِ خمستاں دخترے را — مزن بر سنگِ خارا ساغرے را
بفطرت ہست گل در حلقۂ خار — مزن او را بہ خارِ نو جفاکار
نہی چوں مشعلِ روشن بہ بزمے — شود پروانہ ہا را طوف و دمے
پئے لبہائے تشنہ چشمۂ آب — بدستِ خود بسازی اے گراں خواب
بظلمات ہست قدرِ آبِ حیواں — دُرِ معنی تہِ الفاظ پنہاں!
سزد لطفِ صدف دُرّ و گہر را — غرضِ گہر شاید این سحر را
بہ جامہ پیچ خُرما را چوں خواہی — کہ از منقارہا نرسد تباہی
بقیدِ غنچہ بُو معصوم و روپوش — بروں با سروہا باشد ہم آغوش

جہاد

ہست شمعِ بزمِ حریت جہاد — قفلِ آزادی کلیدِ او کشاد
ہست او شمعِ ہدیٰ خضرِ طریق — تا لحد از عہدِ مسلم را رفیق
او زِ بہرِ دشمنانِ مصطفےٰ — ذوالفقارے ہست در دستِ خدا
اوست محبوبِ حبیبِ کبریا — اوست جانِ انبیا و اوصیا
اوست اصلِ نخلِ رازِ زندگی — اوست زخمہ بہرِ سازِ زندگی

اوست قصرِ شہرِ فردوسِ حیات — اوست ضیبے بر سرِ لات و منات

اوست بہرِ خاتمِ ملت نگیں — اوست رکنِ اعظمِ دینِ متیں!

حبیبِ خدا کی ولادت

وہ گل کھلا ہے گلبنِ حسن و جمال پر — حیراں ہے مثلِ آئینہ چشمِ ہزار آج!

اے قیس شانِ قدرتِ پروردگار دیکھ — ہے بے نقاب لیلئے محمل سوار آج!

کاریگرِ ازل نے بنایا تھا جو مکاں! — نکھری ہے اس کی صنعتِ نقش و نگار آج!

ہے شاخِ شاخِ نخلِ عمل کی ثمر فشاں! — ایماں کے بوستاں میں ہے جوشِ بہار آج

میر تقی

کبھی تھا وقت وہ بھی دہر سے نابود تھی اردو — زباں سے اجنبی تھی ذہن سے مفقود تھی اردو

خدا کے فضل کا دریا اچانک جوش میں آیا — صدف کے بطن سے باہر وہ موتی میر لایا

دکھائی میر نے وہ قصرِ اردو میں قلمکاری — ہوئے حیران ہندی۔ اصفہانی اور تاتاری

نکالے قلزمِ معنی سے اس نے وہ نئے گوہر — جھپک جاتی ہے جس کے سامنے چشمِ شناور

گلستانِ سخن میں اس کے اندازِ مسیحائی — نے اک اک غنچہ و گل کو عطا کی شانِ زیبائی

زمانہ بھر میں اس کی نکتہ آرا نکتہ رس جدّت — کو قسّامِ ازل نے دی نرالی شان اور شوکت

نہایت دلفریب انداز میں اس نے سخندانی — پہ وہ احساں کیا قائل ہے غالب کی ہمہ دانی

یہ جوں خورشید ظاہر ہے زمانہ میں کہ اس محسن — کے اعجازِ تخیل پر جھکا دیتے ہیں سب گردن

فلک کی آنکھ پر بھی خوب روشن ہے کہ سرداری — فنِ شعر حاصل ہے اسی کو اور جہانداری

نئے پھولوں سے ہیڈ نے بھی اس گلشن کو مہکایا
نسیمِ نو کو غنچوں کے لبوں پر اس نے ٹپکایا

جذبات

تو عبث حیراں ہے بہرِ حلِّ جبر و اختیار
امتیازِ خار و گل کا آدمی پر ہے مدار

عدل سے باقی ہے بزمِ دہر کا حسن و جمال
نبضِ موجودات میں قائم ہے اس سے اعتدال

مظہرِ احکامِ باری ہے محمّد کی زباں
تو خسارے میں رہے گا اے گرفتارِ گماں

ضوفگن شمس و قمر کی طرح وہ ہوگا مدام
مصطفےٰ جس کا نبی ہو۔ مرتضیٰ جس کا امام

آنکہ چوں شبیر در کوئے وفا گامے زند
در جناں با حوریانِ خلد خوش جامے زند

گر ترا فرہاد سے بہتر نہیں دل اور جگر
کشورِ شیریں میں ہو سکتا نہیں تیرا گزر

زینتِ تاریخ جو دائم رہیں وہ کام کر
ہے تمنائے حیاتِ جاوداں تجھ کو اگر

تھا حبیب ابنِ مظاہر ایک مردِ بے نشاں
آج اس کے نام پر قربان ہے سارا جہاں

گوشِ گل میں جو نسیمِ صبح گاہی نے کہا
لے کھے دیتا ہوں میں وہ رازِ پنہاں برملا

اہلِ گلشن کا ہمیشہ راہنما بن کے دکھا
رمزِ ہر گل کو گریباں چاک کرنے کی سکھا

معدنِ دل کھول کر تو نے کبھی دیکھا نہیں
لعل و گوہر جا بجا مستور ہیں ورنہ یہیں

چشم براہ حضرتِ سلماں کھڑے تھے دیر سے
آخر ان کو شیرِ یزداں نے چھڑایا شیر سے[۱]

پنڈت گوبند ولبھ پنت وزیر اعظم یو۔پی

ہندو و مسلم کا ہے منظور مجھ کو احترام!
ہے گواہ اس بات کا جوں ہر دم میرا کلام[۱]

[۱] کلیدِ سخن۔

تفرقہ بغض و حسد۔ کینہ۔ تعصب۔ مکر و زور
دل کو میرے چھو نہیں سکتا ہے اس کا اثر دور

رام نانک کی ثنا سے کچھ نہ کی بھی پہلو تہی
خوب رکھتا ہوں میں رازِ زندگی سے آگہی

مدحتِ اربابِ استحقاق ہے میرا شعار
امتیازِ ہندو و مسلم ہے مجھ کو ناگوار

میری گردن حلقۂ دامِ وفا کی ہے اسیر
پاک ہے قانون شکنی سے مرا گِل اور خمیر!

عدل فرما حکمراں کا ہوں میں اک ادنیٰ نفر
بالطبع رکھتا ہے نورِ راستی میرا گہر

عرض کرتا ہوں میں پنڈت پنت جی سے اک سخن
آپ سے ہوں خواستگارِ مرہمِ دردِ وطن

آسمانِ جاہ پر ہیں آپ مہرِ پُر حشم
آپ کو حق نے دیا ہے حکمرانی کا قلم

معدنِ علم و ہنر ہیں آپ ہیں یکتا گہر
آپ کے عز و شرف کا زیبِ گردوں ہی قمر

دولت و اقبال و حشمت۔ تاجداری، سروری
مقدرت، فرمانروائی، ملک رانی۔ برتری

کر رکھی ہیں آپ کو یہ نعمتیں حق نے عطا
اور کیا ہے آپ کو خلقِ خدا کا ناخدا

رام کی چشمِ کرم ہو آپ کی پشت و پناہ
اور نگاہِ لطفِ سیتا آپ کی ہو خیر خواہ

آپ پر چھمن کا ابرِ فیض ہو گوہر فشاں
کرشن بھیجے آپ کو تاجِ شہی کا ارمغاں

یہ جلوسِ مدحتِ اصحاب یہ قدحِ شدید
باہمی جنگ و جدل کے قفل کی ہے یہ کلید

کیجئے للہ شیعہ اور سنی پر کرم!
اب مداوائے مرض کی راہ پر رکھئے قدم

یہ نئی چیزیں ہیں دونو جانتا ہے سب جہاں
حکم سے اپنے انہیں کر دیجئے بے نام و نشاں

خضر کی سی عمر دے گا آپ کو ربِّ غفور
آپ کے قدموں کو چومے گی خدائی بالضرور

دیوتا کا نام دیں گے آپ کو اہلِ زمیں
آپ کو دل شاد رکھے گا سدا عرشِ بریں

آپ کا دل سے کریں گے اہلِ عالم احترام
آپ کو مانے گی دنیا فیض و احساں کا امام

آپ کا ہوگا فلک کے گلستاں میں آشیاں
آپ کا لہرائے گا آفاق پہ چترِ درخشاں

آپ کا مداح ہوگا خامۂ گوشہ نشیں | آپ کا رتبہ بڑھے گا تاجداروں سے کہیں

آہ غازی کمال پاشا

اس نظم میں یونان کی چیرہ دستیوں کا تذکرہ ہے۔

اے بحرِ سرفروشی و ہمت کے اک گہر | اے گلستانِ عزم و شجاعت کے اک شجر
اے آسمانِ ملتِ بیضا کے اک قمر | اے نخلِ احتشام و حکومت کے اک ثمر

خلدِ بریں میں تیرا وہ اعلےٰ مقام ہے
رضواں ترے حضور میں ادنےٰ غلام ہے

اے گلستانِ دینِ محمد کے پاسباں | اے گردنِ حریف پہ اک تیغ خونچکاں
اے حلقِ پرِ غنیم کے صمصامِ جانستاں | اے خرمنِ رقیب پہ برقِ شررفشاں

نخلِ وطن کو کٹنے سے تُونے بچا لیا
اعدا کا تُونے نقشِ رعونت مٹا دیا

قصرِ نشاط موت نے تیری کیا خراب | دل اور جگر کو آتشِ غم نے کیا کباب
عیش و طرب کے جام میں خوں ہوگئی شراب | دریائے انبساط پہ قابض ہوا سراب

ماتم کدہ ہے آج زمانہ بنا ہوا
یا ربِ اِلٰہ اپنا دل آرام کیا ہوا

کانپ اُٹھا تیری تیغ سے میدانِ کارزار | یوناں نے جاں بچا کے کیا جنگ سے فرار
تُونے گرایا ہیبتِ نمرود کا حصار | دنیا نے مانا تجھکو شہنشاہِ نامدار

تو ایک ذوالفقار تھا۔ باطل کے فرق پر

سینہ ترا حمایتِ مسلم میں تھا سپر

فرقوں کی تجھ سے مٹ گئی تفریق و امتیاز | اک رشتہ میں پرو دیئے تو نے یمن حجاز
ایراں کو زندگی ابد کا بتا دیا راز | صدرِ حیات پہ کیا کابل کو سرفراز

فرعون حق کے حق میں سیفِ اجل تھا ترا قلم
پیوندِ خاک کر دیا شدّاد کا حشم

تھی افتخارِ ملّتِ حق ایک تیری ذات | تھا پاسِ ننگِ کعبہ ترا مقصدِ حیات
تیرے تبر سے کانپتے تھے لات اور منات | دی شاطرانِ مکر کو ہر اک قدم پہ مات

تیغِ خدا کہوں تجھے۔ اس میں خطا نہیں
تو شیرِ حق ہے۔ گو کہ تو شیرِ[1] خدا نہیں

تو نے کیا تھا پردۂ جور و ستم کو چاک | رگڑی زمینِ عجز پہ ہامانیوں نے ناک
پائے نجس نہ کر سکا ناپاک ارضِ پاک | اصحابِ فیل کے پڑی سر پہ یاں کی خاک

احساں اتار سکتا نہیں دینِ حق ترا
حاصل تھا گویا تجھ کو پیمبر کا مرتبا

تجھ کو حبیبِ کبریا کی شان کی قسم | جاہ و جلال و عظمتِ قرآن کی قسم
حضرت اویس کے تجھے ایمان کی قسم | انور کے تجھ کو خونِ شہیدان کی قسم

عصمت[2] کو ربِّ عرش سے وہ مقدرت دلا
باندھے وہ زر کا سہرا اسیرتیک پر نیا

باطل کے جو تبر سے نہ کاٹا گیا نہال | ٹوٹا نہ سنگِ کفر سے مٹی کا جو سفال

---

[1] حضرت علی علیہ السلام   [2] غازی عصمت پاشا

جو شرک کی چھری سے نہ طائر ہوا حلال | لقمہ بنا درندوں کے منہ کا نہ جو غزال

یہ زخم تُو نے مرہمِ ہمّت سے بھر دیا
تُو نے خزف کو گوہرِ شاہوار کر دیا

مُسلم نے مانا تجھ کو برو بحر کا امیر! | فتح و ظفر رہے ترے فتراک کے اسیر!
تھا سروری کا تیر سے گِل وآب میں خمیر! | ہر کام میں رہا ترے حق یاور و نصیر!

محبوبِ[1] حق کا لطف تھا تیرا گرہ کشا
دستِ[2] خدا تھا تیرے سفینے کا ناخدا

اے حکمت و سیاست و تدبیر کے امام | نپولین، مسولنی، ہٹلر ترے غلام
اے افتخارِ اہلِ فلک نازشِ انام | اے تیری ذاتِ پاک پہ غیرت کا اختتام

حق سے تجھے ہو مسندِ خلدِ بریں عطا
گوشہ نشیں بھی ہو ترا اک منقبت سرا

جوش ملیح آبادی

چراغ تو ہے تو بزمِ سخن میں | تو شمع پر ضیا ہے انجمن میں
پلایا شاعری کا جام تُو نے | کیا پیدا سخن میں نام تُو نے
تجھے معنی کا سلطاں مانتے ہیں | شہنشاہِ تخیّل جانتے ہیں
ترے ہر حرف میں جادو بھرا ہے | ترا سونا نہایت ہی کھرا ہے
ذکاوت ہے تجھے حاصل بلا کی | سخن کو سلطنت تو نے عطا کی!

---

[1] حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم [2] حضرت علی علیہ السلام

فلک پیما ترا مرغِ قلم ہے!
مجھے حق نے دیئے ہیں چار جوہر!

نگاہِ دہر میں تو محترم ہے
حزیں، گوشہ نشیں سیّد سخنور

قدرت کو ہی کمال سے ہے عادتاً خلاف

رمزِ سخن میں زید ہو آفاق کا امیر!
زیرِ نگینِ بکر ہو تمثیل کی دیار

معنی کا شاہباز ہو خالد کا اک اسیر
پرواز میں ہو عمر زمانہ میں بے نظیر

ڈالیں جو ان کے شعر پہ تنقید کی نظر
تھوڑا سا داغ رکھتے ہیں یہ چاند بے خبر

ہم تو کہیں گے صاف رکھے حق ہمیں معاف
قدرت کو ہی کمال سے ہے عادتاً خلاف

پامالیٔ غرورِ ہنر ہے اسے پسند
یکتائی کے سفینہ میں کرتی ہے خود شگاف

اس مصلحت پہ ہیبتِ وحدت ہے منحصر
ورنہ فساد ڈالے یہ انسان فتنہ گر

رسول اللہ کا ارشاد

آنکھوں پہ ایک دن جو چلی نیند کی حسام
تھا روحِ مصطفےٰ کو وہیں مرحمت قیام

حق نے دکھایا ایک مجھے بہترین مقام
روحِ حبیبِ حق نے دیا مجھکو یہ پیام

تجھ کو یہ حکم ہے کہ بلا خوف اور شتاب
مسلم پہ کھول دے تو مرے مدّعا کا باب

ہونا نہ شمعِ کفر کا پروانہ بھول کر!
گو خاک سے اٹھاتی ہے قدرت کئی شجر

رہنا فدائے مشعلِ اسلام بے خطر
سب کے ثمر میں ہوتا ہے کب ایک ہی اثر

حق اور کفر میں ہے بہت فرق روئے عقل

اصل اور نقل کی ہے۔ بظاہر گو ایک شکل

ایران، مصر، ہند، فلسطین، روم و شام | مسلم کی سجدہ گاہ ہیں یہ بستیاں تمام
پلتا ہے ان کی گود میں اسلام صبح و شام | ان کو نگاہِ قہر سے ہے دیکھنا حرام

جس ملک میں ہے ایک مسلمان بھی مکیں
دلدادگانِ دیں کا وطن ہے۔ وہ بالیقیں

کرنا وہ کام جس سے بڑھے دیں کا اقتدار | رکھنا قدم نہ کفر کے حلقے میں زینہار
حق کہنا زیرِ خنجرِ خوں خوار آشکار | کر مرحبِ نفاق کو تو نذرِ ذوالفقار

ملت کے تفرقوں کو دبا دے تو خاک میں
رخنہ نہ کر تو اور گریباں کے چاک میں

کرنا بسر حمایتِ ملت میں زندگی | حکمِ کلامِ پاک سے کرنا نہ سرکشی
زر ہے یہی حشم ہے یہی۔ جاہ ہے یہی | ہے ہیچ اس کے سامنے شاہی و خسروی

عقبےٰ میں ہو گا وہ تجھے تاجِ ظفر عطا!
نادم ہو دیکھ کر جسے شاہوں کا مرتبا!

آرے سے چیر دیں تجھے۔ زندہ ہے تو سدا | پیدا ہو نارِ ظلم سے گلزار کی ہوا
کٹ جائے سر تو کہہ اٹھے شاباش کربلا | دار و رسن ہے اصل میں منزل کی انتہا

موت اس طرح کی جو ترے دامن میں ڈال دیں
مٹی سے سونا خاک سے گوہر نکال لیں

راہِ عمل میں بیٹھا ہے کیوں پاؤں توڑ کر | دیوارِ رہ کو توڑ دے سر اپنا پھوڑ کر
گیدڑ بنا دے شیر کو پنجہ مروڑ کر | دے آبلوں کو پانی تو کانٹے نچوڑ کر

طے گر سبک روی سے کرے منزلِ سفر
صحرا بساطِ راہ کو رکھ دے لپیٹ کر

دل میں ترے جو ذوقِ عمل کی اٹھے امنگ | گردوں کو راکھ کر دے ترا شعلۂ تفنگ
تیری مئے جلال کا ہو دل نواز رنگ | دنیائے بحر کا ہو شہنشہ ترا نہنگ

حرفِ ظفر کرے تری تدبیر وہ رقم
تقدیر رکھ دے توڑ کے اپنا یہاں قلم

کہنا نہ بھول کر بھی اولی الامر شاہ کو | کیا جانے شاہ منزلِ ایماں کی راہ کو
حق دور کر چکا ہے ترے اشتباہ کو | قرآں میں دیکھ مرتبۂ مہر و ماہ کو

ذرّہ کو آفتاب سے نسبت نہیں ذرا
ظلمت کجا و چشمۂ آبِ بقا کجا

جو شاہ دل سے تیری محبت کا دم بھرے | برہم نہ تیری محفلِ ملّت کو جو کرے
سر سے اٹھا کے بوجھ ترا اپنے سر رکھے | جینے سے تیرے وہ جئے مرنے سے مرے

حق سے تجھے جو اس طرح کا شاہ ہو عطا
کر شوق سے تو اُس کی وفا کا علم بپا

تیرے قدم کو چوم لے اورنگِ زرنگار | جھک جائیں تیرے سامنے شاہانِ روزگار
بل کھائے سانپ کی طرح چرخِ ستم شعار | رضواں نگاہِ رشک سے دیکھے تری بہار

برسائیں تیرے در پہ جہانداریوں کے پھول!
شاہوں سے باج تیری حکومت کرے وصول

رہنا سدا جماعتِ مسلم کا دستگیر! | تعمیل اس کی فرض ہے جو حکم دے امیر

آنکھیں ہزار تجھ کو دکھائے سپہر | ہوتا نہ اس کے حلقۂ تزویر کا اسیر
در کار ہوں جو پھول تو خاروں سے کیا خطر!
بے رنج کس کو ملتا ہے گنجِ زر و گہر

اسلام پر محبتِ آلِ عبا ہے فرض! | دل کے جہانِ تار میں ان کی ضیا ہے فرض
ایمان کے ریاض میں ان کی صبا ہے فرض | خالق کی بھی زبان پہ ان کی ثنا ہے فرض
اس فرض کو ادا نہیں کرتا ہے جو بشر
تسکین یاب ہوگا نہ اس کا کبھی جگر

مولائے انس و جاں کی قسم ہے مجھے ہزار | آلِ عبائے پاک ہے محبوبِ کردگار
نخلِ دعا ہے اِن کے توسّل سے باردار | ان سے پھرا تو پھر گیا حق سے وہ نابکار
آلِ عبا کا نور ہے ہر چیز سے عیاں
قائم ہے ان کے صدقہ سے اقلیمِ دو جہاں

ایم۔ بی ہائی سکول وزیرآباد

اے ریاضِ مدرسہ کے باغبانِ ہوشیار | اے ہنر آگاہ طوسیؔ۔ علم را سرمایہ دار
اس گلستاں کو صبا کی موج ہے تیرا وجود! | تیرے دم سے ہے خزاں کا کالعدم گرد و غبار
اس حقیقت سے کوئی انکار کر سکتا نہیں | تیری ہمت سے ستونِ مدرسہ ہے استوار
تو کرے اس بوستاں کی باغبانی عمر بھر | تا بہ محشر بے خزاں ہو اس گلستاں کی بہار
اس چمن کے طائرانِ دل کش و رنگیں بیاں | ہے گھران کی ترنم ریزیوں کا شاہوار

سلہ علامہ محمد شریف طوسی ہیڈ ماسٹر ایم۔ بی۔ ہائی سکول وزیرآباد۔

یہ چمن یہ بلبلیں۔ یہ پاسبانانِ چمن
ہو نصیبہ مونس ان کا بخت ان کا غمگسار

یا الٰہی بھیج اس کے باغ میں سیلِ خزاں
کر اسے زندانِ ذلت میں اسیرِ پائیدار

خرمنِ آرام پر اس کے گرا دے بجلیاں!
اس کی گردن پر چلا قہر و غضب کی ذوالفقار

اس کی ہر اک آرزو کا منہدم کر دے محل
جو نہ ہو اس گلستاں کا غمگسار و دوستدار

کاش ہو اس مدرسے کے[1] در سے کبھی اک نصیب
پھول بن جائے چمن کے صحن کا ہر ایک خار

یہ ہما بھی شوکتِ پرواز کا منظر دکھائے
یہ خزاں دیدہ چمن بھی ہو جہاں میں بار دار

قوتِ بال و پری پر اس کے حیراں ہو جہاں
جوہرِ پرواز کے ہوں جوہری اس پر نثار

جوں سخن ور ہو کے رہ ہر ایک کا گوشہ نشیں
ہو ترے دل میں کدورت کا نہ ذرہ زینہار

سکاچ مشن ہائی سکول وزیر آباد!

اے مشن تو نے مجھ کو راہِ عمل دکھائی!
علم و ہنر کی تو نے کیا مے مجھے پلائی!

روشن ہے یہ جہاں پر تیرے شفاکدے سے
جاں بخش مل رہی ہے ہر درد کو دوائی!

تعلیم دے کے مجھ کو رازِ جہاں بتایا
زندانِ جہل سے دی تو نے مجھے رہائی!

ہر کام تیرا اچھا ہر بات تیری اچھی
اچھا ہے تو کہ تیری فطرت میں ہے اچھائی

اک تاجدار ہو کر تو عجز کا ہے خوگر
تجھ میں نہ خود نمائی تجھ میں نہ خودستائی

سدرہ کی ڈالیوں پر رکھا ہے تو نے نشیمن
تجھ تک نہ ہو گی ہرگز صیاد کی رسائی

---

[1] اپنی عمارت۔

بدیہات

ہوش کے کانوں سے سن اک از کی مجھ سی خبر
خیر کے صہباکدہ کو اٹھ نہیں سکتا قدم
ہو مبارک گردپرہ۔ اے زائرِ شاہِ نجف
اے یزیدِ بدگہر۔ اے دشمنِ شاہِ جہاں
انس اے قمری نہ رکھنا سرو کے رخسار سے
چاردہ معصوم کی تجھ کو قسم بشیرِ خدا
اٹھ سکے اس سے نہ یہ بارِ محبت زینہار

خاک سے سونا نکالیں عزم سے اہلِ ہنر
مرتضےٰ سے ساقیِ کوثر کا ہے ہم پر کرم
حوضِ کوثر میں نہانے کا تجھے دینگے شرف
بوستانِ مرتضےٰ میں آ نہیں سکتی خزاں
طوقِ رسوائی ملیگا تجھ کو اس دربار سے
میرے سلماں کو نہ کرنا بندِ عسرت سے رہا
ہو جیسے رنگِ حنا کا بوجھ ازبس ناگوار

فی البدیہہ سہرا برشادی مولانا حامد علیخاں بی۔اے

دیکھی ہیں میں نے محفلیں صد نشاط خیز
نغمے سنے ہیں مرغِ سحر کے ہزارہا
معنی کا رقص دیکھا ہے بزمِ حروف میں
مجھ پر ہوا ہے حسن کئی بار مہرباں
صد بار رہے ہیں خلوتوں میں عیش کے ایاز
تخئیل کی عروس رہی میرے ہم بغل
مجھ پر رہا گو لاکھ درِ اہتزاز باز

منظر کئی نگاہوں میں ہیں انبساط ریز
گوہر برسنے دیکھے ہیں گلشن میں بارہا
دیکھی ہیں میں نے بجلیاں مے کی ظروف میں
برسوں رہا ہے شاخِ تمنا پہ آشیاں
الفت سے دیکھتا تھا مجھے گیسوئے دراز
تھا مہرباں میرے قلم پر شہِ ازل
پر آج کی خوشی کو میسر ہے امتیاز

لہ حضرت علی علیہ السلام ۱۲

دُولہا دُلہن پہ سایۂ آلِ عبا رہے
ملّت جمالِ زُہد پہ اِن کے فدا رہے

سہرا بر شادی مرزا صدیق اللہ خاںؔ بی۔اے

اے دُولہا۔ فرِ تاجوری آج دکھا دے
اِک نخل نیا باغِ تحمّل میں لگا دے

ہو دَولتِ کیخسرو تری ادنیٰ سی چاکر
اقبال تجھے مولا سکندر سے سوا دے

ساعت ہو یہ شادی کی سعادت میں یگانہ
جمشید سے بڑھ کر تجھے حق بخت رسا دے

ہو نقشِ قدم تیرا نیا دشتِ عمل میں
جو نقش سرِ راہ نظر آئے۔ مٹا دے

یوں جلوہ گری تو کرے اقلیمِ یقیں میں
پھر قیصر و کسریٰ کے تمرّد کو گرا دے

دے غنچۂ اسلام کو جرأت کا تبسّم
اور گیسوئے ملّت کو شجاعت کی ادا دے

غیرت کی چمک چہرۂ مومن کو عطا کر!
اور دیدۂ مُسلم کو حمیّت کی حیا دے

وہ جُود و سخاوت کا ہو شہرہ ترا ہر سُو
دل حاتمِ طائی کے فسانوں کو بھلا دے

دے آبِ تبر مرحب و عنتر کے شجر کو!
اسلام کے گلزار کو نُصرت کی صبا دے

ہو ضربِ کلیمی کا اثر تیرے قلم میں
موجوں کو رہِ کشتیٔ ملّت سے ہٹا دے

قرآں سے مسلماں کو بتا ایسا عمل تو
فردوس میں پھر آدم و حوّا کو بسا دے

سایہ ہو ترے سر پہ سدا آلِ عبا کا
میدان سے ہیبت زدہ باطل کو بھگا دے

احساسِ غمِ دیں کا شرارہ ہو ترا دل
اسلام کے بدخواہوں کی ہستی کو جلا دے

بے جاں سے پڑے ہیں یہ محمدؐ کے سپاہی
اس لشکرِ جرّار کو قُم کہہ کے اُٹھا دے

کر جذبۂ ایثار وہ مسلم میں تو پیدا
سینا و حرا کو جو ہمالے سے ملا دے

ہو عالمِ نو ایسا ترے کُن سے ہویدا
جو عرشِ معظّم کو نگاہوں سے گرا دے

یہ شیعہ و سُنی کے تصادم کی حماقت
اس نعش کو تو خاکِ مذلت میں دبا دے

بارانِ عنایات سے۔ اے خالقِ اکبر!
گھر دُولہا کا دنیا میں بھی فردوس بنا دے

ہے حکم ترا مہر و مہ و عرش پہ جاری
تو اس کو بھی دیہیم حکومت پہ بٹھا دے

وہ تاج اسے عزت و عظمت کا عطا ہو
دارا درِ دولت پہ صدا مثلِ گدا دے

دُلہن کو اطاعت کی سعادت تو عطا کر
اور دُولہا کو وارفتگیٔ مہر و وفا دے

ہو نجمِ حشم انکا مہ و مہر سے روشن
اعدائے سیہ رُو کے چراغوں کو بجھا دے

سر سبز رہے باغِ اُمیدانِ کا ہمیشہ!
بُستانِ تمنا کو مرادوں کی ہوا دے

جو آنکھ اُٹھے ان کی طرف بغض و حسد کی
آشوبِ ندامت کی اسے خوب سزا دے

ہے تجھکو قسم سورۂ یوسف کی کہ تا عمر!
ہمدردیٔ باہم کا انہیں آبِ بقا دے

جس رنگ اویس[1] الفتِ احمد میں تھے ممتاز
دل اِن کو اسی رنگ اخوت میں جلا دے

تو خواجۂ یثرب کے طفیل اِن کے دلوں کو
حسنین[2] کی پیشانیٔ انور کی ضیا دے

یہ باغ جو ہے تیری نوازش نے لگایا
شادابیوں کے سیلِ ہزار اس میں بہا دے

دے دُولہا کی رعنائی کو اکلیل[3] جواہر
اور میری سخن گوئی کو سونے کی قبا دے

تب ایسا بنا لائے کوئی سہرا تو جانیں
یہ زورِ قلم چاہے جسے تیری رضا دے

سہرا برشادی سردار کلدیپ سنگھ

آج گردوں کی جبیں سے گم ہے کینہ کی شکن
آج دُنیا سے ہے پنہاں ساعتِ رنج و محن

رقص کرتی ہے لبوں پر آج موجِ انبساط
پھول کیا برسا رہا ہے راحتوں کے ہر دہن

۱؎ حضرت اویس قرنی ۲؎ امام حسن اور امام حسین ۳؎ تاج

آج ہے آرائش بزم طرب کلدیپ سنگھ
جس کی شمع رخ سے روشن ہے بساط انجمن

کل کو ہوگا دیپ اک دن دیکھنا دولہا یہی
ہوگا اہل ہند کو بانگ درا اس کا سخن!

بہتری پہ ہند کی اس کی سدا ہوگی نظر!
آفتاب اس کا نہ رکھے گا تعصب کی کرن

ہوگا یہ علم و عمل کی مملکت کا تاجدار
فخر سے دیر و حرم اس کو کہیں گے برہمن

زیرکی، تدبیر، حکمت، بردباری، انکسار
پانچ یہ ہونگے جواہر اس کا جزو پیرہن

یہ شجاعت کے فلک پر ہوگا مہر تابدار
عزم و استقلال میں ہوگا یہ رشک کوہکن

لوح دل پہ یہ لکھے گا گرنتھ کے احکام کو
ہوگا پر انوار جوں خورشید اس کا تن بدن

پھونک دیگا یہ وطن کے جسم میں روح حیات
دل میں "نانک" کے خوشی کی لہر ہوگی موجزن

خضر راہ ہوگی جہاں کو عفت جگدیپ کور
غیرت فردوس ہوگا اس کی عصمت کا چمن

دین کو دنیا سے بالاتر یہ جانے گی مدام
الفت حق کی رکھیگی اس قدر دل میں لگن

ہوگی یہ خلق و تواضع کا نمونہ بے بدل
دوسری بہنیں وطن کی اس کو مانیں گی بہن

گوشہ خانہ کے محبس سے نکل کر گاہ گاہ
ہوگی میدان عمل میں شیر آسا گامزن

نام اس کا ہوگا مردوں کی طرح زیب دوام
گو کہ زن کہلائے گی تاریخ میں یہ سیمتن

ہوں گے دولہا اور دلہن یہ شمع بزم خاندان
کہہ رہا ہے کان میں سیتا کے یہ چرخ کہن

سہرا بر شادی سردار جسونت سنگھ

نہ کیوں سر پر رکھیں اس کو کہ ہے عزت نشاں سہرا
نہ کیوں دل سے اسے چاہیں کہ ہے جان جہاں سہرا

ہے قرباں تازگی اس پر فدا اس پر ہے شادابی
گلستان جہاں میں ہے بہار بے خزاں سہرا

ہے سہرا دامنِ احباب نیسانِ گہر افشاں!
عدو کے خرمنِ ہستی پہ ہے برقِ تپاں سہرا

گلوں کی جا ہزاروں دل پرو ڈالے ہیں لڑیوں میں
نصیبوں میں کسی کے اس طرح کا ہی کہاں سہرا

ہے دیدارِ رُخِ پُرنور میں پردہ صفت حائل
نگاہِ شوق پر ہے کس قدر نامہرباں سہرا

مسرت ہی مسرت کے ترنم ہیں گلستاں میں
فلک پر گا رہی ہے زہرۂ شیریں بیاں سہرا

عنادل باغِ الفت کے ہیں پُرانہ صفت طائف
ریاضِ دہر میں ہے اک گلِ نکہت فشاں سہرا

ملیں ہنس ہنس کے پھولوں کی طرح اہلِ وطن باہم
دکھاتا ہے انہیں انس و محبت کا سماں سہرا

وجود اس کا سبق ہے ہر بشر کو پاکبازی کا
پئے اربابِ بینش ہے نصیحت کی زباں سہرا

تپاں ہے آتشِ چہرہ پہ یہ سیماب کی صورت
نہ ہو گوشہ نشینِ مضطرب کا راز داں سہرا

سہرا برشادی لالہ رام لال ولد ارجن داس

ہے مسجد و مندر میں اسی نور کی تنویر
اے دیدۂ بے نور۔ نہ کر بیہدہ تقریر

اس بزمِ طرب میں جو کھنچی آئی ہے دُنیا
یہ رامؑ کے اک لالؑ کی ہے عزت و توقیر

ہاں دیکھتا ہے صاف مرادیدۂ ہشیار
اس بزم میں موجود ہیں اوتار، خضرؑ، پیر

برساتے ہیں دولہا پہ گہر حضرتِ "راما"
گردونِ جفا پیشہ ہے شرمندہ و دلگیر

"سیتا" نے عطا کی ہے اسے پھولوں کی مالا
تابندہ ترا زہرہ سے اب انجمِ تقدیر

لچھمن نے اسے باندھا ہے اک سونے کا سہرا
کیوں خاکِ قدم اس کی نہ ہو غیرتِ اکسیرا

دی "کرشن" نے انگوٹھی اسے رشکِ سلیماں
ہر نقشِ نگیں جس کا ہے اک آیۂ تسخیرا

نانکؑ نے عطا کی اسے دستارِ جواہر
ہر تار میں جس کے ہے مہ و مہر کی تنویر

ماں باپ کی ہمراہ رہیں اس کے دعائیں
ایشور سے ملے دولت و اقبال کی جاگیر

حق اس کی زباں میں وہ بھرے شیریں کلامی — اعدا کو بھی آغوش میں لے دامنِ تاثیر!
وہ علم عطا اس کو ہو ویدوں کا مکمل — ہر آیہ کی وہ کر سکے سو رنگ میں تفسیر
بھگتی کی وہ اس رنگ میں ستار بجائے — آفاق میں ہو جس کا سرافرازِ بم و زیر
پیچ کہنے میں ارجن کے چلے نقشِ قدم پہ — ہو گوشہ نشیں اس کے کمالات کا نخچیر!

دیہات سدھار

(۱)

دلِ مرا دہقاں - تری حالت پہ لرزاں ہوگیا — آنسوؤں سے تر مرا دامانِ مژگاں ہوگیا
روشنی کی شمع سے محروم ہے محفل تری — تیرے ہاتھوں سے ترے مرنے کا ساماں ہوگیا
پل رہی ہیں تیرے گھر میں ظلمتوں کی ناگنیں! — گھر ترا اے دشمنِ جاں تجھ پہ زنداں ہوگیا
کر چکا ہے تو ہزاروں مرد و زن نذرِ اجل — ہائے کیا ارزاں ترے گھر خونِ انساں ہوگیا
تیری صحت پر گریں تاریکیوں کی بجلیاں — تیرا باغِ راحت و آرام - ویراں ہوگیا
ایک روشن دان کی بھی تو نہیں رکھتا مجال — تو کیا میں عاقبت فہمی سے عریاں ہوگیا!
گھر ہوا کی رفت و آمد سے معرا ہے ترا — آہ! یہ تیرا مکاں گورِ غریباں ہوگیا
ہر گلی ناپختہ تیری اور غلاظت موج موج — راہ رو ہر اک قدم پر پا بجولاں ہوگیا
کھاد کو کرتا نہیں ہے - دفن تو زیرِ زمیں — یہ ترا گنجینہ نذرِ بادِ و باراں ہوگیا
قوتِ نشو و نما اس کھاد سے ہے کالعدم — اک جہاں بے دانشی پر تیری حیراں ہوگیا

جس نے سید کی نصیحت کو کیا دل سے قبول
آسمانِ پیر اس کے زیرِ فرماں ہوگیا

(۲)

کچھ مجھے کہنا ہے تجھ سے آج اے گوشہ نشیں
دل ترا گو بہرِ انساں اک محبت گاہ ہے
دیکھ کر تیرے قصائد دل میں آتا ہے خیال
کیا درِ ممدوح بھی ہمدوشِ بیت اللہ ہے

اس سوالِ پُرخرد کا عرض کرتا ہوں جواب
طالبِ انصاف لیکن بندۂ درگاہ ہے
کیا ہے یہ حکمِ وظیفہ۔ کیا ہے تاکیدِ نماز
تشکرِ احسانات کی تعلیم کی اک راہ ہے

حالِ دہقاں دیکھ کر مجھ پر نیا عالم ہوا
آنکھ میں آنسو، جگر میں داغ، دل میں غم ہوا
موت اور شادی میں اخراجات تیرے دیکھ کر
ابر کو گریہ ہوا اور چرخ کو ماتم ہوا
یہ ترے بے جاں مویشی ایک مشتِ استخواں
ہند کو آیا غضب تجھ پر۔ وطن برہم ہوا
ہیضہ و طاعون کے حملوں میں ٹیکے کا علاج
تیرے مہلک زخم کو اک بے بدل مرہم ہوا
کیمیا سے ہے کہیں بہتر زمیں کا استعمال
ہے وہی بافہم جو اس راز سے محرم ہوا

ہو مصفّا دل ترا پُرنور ہو تیرا ضمیر
آئے گی پھر محسنوں[1] کی تجھ کو ہر گُل سے شمیم
سرو قد ہو ایستادہ اور جھکے تعظیم سے
حاکمِ عادل کے استقبال کو تیرا حریم
طاعت و ایثار کی لاکھوں جلا کر مشعلیں
اک تجلّی کہ بنا دے گاؤں کو مثلِ کلیم
واجب التعظیم ہیں تیرے لئے وہ حکمراں
جو رہیں تجھ پر ہمیشہ عدل فرما اور کریم

[1] احکامِ عادل۔

تیرے داموں کے عوض میں[1] دینگے تجھ کو نکبتیں
اس چمن[2] چہرہ کے غازے پہ نہ جانا اے پسر
حسن ہے اس کے عذارِ آتشیں کا دہر سوز
اس پری چہرہ کی صورت پر نہ جانا بھول کر
تجھ کو دامِ مکر میں لاکر کریں گے[3] تجھ کو ہلاک!

کچھ نہ دے دھوکہ تجھے اسراف کی اونچی دکاں
تیرے گلشن پر ہے اس کا ہر نفس بادِ خزاں
برق ہے یہ عقل کے خرمن کو اک آتش فشاں
آستینوں میں یہ رکھتی ہے کئی افعی نہاں
روزِ روشن کی طرح ہے جال یہ کیسا عیاں

یہ تری زر سوز شادی یہ تری رسمیں تمام
تیری دہلی نذرِ قتلِ عام ہوگی صبح و شام
سردِ آتش بازیوں نے کر دیا بازارِ زر

دستِ غارت بیں ہیں یہ چنگیز خاں کا افتخار
زندگانی سوز یہ رسمیں ہیں گر تجھ پہ سوار
گویا تجھ کو گنجِ زر تھا اک بلائے ناگوار

ڈولیوں پر سے کچھاور مال کرنا اس قدر
تو اگر تنبول ہیں اوروں کو دے صد اشرفی!
تیری پکی روٹیوں نے کر دیا تجھ کو فقیر
مختصر خوش طور اور ذی ہوش ہو تیری برات

ڈوب جائے پھر نہ کیوں کر مال و زر کا آفتاب
اک تہائی لے سکے گا غور سے کر لے حساب
مہرِ تُو تیرا بن گیا ہے اِک حباب
جنت الفردوس ہے تیرے لئے یہ انتخاب

کس قدر دیوانگی کا حشر ہے تیرا دماغ!
تیری اِک اِک شاخ پر گائیں گی لاکھوں بلبلیں
تو وفا کا اک نمونہ بے بدل بن کر دکھا!

تو جہالت کو سمجھتا ہے فراست اور ہنر
علم کے پھولوں سے تیرا نخل ہے گربار ور
تجھ کو پھر سید کہے گا اِک خرد پرور بشر!

---

[1] سرمایہ دار لوگ ۔ [2] قرض ۔ [3] سرمایہ دار ۔

(۳)

سن بگوشِ ہوش اے دہقاں ذرا میرا سخن
ایک دو لایا ہوں کلیاں چھان کر باغِ علن

جو مجھے کہنا ہے کہدوں گا میں منہ پر صاف صاف
بے خطر کرتے ہیں شاعر امرِ حق کا انکشاف

نبضِ موجودات میں جنبش تری ہستی سے ہے
اور سکوتِ بربطِ عالم تری پستی سے ہے

سایہ افگن ہے سر پروتان پر تیرا ہما
سازِ ہفت اقلیم کو مضراب ہے بازو ترا

ہے جہاں کے جسم کو تیرے عناصر سے قیام
تو نہ ہو تو قصرِ ہست و بود کو ہو انہدام

تیرے دم سے ہے رگِ قلبِ زمانہ میں لہو!
ہے بہار افروز تجھ سے گلستانِ رنگ و بو

آبِ حیواں ہے زمانہ کو عرق ریزی تری
معدنِ عالم کی ہے زینت گہر ریزی تری

نور ہے تو دیدۂ اہلِ جہاں میں بالضرور
شکر کا زانو بشر کرتے ہیں تہ تیرے حضور

سب صحیح۔ نعمت ہے دنیا کیلئے تیرا وجود
ان دنوں لیتا رہے لیکن تجھی دانش کا بود

جب کبھی پڑتی ہے۔ انساں کی نگاہِ امتحاں
تیرے گھر پر قید خانے کا گزرتا ہے گماں

گندگی کیچڑ تعفن۔ خار و خس اور تیرگی
شپرک سے بھی کہیں بدتر ہے تیری زندگی

باغ میں تیرے نہیں شادابیٔ علم و ہنر
نخل پر تیرے نہیں ہے سرفرازی کا ثمر

نکہت لعل و گہر سے پھول ہے خالی ترا
شاخ میں ملتا نہیں ہے آبِ عشرت کا پتا

تابکے یہ خوابِ غفلت تابکے بے دانشی
رنگ لائے دیکھئے کیا تیرا رنگِ خامشی

کچھ مداوائے مرض تیرا نظر آتا نہیں
اب مسیحا بھی اگر آئیں تو پھر جائیں وہیں

دہر میں اقبال و دولت کا لگا ایسا چمن
وادیٔ کشمیر پہنے یاس و حسرت کا کفن

زندگی کا ہو تری قائلِ جہانِ ممکنات
ہو ترے دُرجِ بدن کو بھی عطا دُرِّ حیات

شاعری

طائرِ مضموں کو دامِ فکر میں کرنا اسیر
کاٹ کر لانا ہے کوہِ بیستوں سے جوئے شیر

گوہرِ معنی پرونا رشتۂ تحریر میں
ہے دکھانا آئینہ بہزاد کو تصویر میں

چوم لے اس کے قدم کو مسندِ عز و شرف
آسماں کا مرغ ہو جس کے تخیل کا ہدف

شاعری بھی چشمۂ حیواں ہے بے چون و چرا
زورِ تدبیرِ سکندر ہو جہاں بادِ ہوا

ہر کسے را بہر کارے، یہ صحیح ہے لاکلام
شاہدِ عادل ہے اس پر قدرتِ حق کا نظام

مصحفِ آئینِ فطرت پر جو حاصل ہو عبور
جا بجا دیکھوگے تم فرقِ مراتب کا ظہور

فاختہ قمری کبوتر بن نہیں سکتے ہزار
غیر ممکن ہے کہ ہو ہر ایک موتی شاہوار

تابِ خورشیدِ منور لا نہیں سکتا قمر
سرو کا ہمدوش ہو سکتا نہیں ہر اک شجر

طور کا ہم مرتبہ کہسار ہو سکتے نہیں
حکمراں ہے سب نگینوں پر سلیماں کا نگیں

سحر پر اعجاز کو ہے برتری اور امتیاز
زاغ ہو کیونکر شجاعت میں حریفِ شاہباز

بے ہنر کے سر پہ ہے خاکِ رہِ اہلِ کمال
ہو غبی تلمیذِ رحماں۔ یہ ہے اک امرِ محال

حلقۂ افلاس

بتا دے صاف اے سیدؔ ترا جو ہے سچائی!
عطا کی ہے ازل نے تجھ کو بیباکی کی برنائی

کچل ڈالی ہے کس نے زیرِ پا تری صفدری
ترے خوں سے یہ کی کس نے ترے لبوں پہ گلکاری

ترے سامانِ عشرت پر گرائیں بجلیاں کس نے
ترے آرام و راحت کا جلایا آشیاں کس نے

ترے دریائے فرحت کو کیا ہے آبِ جو کس نے
تری شاخِ مسرت کو کیا ہے بے نمو کس نے

ترے باغِ تمنا میں یہ بھیجی ہے خزاں کس نے
کیا ہے رشکِ ویرانہ یہ تیرا گلستاں کس نے

ترے دل کا گھر توڑا ہے کس کے سنگِ خارا نے
اذیت کس سکندر سے اٹھائی تیسے دارا نے

تری دنیائے ارماں کا چمن کس نے اجاڑا ہے
تری امید کو زیرِ قدم کس نے لتاڑا ہے

ترے ذوقِ نوا کے دل پہ کیوں اتنی گرانی ہے
یہ کس نا مہرباں کی تیرے دل پر مہربانی ہے

کیا منقار زیرِ پر یہ تجھ کو کس ستمگر نے
بھلا دی کس لئے پروازِ گردوں تیسے شہپر نے

فلک پر کیوں نہیں پڑتا ترے تخئیل کا سایہ
نہیں ہے کس لئے محسودِ شاعراب ترا پایہ

گلہ مجھ کو کسی سے بھی نہیں بے لاگ کہتا ہوں
اسیرِ حلقۂ افلاس ہی دن رات رہتا ہوں

ہندو ہائی سکول وزیر آباد

بنا کر مدرسہ اس کو چلانا سیکھ ہندو سے
ظفرمندی کی گنگا میں نہانا سیکھ ہندو سے

تھپیڑوں سے، بھنور سے، موج سے دست و گریبانی
دُرِ مقصود آخر کار پانا سیکھ ہندو سے

فلک کی رفعتوں کو ناز ہے اس کے عزائم پر
قدم میدانِ ہمت میں بڑھانا سیکھ ہندو سے

اُڑے ہے پرچمِ فتح و ظفر کس شان سے اسکا
ٹرافی[1] جنگ کے میداں میں پانا سیکھ ہندو سے

سبق دیتا ہے یہ جانبازیوں کا کوہکن کو بھی
لہو کہسار کی رگ سے بہانا سیکھ ہندو سے

بتایا قوم کو اس نے خودی کا رازِ سربستہ
رخِ اسرار سے پردہ اٹھانا سیکھ ہندو سے

لگا لے قیس کو سینہ سے لیلیٰ جوشِ الفت میں
درِ محبوب پر دھونی رمانا سیکھ ہندو سے

---

[1] ٹرافی انگریزی زبان میں فتح کے تمغہ کو کہتے ہیں۔

یہ عیسائی وہ موسائی۔ یہ تلّی اور وہ بھرائی! — فسانے یہ نفاق افزا مٹانا سیکھ ہنود سے
تمیزِ رنگ وخوں کے داغ سے امن ہی پاک اسکا — خزانہ وسعتِ دل کا لٹانا سیکھ ہنود سے
حرم کے بھی عنادل[1] ایک ہیں دو ہیں اس گلشنا میں — حجازی کو بنارس میں بسانا سیکھ ہنود سے
تری اے باغبانِ[2] گلستاں یہ گلشن آرائی! — گلوں کو علم کا امرت پلانا سیکھ ہنود سے
ترے اس باغ کے دیگر شجر ہندانِ[3] خوش سیرت — سندِ یزدان کی خالق سے پاپا سیکھ ہنود سے
یہ زیبِ[4] مسندِ جلسہ۔ یہ شمعِ محفلِ شاہان! — جہانبانوں کو کلبہ میں بلانا سیکھ ہنود سے
یہ تشریف آوری اس بزم میں صدرِ معظّم کی — فلک کے تخت پر سورج کو لانا سیکھ ہنود سے
یہ سیّد ہند میں رہ کر یقیناً ایک ہندو ہے — قلم کا زور شعروں میں دکھانا سیکھ ہنود سے

آہ علامہ حافظ احمد دین جعفری

(۱)

کیوں نہ ہو تیری جدائی سے ہمارا دل فگار — ہم نہ پائیں گے کہیں مرحوم ایسا غمگسار
گو نجا تھا جس کے نغموں سے جہاں کا گلستاں — اڑ گئی ہے بوستانِ نیستی کو وہ ہزار
عمر بھر محوِ نوا ریزی رہی جو عندلیب — ہے چمن زارِ بقا میں بن گیا اس کا مزار
قیس کی صورت گریباں چاک ہیں اہلِ وطن — دارِ عقبےٰ کو سدھاری لیلیٰ محمل سوار
ساقیٔ میخانہ مشرق۔ الٰہی۔ کیا ہوا — جاں بلب ہیں تشنگی کے ہاتھ سے صہباگسار
قیس سے دردِ فراقِ دلربا پوچھے کوئی — ہے جنوں کے جوش میں جس کا گریباں تار تار

[1] مسلمان طالب علم [2] لالہ بندرابن ہیڈ ماسٹر ہندو ہائی سکول وزیرآباد۔
[3] ہندو ہائی سکول کے دیگر استادان۔ [4] لالہ گوردت سب جج۔

مانتا تھا جس کو عالم شہسوارِ بے بدل | دیکھتے ہیں اس کا ہم چشمِ تصور سے غبار
بے طرح بادِ خزاں نے ظلم برپا کر دیا | کیا عجب آئے نہ گر اس گلستاں میں پھر بہار
گو صحیح ہے مرنے والے آ نہیں سکتے کبھی | ہے پئے دیدار لیکن دل ہمارا بے قرار
آج اس محبوب نے ہم سے کیا ترکِ کلام | دولتِ ایمان و دل جس پر رہی برسوں نثار
دردِ دل سے مانگتا ہے یہ دُعا گوشہ نشیں! | دہر میں مرحوم ساں عالم ہوں پیدا بار بار

(۲)

گلشنِ علم و ہنر کا باغباں جاتا رہا | آج عالم سے ہمارا مہرباں جاتا رہا
پل رہے تھے گود میں جس کی ہزاروں آفتاب | وائے بر جورِ فلک وہ آسماں جاتا رہا
جس کا لہرایا جہاں پر پرچمِ جاہ و حشم | کیا کہیں وہ کس طرف شاہِ جہاں جاتا رہا
خدمتِ اسلام میں کی زندگی جس نے بسر | انقلابِ دہر سے وہ پاسباں جاتا رہا
جس پہ اہلِ ہند نے سجدہ کیا تعظیم سے | آسماں کے ظلم سے وہ آستاں جاتا رہا
محو ہیں آہ و فغاں میں قمریاں جس کے لئے | جور سے طوفاں کے وہ سروِ رواں جاتا رہا
جو کھٹکتا خار بن کر آنکھ میں اغیار کی | وہ گلِ یکتائے گلزارِ جہاں جاتا رہا
پھر رہے ہیں قافلے سب جا بجا بھٹکے ہوئے | راہنمائے بے عدیلِ کارواں جاتا رہا
سیکھتے طرزِ ترنم جس سے مُرغانِ جہاں | باغ سے وہ بلبلِ شیریں بیاں جاتا رہا
شاطرانِ ملتِ بیضا پہ چھائی بے کسی! | معرفت کے گنجفے کا رازداں جاتا رہا
خاک بر سر اور گریباں چاک ہیں سارے مرید | پیشوائے دہر اور پیرِ زماں جاتا رہا
جو پلاتا تھا مئے علم و ہنر گوشہ نشیں | میکدہ سے آج وہ پیرِ مغاں جاتا رہا

تجلیات

(۱)

ہے یہ عشقِ مرتضےٰ کا ایک ادنےٰ سا اثر
ہم نے مشرق کو کیا سجدہ پھرا کعبہ ادھر

آ گئے وہ۔ آیا مرے سینہ میں سیلابِ نشاط
چل دیئے۔ چل دی مرے دل کی بہارِ انبساط

حضرتِ حیدر کی ہے سرکار کا سیّد ملنگ
خلد کی رکھتا نہیں ہے وہ ذرا دل میں امنگ

ہے بتوں کا میرے سینہ کے حرم میں پھر ہجوم
اے سوارِ دوشِ احمدؐ اے درِ شہرِ علوم

یار کے دل میں بنایا ہے رقیبوں نے مکاں
اُلوؤں کو مل گیا گویا ہما کا آشیاں

خود بخود رکھ دیں جو تاجِ خسروی تیرے حضور
مان لیں ہم بھی مقدّر کا اثر ہے بالضرور

دشمنِ آلِ عبا کو چاہتا ہے۔ تو اگر
مغفرت کی حق نہ ڈالے گا کبھی تجھ پہ نظر!

خاندانِ مصطفےٰ کا ہے اگر تجھ پر عتاب
تو نے۔ اے ناداں خریدا۔ دین و دنیا کا عذاب

ہو الٰہی بخت اپنا اس قدر اقبال مند
میری گردن میں رہے شبیرؑ کے غم کی کمند

تیغِ حیدر کا نمونہ ہیں مرے اشعار سب
خائف و ترساں نہیں ہیں مجھ سے جلتے ہیں سب

(۲)

دیکھ لیتے ہم جو زندانِ جہاں کو ایک بار
عمر کے شبدیز پر ہوتے نہ ہم ہرگز سوار

بلبلوں کے گلشنِ جاں میں چلے بادِ بہار
پھول بھی پروانہ صورت ہوں اگر ان پر نثار

ہو گیا ہے دامنِ تر پاک میرا اے حشر
تیری خورشید کیا تجھ کو نہیں آتی نظر!

بے نیازی کا ہے بحرِ بیکراں خوئے صنم
اس پہ بھی حیرت ہے مجھ کو حسن پر مرتے ہیں ہم

لاکھ ہو زلفِ بُتِ دُنیا مزیّن اور حسین!
مُرغِ زیرک اس کے پھندے میں کبھی آتا نہیں

خونِ انساں پی کے ہے فربہ تنِ سرمایہ دار
پیٹ منعم کا ہزاروں آہوؤں کا ہے مزار

آبلہ پائی سے لیلیٰ بھی اگر دوچار ہوا!
قیس کو حاصل وصالِ یار بے تکرار ہو

قبرِ اسکندر سے آتی ہے ندا شام و سحر
حسرتوں کا ہے مرقع عمرِ فانی اے بشر

بھیج دو مجھ کو سیاہی چہرۂ نمرود کی
چاہو نظمِ منقبت جو حاسدِ مردود کی

اشتیاقِ ماتمِ شبیّر، تشکل سوگوار
حق تعالیٰ کا عطیہ ہیں یہ گوہر شاہوار

کر دیا دورِ خزاں میں طائرِ دل کو رہا
دیکھنا دلدار کے عہدِ رہائی کی ادا!

(۳)

جب سحابِ خامۂ سیّد ہوا۔ زیبِ زمیں!
گرد اربابِ حسد کے کفر کی بیٹھی وہیں!

ششدر و حیراں ہیں عاشق یار کی تدبیر سے
ماسوا باندھا ہے جس نے بال کی زنجیر سے

ہے عبث امیدِ راحت عالمِ برباد میں!
ہے یہ اک بیرحم شیریں جانِ فرہاد میں

بُت نے اس ڈھب سے قفس کی جوڑ دی ہیں تیلیاں
مُرغِ دل کو ہو نگہ سے بھی نہ سیرِ گلستاں

تیرے ہاتھوں سے ہے وقفِ آہ و نالہ ہر بشر
کوئی تجھ کو پوچھنے والا نہیں آتا نظر!

موجِ رخسارِ صنم پر آبِ شباب آنے کو ہے
دانہ دانہ خرمنِ ایماں کا بہہ جانے کو ہے

دل مرا زلفِ صنم میں ہے گرفتارِ ملول
عید کا مژدہ اسیرانِ ازل کو ہے فضول

چشمِ مجنوں سے رکھا یہ راز حق نے مستتر!
محمل اس کی قبر پر آتی رہے گی تا حشر

قتلِ ابنِ ساقیِ کوثر کا وہ ہائے جواز!
احتراز از مذہبِ مُلّاں خدارا احتراز

منزلِ مقصود کی زینت ہوا میرا جنوں
عقل آغازِ سفر میں رہ گئی خوار و زبوں

جو مسلماں دہریت کے ہیں انہیں و غمگسار
دیر کے آگے حرم کو بیچتے ہیں۔ نابکار

(۴)

کر دیا ہے گو فلک نے بے سر و ساماں مجھے
ہے تگ و دو اس شکستہ پائی پر آساں مجھے

آہ اے شوریدہ قسمت۔ تیری آہِ بے اثر
تیری شامِ ہجر پر چلتا نہیں سحرِ سحر

شان کے شایاں ہر اک چہرہ کو زیور چاہیئے
شیخ کو زر۔ رند کو ایماں کا گوہر چاہیئے

مرحمت اس کو کریں گے جامِ کوثر بوتراب
ہو رُخِ ایماں پہ جس کے رونقِ حسنِ شباب

دہر کے اسرار کے در پیئے ہے وہ ناداں بشر
ہار کر جو کہہ رہا ہے چرخ کو حدِ نظر!

حسن نے کھائی ہے تیرے عشق سے ایلو شکست
ہو گیا شہباز اک مرغِ زبوں سے زیر دست

شمع ساں یہ دل ہمارا موردِ آلام ہے
آہِ شعلہ بار و گریہ سے ہمیں تو کام ہے

آپ ہی اپنی کہانی اس لئے کہتے ہیں ہم
کچھ نرالے جورِ دستِ چرخ سے سہتے ہیں ہم

تمام شد

ضمیمہ

حضرتِ ٹھاکر

بغض و حسد کے شہر میں میرا نہیں گزر
داغِ نفاق سے ہے مبرّا مرا قمر!
دامن ہے پاک میرا تعصب کی گرد سے
تازہ ہے آبِ وسعتِ دل سے مرا شجر!

وہ سر کے بل گرے گا مذلّت کے چاہ میں
کانٹے رکھے گا جو مرے خامہ کی راہ میں

پُر ہے پیالہ میرا مئے ہوش یار سے
محفوظ ہوں میں محتسب کی گیر و دار سے
روشن ہے میرے سینے میں ایثار کا چراغ
بیگانہ ہے یہ خلد کدورت کی نار سے

افلاک سے ہے قصرِ محبّت مرا بلند
ہے گردنِ جہاں میں مرے اُنس کی کمند!

ممدوح تیرا زید ہے۔ مدّاحِ بکر میں
قربانِ مہر تو ہے۔ گرفتارِ بدر میں
تو کہکشاں کے حلقۂ گیسو کا ہے اسیر
مہتاب کے ہوں چہرۂ انور کی نذر میں

تیری پسند اور ہے۔ میری پسند اور
میخانہ جہاں میں ہے۔ رنگینیوں کا دَور

رخسارِ گل کو چومتا ہے شوق سے ہزار
شمشاد پر ہے فاختہ سو جان سے نثار
کرتا ہے کبک کوچۂ مہتاب کا طواف
قمری فراقِ سرو میں ہے۔ زار و بیقرار
جادوگرِ ازل کے ہیں یہ شعبدے تمام
صدہا صنم ہیں۔ گردنیں لاکھوں۔ ہزار دام

تیرا بھلا نہ ہو کہیں اے تنگیٔ نظر
تیری نگہ میں ایک ہیں خاشاک اور گہر
موتی کو تو سمجھتی ہے۔ اک پارۂ صدف
تیرے دماغ میں ہے۔ یبوست کا یہ اثر
دن کو تو رات کہتی ہے۔ اور دوپہر کو شام
ہیں تیرے دم سے رونما۔ یہ تفرقے تمام

باندھیں گرہ میں میرا سخن شیخ و برہمن
مقبول بارگاہ ہے۔ انسانِ خوش چلن
خوشتر زغن کے شور سے ہے نغمۂ ہزار
ہے برگ و کاہ و شاخ سے بہتر گلِ چمن!
فی المعنی چاہنے کے ہے۔ لائق وہ حکمراں
حق کی طرح ہو خلقِ خدا کا جو پاسباں

دیکھوں سدا میں حضرتِ ٹھاکر[1] کو شادکام
عدل و کرم سے ہے جنہیں شام و پگاہ کام
معدوم جن کے دل سے ہے پندار کا مرض
شاہ و گدا کا ہے جنہیں منظور احترام
میں اُن کے دامِ خلق و محبت کا ہوں اسیر
ان کو بنائے ملکِ تمنا کا حق امیر

[1] ٹھاکر لٹت چند ڈپٹی کمشنر گوجرانوالہ۔

انوارِ سخن

(۱)

رُوئے جاناں کے تصور میں سدا رونا ہوں میں
پڑھ کے قرآں داغ ہائے معصیت دھوتا ہوں میں

خشک بے پانی ہوا اصغر کا گلزارِ حیات
کوہ و صحرا تیرے سر پر خاک ڈالیں اے فرات

بے زری میں بھی رہی فطرت ہماری سربلند
گاہ گردن میں نہ ڈالی فیض و احساں کی کمند

صُبح کو اللہ اکبر جب موذّن نے کہا
وصل کی شب کے گلے پر اس نے خنجر رکھ دیا

طوق ہے۔ ہالہ نہ کہنا گرد اسے اے بے خبر
بوستانِ پنجتن کی ایک قمری ہے قمر

کاسۂ گردوں کو اُلٹا دیکھ کر آیا خیال
ہے عبث مردِ رفیع الشان سے کرنا سوال

نارِ دوزخ سے ہمیں آرام وہ حاصل ہوا
جیسے سرما میں الاؤ سینکتا ہو بے نوا

تجھ پہ سایہ ابر کا ہے مجھ پہ سایہ ہے ترا
تجھ پہ ہوں قرباں مرے ماں باپ اے آلِ عبا

زہر تھی یہ عشرتِ دنیا کھلا وقتِ ممات
ہم سمجھتے تھے جسے سرمایۂ آبِ حیات

ہم رکھیں گے پنجتن کو جان سے اپنی عزیز
ہے ہمارے چھُوٹوں کو حاصل زرِ عقل و تمیز

(۲)

کیوں نظر رکھتا ہے حاسد مجھ نحیف و زار پر
پائے نازک رکھ دیا ہے اُس نے نوکِ خار پر

سیر تیرے باغ کی ہم کیا کریں اے باغباں
یاں قفس ہے اور نہ ہے صیاد کا کوئی نشاں

گُم ہیں ہم جسمِ بشر سے ہم ہیں وہ زار و نحیف
موت سے پہلے ہوا ہمکو عطا جسمِ لطیف

آنکھ اے نرگس نہ بھولے سے جھپکنا زینہار
یہ فنا آمیز منظر ہے بہت بے اعتبار

[له] فاقہ شکنی کیلئے بیع کر دیا اپنا مکاں
اپنے ہاتھوں سے جلایا ہم نے اپنا آشیاں

له گوشہ نشین صاحب کو انکے ایک دوست کرنل احمد حسین نے عمر بھر خوراک و لباس دینے کا وعدہ کیا لیکن انہوں نے نہ مانا ۱۲

کیا کہیں ہم اس کے حق میں اے خدائے لامکاں
جو بہ یک ساعت ہوا چالیس گھر میں میہماں

دل پہ کیوں غالب ہے تیرے خواہشِ مینا و جام
یہ خدا کا گھر ہے ظالم پاک رکھ اسکو مدام

ہے اِدھر حاسد اُدھر سید سنیں اہلِ خبر
ایک پلے میں ہے تانبا دوسرے میں سیم و زر

ہوگئیں گلزار کی سب رونقیں نذرِ خزاں
تھی ابھی ہم کو تلاشِ شاخ بہرِ آشیاں

گر پیئے تو میرے کہنے پر مئے عہدِ غدیر
دل ترا ہو روشنی میں غیرتِ ماہِ منیر

(۳)

توڑا اعدائے علی کی دم میں اے مولا کمند
دیر گیرد سخت گیرد ہم نہیں کرتے پسند

برملا پردے سے شیریں نے آخر کہہ دیا
جاں مری فرہاد پر، اے جانِ جاں ہوگی فدا

زینتِ ساحل کریں گے بس اُسی کا مدعا
موج کو کشتی جو سمجھے اور بھنور کو ناخُدا

بڑھ گیا کعبہ کا جس مولود سے عزّ و وقار
میری موجوداتِ ایماں کا ہے وہ پروردگار

ہم بتلاتے ہیں کہاں رہتا ہے ابنِ معاویہ
زینتِ قعرِ جہنم زیبِ قعرِ ہاویہ

دوپہر کو بھی نظر آئے نہ جس کو آفتاب
وہ نہ استدلال سے مانیں گے شانِ بوتراب

ہے رُخِ شاہِ جہاں کو دیکھنا عینِ نماز
ذکرِ حیدر ذکرِ قرآں ہے بحکمِ کارساز

ہے اگر گوشہ نشیں حاسد تو اسے گوشہ نشیں
کیا علی سا مولا و یاور ترے سر پر نہیں

ہے وہی اپنا امیں و پاسدار و غمگسار
کاٹ دے جبریل کا پر جس کی ضربِ ذوالفقار

جُز نہالِ بے نیازی کیا ہے بستاں میں ترے
جُز گلِ حسرت ہے کیا گلزارِ ارماں میں مرے

(۴)

چودہ تک آتا ہے حق کے لطف سے گنتا مجھے
ایک دو اور تین تک گنتا مبارک ہو تجھے

عرصۂ محشر میں میرا دیدنی ہوگا وقار
جب مرے سر پر رکھے گا ہاتھ دستِ کردگار

کارزارِ شعر میں گوشہ نشیں ہے کامگار
سرخرو ہے خونِ حاسد سے قلم کی ذوالفقار

ہے یہاں بوئے گلِ افلاس بوئے پیرہن
خوشتر از فردوس ہے یہ مجلسِ رنج و محن

مدتوں رہتے ہیں پہلے بندۂ شیرِ خدا
بندۂ حق بعد میں ہوتے ہیں اربابِ صفا

نعش پر اس نے گرائی طعن ہی برقِ سخن
ظلمتِ عصیاں سے جب کالا ہوا میرا کفن

یار کو کیا خط لکھے گوشہ نشینِ بے نوا
اجرتِ پیغام بھی تو کر نہیں سکتے ادا

اللہ اللہ کیا کریں ہم منقبت اس کی رقم
جو رکھے خیر الوریٰ کے دوش پر اپنا قدم

ہر سبب میں دستِ بازو پر میں رکھتا ہوں نظر
بعد اُسکے ہوں مسبب کے کرم کا منتظر

اے شبِ وصلت خدارا دُور رہ ہم سے مدام
ہو گئے ہیں ہم شبِ فرقت کے احساں کے غلام

(۵)

کی جو ہم نے جستجو اُسکی مکاں بعد از مکاں
لامکاں میں بھی نہ اس کا مل سکا کوئی نشاں

چودھویں کا چاند جانیں تب تجھے ہم اے صنم
رات بھر ہم پر رہے جو تیرے چہرے کا کرم

نہ کرے زانوادب کا جس کے آگے جبرئیل
پُوچھتا ہے تو عبث اُسکی فضیلت کی دلیل

دلرُبائی۔ بے نیازی۔ عہد شکنی اور جفا
ایک مشتِ خاک کو جوہر ہوئے کیا کیا عطا

مدح اے بنتِ پیغمبر ہو تری کیسے بیاں
سرو قد اُٹھتے تری تعظیم کو فخرِ جہاں

ہجر کی تیرہ شبی میں عمر کی ہم نے تمام
گویا ہم زندہ رہے اک رات کے لئے بے انام

یہ نہیں رعشہ ترے ہاتھوں میں اے شیدا جام
کانپتا ہے دیکھکر دوزخ میں تو اپنا مقام

ایک تنکا شرع کے تو سر پہ مارے گا اگر
سر پہ پڑ جائینگے ترے سنگِ گراں روزِ حشر!

رکھدیا کا ہیدگی نے میری شاخوں پر تبر
بدر بنکر کیا ملا ہے مجھکو اے جانِ پدر

جا لگتی ہیں روئے ہم خوفِ حشر سے اسقدر
تبر کرآتا جو ہم کو دیکھنے آتا بشر!

(۶)

ہم نے یہ دیکھا ہے سلطان و گدا میں امتیاز
ہیں سے اک سرنگوں ہے اک جا سے سرفراز

کوئی بھی اپنا نہیں بجز شاہِ مرداں کارساز
کوئی جز احمد نہیں کونین میں بندہ نواز

کیا نہ مرنے کو یہاں تیری رضا لائی ہمیں
دل بتوں سے بھی لگایا پر نہ موت آئی ہمیں

جانکنی میں آ گیا کیا اسکے چہرے پر شباب
شیخ کے جب کان میں ہم نے کہا جامِ شراب

ختم ہونے کو نہیں آتیں یہ باتیں دل جلی
اِک تماشہ بن گئے یارانِ بوبکر و علی

گوشِ شنوا سے مری سن بات اے گوشہ نشیں
منکرِ حیدر محمدؐ کا ہے منکر بالیقین

اے شہنشاہِ دوعالم۔ اے علی المرتضٰے
اِک تیرے دیدار کو آنکھیں ہوئیں ہم کو عطاء

دُور ہیں وہ شاہراہِ قدرتِ حق سے کہیں
جو بجسمِ عنصری معراج کے قائل نہیں

رحمتِ حق نے دیا ہے ہمکو عسرت کا مرض
کچھ لبِ جاں بخشِ عیسٰی سے نہیں ہمکو غرض

ہجر کے تپ سے مرا منہ سُرخ ہو جاتا اگر
ڈوب جاتا شک کے دریا میں رقیبِ بدگہر

(۷)

فخر کرتا ہے بجا اس بات پر گوشہ نشیں
ہے درِ فرمانروائے طوس[1] پر اُسکی جبیں

میرے قدموں پر گرائے نخلِ حاتم[2] نے ثمر
مرغِ استغنا نے پر دیکھا نہ ان کو اک نظر

یہ تیری سرکار سے تحفہ ملا اے جانِ جاں
دردِ دل۔ زخمِ جگر۔ رنج والم۔ آہ و فغاں

کہدیا اہلِ تناسخ نے یہ مجھ کو دیکھکر
قیس کو بھیجا ہے حق نے ہند میں بارِ دگر

کان دیکھے واتہ تیرے۔ غنچۂ عنبر فشاں
بلبلِ دل کیا سنائے دردِ دل کی داستاں

رکھدیا تقدیر نے دریا کی موجوں میں گہر
تا وہ دیکھے قوتِ بازوئے تدبیرِ بشر

[1] امام علی رضا علیہ السلام ۱۲ [2] کرنل شیخ احمد حسین میونسپل کمشنر وزیر آباد ۱۲

رازِ عرفاں سے جسے حاصل نہیں کچھ آگہی
کوئے بت سے خلد کو بہتر سمجھتا ہے وہی

دردِ عسرت کو کیا کم بیچ کر اپنا مکاں
کالعدم ہے باغِ دنیا سے ہما کا آشیاں !

خواب میں دیکھا ہے اپنے آپ کو گرداب میں
عمر بھر دیکھیں گے موجِ غم دلِ بیتاب میں

ہم بنائیں گے شہِ مرداں کو اپنا راہنما
خاک کو چشمِ کرم سے جو بنا دے کیمیا

(۸)

مشعلِ توحید پر سارا جہاں شیدا ہوا
مرتضیٰ پیدا ہوئے تو کبریا پیدا ہوا

دُود کو ہم دُود سمجھے عمر کو سمجھے شرار
آہ و شعلہ سے ولادت ہے ہماری ہمکنار

حاسدوں کا دل ہے مولا نذرِ گردابِ الم
کاش تُو ہم کو عطا کرتا نہ یہ زورِ قلم

جس نے سائل کو رکوع میں کی عطا انگشتری
اس کو حاصل ہے سب اہلِ ماسوا پر برتری

تیری ہستی سے ہے محک مخلوق میں۔ یا مرتضیٰ
بس ہے بداندیش تیرا نہ ہے دلدادہ ترا

نور کا عَلَم

حضرت[۵۱] نے مسلمانوں سے فرمایا یہ اک بار
جب منظرِ پُر ہولِ حشر ہو گا نمودار

استادہ وہاں ایک عَلَم نور کا ہو گا
ہاتھوں میں لئے ہونگے اُسے حیدرِ کرار

پھر لائینگے اِس جھنڈے تلے نور کا منبر
اس منبرِ پُر نور پہ بیٹھے گا عَلَمدار[۵۲]

ڈلوائے گا وہ دوزخ میں ہر اک اپنے عدو کو
احباب کو کر دے گا عطا خلد کا گلزار

۵۱ شواہد التنزیل ۱۲
۵۲ حضرت علی علیہ السلام ۱۲

ارواح سے اقرار

[۵۱] حضرت یہ کہا کرتے تھے اصحاب سے اکثر — سب جن و بشر کے ہیں علی مولا و راہبر
اُس روز سے یہ مرتبہ حیدر کو عطا ہے — جب کتمِ عدم میں تھا یہ مخلوق کا دفتر
ارواح نے تین امر کا اقرار کیا تھا — اللہ کو ہم مانتے ہیں واحد و اکبر
احمد کی نبوّت پہ ہے ایمان ہمارا — حیدر رہیں امام اور مددگارِ پیمبر

حضرت علی کا علم

[۵۲] دس حصّے کئے علم کے قسامِ ازل نے — نو حصّے ہوئے اُن سے عطا شیرِ خدا کو
اِک حصّہ جو باقی تھا بلا خلق کو ساری — اِس حصّہ سے بھی حصّہ ملا شاہِ ہدیٰ کو
اِس بات سے خورشید صفت ہو گیا روشن — حاصل ہے شرف دہر پہ ہمنامِ خدا کو

مباہلہ

[۵۳] حاضر ہوئے دربار میں نجران کے نصاریٰ — حضرت نے روا رکھا بہت لطف و مدارا
جب شرک پہ ان سب نے کیا ظاہر اصرار — یُوں گویا ہوا اُن سے جہانوں کا سہارا
مَیں کرتا ہوں اب تم سے نئی طرز کی اِک جنگ — میداں میں نکل آؤ جو ہو تم کو گوارا
جاں۔ عورتیں اور بیٹے بھی ہوں ساتھ ہمارے — پھر آئیں مقابل میں اگر رکھتے ہیں یارا

---

۵۱ فردوس الاخبار ۱۲
۵۲ شرح فتح مبین مصنفہ مولانا محمد بن علی ۱۲
۵۳ تفسیر کبیر مصنفہ امام فخرالدین رازی ۱۲

ہم دونو کریں کاذب و عیّار پہ لعنت ۔۔۔ پھر دیکھے جہاں قہرِ الٰہی کا نظارا
جاتے تھے حسنؑ ہاتھ پیمبر کا پکڑ کر ۔۔۔ شبیرؑ نے تھا آپ کی گودی کو سنوارا
تھیں فاطمہ کونین کے سردار کے پیچھے ۔۔۔ اِن سب کے پسِ پُشت تھا قنبر کا پیارا
جب دیکھا نصاریٰ نے حشَم آلِ عبا کا ۔۔۔ جُز بھاگنے کے اُن کو نظر آیا نہ چارا
اے دامنِ محبوبِ خدا تھامنے والو ۔۔۔ پہچانو محمدؐ کے گھرانے کو خُدارا

بسترِ رسُولؐ پر سونے کا شرف

لِکھا ہے غزالی نے کہ جب خواجۂ قنبر [۱] ۔۔۔ ہجرت کی شب ہَول میں تھے زینتِ بستر
جبریل و میکائیل سے فرمایا یہ حق نے ۔۔۔ دعویٰ ہے اخوّت کا ہم تم کو بھی آخر
ہے کون وہ تم میں جو کرے جان کو قربان ۔۔۔ اِس ساعتِ جانکاہ میں اک بھائی کی خاطر
تھے رُخ سے عیاں اُن کے جو انکار کے آثار ۔۔۔ یوں گویا ہُوا فخر و مباہات سے داور
ہاں ڈالو نظر سرورِ عالم کے مکاں پر ۔۔۔ اور دیکھ لو ایثارِ علمدارِ پیمبر
افضل تھے فرشتوں سے بھی جبریل کے اُستاد ۔۔۔ اس ایک شرف سے یہ جہاں پر ہُوا ظاہر

شیعانِ علیؑ

فرمایا یہ حضرت نے کہ اے خواجۂ قنبر [۲] ۔۔۔ جب ہوگا بپا حکم سے اللہ کے محشر
پھر فخر سے خلّاق یہ فرمائے گا تجھ سے ۔۔۔ ہیں آج ترے شیعہ ظفریاب و مظفّر
رکھوں گا اُنہیں نارِ جہنم میں ابد تک ۔۔۔ جو تجھ سے حسد رکھتے تھے رائی کے برابر

۱ تفسیر کبیر جلد دوم مصنفہ امام فخر الدین رازی ۱۲ ۔ ۲ صواعق محرقہ ۱۲

حضرت فاطمہ اور محشر

یوں ہوئے اصحاب سے اِک روز گویا مصطفےٰ[1]
سب کریں دل سے اِسے تسلیم بے چون و چرا

روزِ محشر یہ ندا منادی دے گا عرش سے
بند کرلیں اپنی آنکھوں کو شہنشاہ و گدا

دخترِ خیر البشر یعنی جنابِ فاطمہ
آرہی ہے آج پیشِ داورِ یومِ جزا

خوں بھرا شبیر کا کُرتہ اُٹھائے ہاتھ میں
عرش کا پایہ ہلا کر یہ کرے گی التجا

عدل گستر ہے ترا دربار اے پروردگار
آج تو شبیر اور کفار میں کر فیصلہ

موجزن ہوگا وہیں جبار کا بحرِ غضب
اسفل سافل میں پھینکے جائینگے سب اشقیا

پھر کرے گی التجا زہرہ خدائے پاک سے
ماتمِ شبیر کا اہلِ عزا کو دے صلا

جوش میں آئے گا لطفِ حق کا بحرِ بیکراں
ہونگے زیبِ مسندِ خلدِ بریں اہلِ عزا

آیۂ تطہیر

حضرت کو عطا جب ہوا تطہیر کا انعام[2]
رفعت میں ثریا سے بڑھی آلِ خوش انجام

حسنین۔ علی۔ فاطمہ اور سرورِ عالم
نام اِن کے ہوئے عرش کی محراب پہ ارقام

اِک اوڑھنی میں آپ نے اِن سب کو بٹھایا
پڑھتے تھے درود اِن پہ جہانوں کے در و بام

پھر آپ نے کی عرض کہ اے قادر و مختار
کر پاک و منزہ اِنہیں۔ ہو اِن پہ یہ اکرام

چاہا جو اُمِ سلمہ نے۔ ہو کملی میں داخل
روکا اُسے حضرت نے کہ اے نازشِ اسلام

تو خیر پہ ہے اور ترا ایماں بھی صحیح ہے
جائز ہے کہاں تجھ کو مگر اس قدر اقدام

[1] ینابیع المودۃ مصنفہ شیخ سلیمان قندوزی ۱۲ [2] ترمذی ۱۲

توبۂ آدم

درگہِ حق[1] سے جو آدم پہ ہوا نازل عتاب — آہ و نالہ سے ہوا پادر ہوا اُس کا شباب

عرش کی جانب اُٹھائی حکمِ حق سے جب نظر — دیکھے واں انوارِ رخشاں پنج مثلِ آفتاب

فاطمہ حسنین۔ حیدر اور محمد مصطفےٰ — تھی انہیں انوار کی واں روشنی اور آب و تاب

حق نے آدم سے کہا۔ یہ نام ہیں وجہِ نجات — دُور ہو اِن کے توسل سے ترا سب اضطراب

بُوالبشر نے پنجتن کے نام سے کی جب دُعا — از سرِ نو اُس پہ برسا رحمتِ حق کا سحاب

حق تعالےٰ جن کے ناموں کو کرے یاں تک بلند — برتری اُن کی ہے اہلِ ماسوا پر بے حجاب

حدیثِ ثقلین

کی احمدِ مختار[2] نے اک روز یہ گفتار! — چلنے کو مرے حلق پہ ہے موت کی تلوار

دو چیزیں گرانقدر دیئے جاتا ہوں تم کو — اک دوسرے سے ہوں گی جدا گاہے نہ زنہار

اک چیز تو ہے آلِ عبا۔ دوسری قرآں — ہے اِن کے سرِ پاک پہ تقدیس کی دستار

جو اِن پہ کسی اور کو جانے گا مقدم — میں اُس سے ہوں بیزار خدا اُس سے ہے بیزار

تعلیم نہ دو اِن کو کسی کام میں ہرگز! — ہیں ان پہ عیاں دہر کے سربستہ سب اسرار

یہ دو نو بقربانِ خدا دو نو جہاں میں — ہیں خضرِ رہِ جن و بشر۔ ہادی و سردار

توحید و نبوت نہ ذرا فائدہ دے گی
گر ان کی فضیلت کا نہ ہوگا تمہیں اقرار

[1] معارج النبوت اور تفسیر درِ منثور ۱۲ — [2] کنز العمال ۱۲

دربندی

فرمایا[1] یہ اصحاب سے اک روز نبی نے ۔ جبریل نے پیغامِ خدا مجھکو دیا ہے
دروازے جو سب کھلتے ہیں مسجد کی طرف کو ۔ بندان کو ابھی کر دو۔ یہی میری رضا ہے
بر رہنے دیں دروازہ کھلا حیدر و زہرہ ۔ مجھ سے یہ انہیں مرتبہ مخصوص عطا ہے
ہر طرح کی ناپاکی سے ہیں پاک یہ سارے ۔ تطہیر میں یہ مَیں نے بہت صاف کہا ہے

منکر نکیر مُردہ سے کیا پُوچھتے ہیں

ارشاد[2] کیا احمدِ مرسل نے یہ اِک روز ۔ کرتا ہوں میں مخلوق کو اِک راز سے آگاہ
دُنیا کا کوئی حصّہ ہو۔ مشرق ہو کہ مغرب ۔ کرتے ہیں سوال آکے نکیرین یہ واللہ
اقرار ہے کیا تجھکو ولایت کا علی کی ۔ جو کون و مکاں کی ہے خدائی کا شہنشاہ

گمانِ الوہیت

ایک[3] دن احمد ہوئے حیدر سے یوں گوہر فشاں ۔ میں تری تعریف میں کھولوں اگر پوری زباں
ہے یہ ڈر۔ پیدا نہ ہو وہ اہلِ مِلت میں خیال ۔ ابنِ مریم کی ہے نسبت جو نصاریٰ کا گماں
ہے مرے نزدیک حاصل مرتبہ تجھ کو وہی ۔ نزدِ موسیٰ جو کہ ہارون کو میسر تھا مکاں
تیرے دشمن سے ہے مجھ کو اور خدا کو دشمنی ۔ دوست پر تیرے ہیں خالق اور محمد مہرباں
بند ہو جاتا نبوّت کا نہ دروازہ اگر ۔ مرحمت کرتا نبوّت تجھ کو ربِّ دوجہاں

[1] مشکوٰۃ اور تفسیر دُرِ منثور ۱۲ [2] امام سدی فرماتے ہیں ۱۲ [3] کتاب الاکتفا مصنفہ ابراہیم بن عبداللہ یمنی شافعی ۱۲

قیامت میں مومن اور منافق کی پہچان

سُن لیں بشر[1] کہ حضرتِ عباس کا پسر[2] — دنیا سے ہے یوں رسُول کے ارشاد کی خبر
عباس۔ حمزہ اور شہِ اوصیا علی — اعراف پر کھڑے ہوئے دوڑائینگے نظر
دے گا علی کے دوست کو خالق یہ امتیاز — منہ ہوگا اُس کا روشن و پُرنور جوں قمر
رکھتا ہے جو علی سے حسد اور دُشمنی — ہوگا سیاہ چہرہ وہ کم بخت و بدگہر
مقصُود اس سے ہوگا یہ ربِّ قدیر کو — مولا علی کی شان کو دیکھے ہر اک بشر

جوگی

مَیں بن میں اِک دن جا نکلا۔ کیا راحت افزا منظر تھا
اِک جوگی دیکھا واں میں نے۔ تھا خار و خس کا گھر اُس کا
تھا بھنگ کا اُس کو شوق بہت، راگ اور غنا کا ذوق بہت
بدکاری و بدکرداری کے، تھے اُسکے گلے میں طوق بہت
تھا علم و ہنر سے وہ عاری، وہ رکھتا جاہلوں سے یاری
وہ دیر کو کہتا بیہودہ، تھی اُس کو حرم سے بیزاری
وہ حکمِ خدا سے غافل تھا۔ اور بدکاری کا عامل تھا
گو سادہ سادہ رہتا تھا۔ تزویر میں لیکن کامل تھا
یہ باتیں ہو گئیں جب روشن۔ کیا اس کی روش اور کیا ہے چلن

[1] صواعق محرقہ اور تفسیر ثعلبی ۱۲
[2] عبداللہ بن عباس ۱۲

پھر پند و نصیحت کی خاطر، جوگی سے کہا میں نے یہ سخن
اِک وقت مقرر ہوتا ہے، جب دہقاں دانہ بوتا ہے
کیا حاصل ہو اُس کاہل کو، جو وقت نکمّا کھوتا ہے
دنیا پہ تغیر ہے طاری، جبن اور تساہل و بیکاری
معدوم مثالِ عنقا ہیں، ہے جرأت و ہمت کی باری
اُٹھ جدوجہد کا ساماں کر، اور خنجر کو کر زیبِ کمر
تلوار اُٹھا میداں کو چل۔ اور خود کو رکھ لے تو سر پر
وہ دیکھ عدو کا لشکر ہے، وہ اُس لشکر کا افسر ہے
عزم اور شجاعت میں اُس کا، تو ہر حالت میں ہمسر ہے
تو مرد ہے ہمت ظاہر کر، ہو پاؤں میں تیرے عدو کا سر
پھر تیرے رعب و ہیبت سے، ہو سارا لشکر زیر و زبر!
اُٹھ مالکِ تخت و تاج ہو تو، سرگرمِ تگ و دو آج ہو تو
ہو بزم میں دل یہ موم ترا! اور رزم میں تند مزاج ہو تو
نادر کو دیکھ اور سوچ ذرا - وہ بن گیا آخر کیا سے کیا
کس بات میں اُس سے کم ہے تو، لے تن آسانی کے شیدا
دھن دولت ہی میں برکت ہے، ہر کام میں اس سے حرکت ہے
انساں کی اس سے عزت ہے، بے زر کا جینا ذلت ہے
اعضائے بدن اِک نعمت ہیں، اسبابِ عروج و رفعت ہیں
ہیں بابِ ظفر کی یہ کنجی، سرمایۂ فتح و نصرت ہیں

عالم میں لاکھوں پیغمبر تھے خلق خدا کے جو رہبر
وہ بہر معاش و روزینہ خود محنت کرتے تھے اکثر!
کچھ ہاتھ سے بھی محتاج کو دے ہر لحظہ نام خدا کا لے
احکام خدا ہوں پیش نظر، معراج بشر کا ہے اس سے
جب بستی سے تو دور ہوا۔ تب وحشت سے معمور ہوا
پھر ہو کر خوگرِ بے کاری، تو صاحب مکر و زور ہوا
جس دل میں حق کی بستی ہے واں رحمت روز برستی ہے
جو تن محنت سے چور ہوا، واں راحت ہی کی ہستی ہے
وہ جوگی قابل عزت ہے، وہ جوگی لائق ہمت ہے
جو نیک روش ہو اور جس کی، روزی کا ذریعہ محنت ہے
ہمراز ہے میرا ایک بشر، وہ خوش رہتا ہے شام و سحر
بے مکر و ریا ہے گوشہ نشیں، با عزت کرتا ہے عمر بسر

میرا کیف آور ایاغ

نذرِ رندانِ سخن ہے میرا کیف آور ایاغ
گُل نہ ہوگا پھونک سے یہ زینتِ گردوں چراغ
کیا عجب مشقِ سخن کو طاقِ نسیاں پر رکھوں
راحت و آرام کا طالب ہے اب ضعفِ دماغ

صحت نامہ

بوجہ علالت مسودہ وکتابت و طباعت کی درستی خود نہ کرسکا اب ضروری درستیاں کردی ہیں

(گوشہ نشین)

صفحہ	سطر	غلط	درست
۳۱	۲	اے زید بکر کے شیدائی	اے لات وہبل کے شیدائی •
۸۰	۱۵	جاں نثار ہم پر رہا کرتے	جاں فدا ہم پر کیا کرتے
۸۸	۱۵ اور ۱۶		دونوں شعروں کو قلمزن فرمادیں
۹۲	۱۷	سامنے اسکے کسی رمّال کو لایا گیا	اِک نجومی کو حضورِ شاہ میں لایا گیا
۱۲۱	۳	انساں کو جیسے انساں سے	انساں کو جیسے انساں پہ
۱۳۸	۹		سطر ۹ اور ۱۰ اسکے درمیان سلائی ڈال لیں۔
۱۵۸	۱۵	نام اسکا سرنجم شام وسحر لیتا ہوں میں	اِن کے احسان وکرم کی یاد میں رہتا ہوں میں
۱۷۹	۶	جناب جبرائیل	جنابِ جبرئیل
۱۷۹	۹	کرتے صدگانہ ادا	کرتے ہیں صدگانہ ادا
۲۱۱	۱۰	مقدر یہ نہیں ہے اک مخنث کو ملے شاہی	مقدر یہ نہیں دیں اک مخنث کو وہ دارائی
۲۱۴	۱	ہوتے ہو چیں برجبیں	ہوتے ہو تم چیں برجبیں
۲۲۲	۱۱	جو بنایا تھا پیغمبر نے	جو بنایا تھا پیمبر نے
۲۳۲	۲	کچھ نہ کی تھی پہلو تہی	کچھ نہ کی پہلو تہی
۲۴۹	۴	سر یر وتان	بسر یر وتاج +

صابر الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام سید
برکت علی گوشہ نشین پرنٹر پبلشر کے چھپکر
وزیر آباد سے شائع ہوا